

جولائی 2022

ماہنامہ نسیم خاتون

انجمن نسیم خاتون

www.pklibrary.com

Naeyunfaq.com

www.pklibrary.com



ابتدائیہ

- | | | |
|----|------------|----------|
| 10 | مدیرہ | سرگوشیاں |
| 11 | عابد نظامی | حمہ |
| 11 | اقبال عظیم | نعت |
| 12 | مدیرہ | درجہ اول |

دانش کده

- | | | |
|----|------------|------------|
| 16 | مشاق حمدیہ | سورۃ القدر |
|----|------------|------------|

مکمل ناول

- | | | |
|-----|-----------------|----------------|
| 22 | نازیہ کنول نازی | وہ جو عشق تھا |
| 100 | ایشاء گل | دوستی ہوگی آخر |
| | افسانے | |

ہمارا آنچل

- | | | |
|----|--------------|--|
| 20 | صائمہ شیرعلی | |
|----|--------------|--|

خلفاء راشدین

- | | | |
|-----|-------------------|-------------|
| 124 | حضرت ابو بکر صدیق | رفاقت جاوید |
|-----|-------------------|-------------|

سلسلے وار ناول

- | | | |
|-----|--------------------------|--------------------------|
| 42 | حوریہ بتول | ناشکری |
| 72 | کبیر دیپ جلے سمعیہ اقبال | کبیر دیپ جلے سمعیہ اقبال |
| 118 | فرزانہ صغیر | فرمائش |
| 121 | نظیر فاطمہ | شمر |
| 46 | راحت وفا | مجھ کو تسلیم کیوں |
| 78 | ام ایمان قاضی | دل کا بیج کا گھر |

پبلشر مشتاق احمد دستریش پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتہ: مکان نمبر B-1 مدینہ اسٹریٹ، بلتقال، لاہور ڈسٹرکٹ، فیس، مارچہ تاظم آباد کراچی 74700



سرورق: تانیہ اور عبرہ آرائش: روز بیونی پارلر عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

147	میمونہ رومان	139	دوست کا پیغام آئے	ہما احمد
151	طلعت آغاز	141	یادگار لمحے	جویریہ صابک
155	ایمان وقار	143	آئینہ	شہلا عامر
	نیم سے پوچھئیے	161	شمار کا کشف	

بیاض دل
دشمن مقابلہ
نیرنگ خیال

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ آنکھ پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی، 74200

03008264242 کیے از مطبوعات نے افق پبلی کیشنز ای میل: Info@naeufaq.com

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جولائی 2022ء کا آج کل آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر ہے۔

عید الاضحیٰ مبارک اللہ سبحان و تعالیٰ تمام آج کل و حجاب بہنوں کو بہت بہت ساری خوشیوں سے نوازے سب کا دامن اپنی رحمتوں و نعمتوں سے مالا مال کر دے آمین۔

جس وقت آپ یہ سطور پڑھ رہی ہوں گی عید قرباں کی ساعتیں آچکی ہوں گی اور آپ قربانی کے گوشت سے بھرے ڈسپ فریزر کو دیکھ دیکھ کر نئی نئی ڈشیز کے پروگرام بنا رہی ہوں گی (معذرت کے ساتھ) کیونکہ انسان انتہائی ناشکرا، پرلے درجے کا نذیرہ ہے۔ ورنہ عید الاضحیٰ تو صبر اور قربانی کا درس دیتی ہے۔ آپ دیکھیں کہ حج کے ہر سرکن کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے صبر، استقامت اور اطاعت کا جذبہ رکھا ہے۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے بے حال حضرت ہاجرہ علیہ السلام کا مفاہروہ کے درمیان دوڑنے کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے حج کا رکن بنا دیا۔ یہ صبر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کی استقامت تھی کہ وہی حق و وق صحرا میں اپنے کو پانی اور خوراک مہیا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے نچت جگر کو ذبح کرنے کا ارادہ و عمل اس کے حکم کی اطاعت، حلال جانوروں کی قربانی، یہ سب اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال ہی تو ہیں مگر آج ہم نے ان اعمال کو مذاق بنالیا ہے، ہم میں کتنے ایسے ہیں جو ان اعمال کی روح کو سمجھتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم پورے کا پورا بکرا فرتح اور ڈسپ فریزر میں بھر لیں چاہے ہمارا پڑوسی اس روز بھی بھوکا رہے اور اس کے گھر کا چولہا بجھا رہے تو بہنوں آپ عید کے روز نئی ڈشیز ضرور ڈرائی کریں نئے نئے کھانوں کی ترکیبیں آپ کو آج کل میں بھی مل جائیں گی لیکن خدا را اپنے غریب پڑوسیوں، عزیز و اقارب کے حقوق کا احساس ضرور رکھیں۔

ملک کے جو حالات چل رہے ہیں اس میں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کیا کریں، ضرورت کی ہر چیز کو ہر ملک کے ہیں اور پہنچنے سے باہر ہونی جاری ہے اور یہی حال کاغذ کا بھی ہے، کاغذ کی کمیابی اور بڑھتے ہوئے دام نے اشتامی اداروں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے اب تو اسکول و کالج کا کورس بھی چھاپنے سے انکار کر دیا ہے جو قوم کے لیے لوہہ ٹکر رہا ہے۔ حکومت جمہوری نسل بھی نہیں دے پارہی بلکہ مسلسل کھلی حکومت پہ گولہ باری کر رہی ہے اور بے چاری عوام اس میں پس رہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کب عوام اپنے حق کے لیے کھڑی ہوتی ہے۔

اس مہنگائی کے پیش نظر ادارہ آج کل اور حجاب میں صفحات کی کمی گر رہا ہے، آپ کو پڑھنے کے لیے بھتر کھائیاں دی جائیں۔ امید ہے آپ ہمیں اس مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیں گی۔

اللہ سبحان و تعالیٰ اس مشکل وقت میں ہم سب کا ساتھ دے اور آسائیاں پیدا فرمائے آمین۔

اس ماہ کے ستارے۔

نظیر فاطمہ، حوریہ، تول، ایشاء گل، سمیہ اقبال، فرزانه صغیرا۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

مدیر
سعید مختار

حکیم الملک

نعمات

تری شان سب سے عظیم ہے
تیری ذات سب سے قدیم ہے
ترے نام دل کا سرور ہے
تیرے نام آنکھوں کا نور ہے
تجھے اپنے ناموں کا واسطہ
ترا فصل ہم پہ رہے سدا
کوئی ماہ نہ ہو کوئی سال ہو
ترا لطف شامل حال ہو
کوئی مرحلہ ہو حیات کا
رہے آسرا تری ذات کا
میں دو جہانوں کی دو تیں
تیرے سب خزانوں کی دو تیں
کبھی لب پہ تیری ثنا رہے
کبھی ذکر صلی علی رہے
اے ملکہ و مالک و کبریا
نہیں اور کوئی تیرے سوا

عابد نظامی

مدینے کا سفر ہے اور میں مدینہ مدینہ
جہیں افسردہ افسردہ قدم لغزیدہ لغزیدہ
چلا ہوں ایک مجرم کی طرح جانب طیبہ
نظر شرمندہ شرمندہ بدن لرزیدہ لرزیدہ
کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ
کہاں میں اور کہاں اس روضہ اقدس کا نظارہ
نظر اس سمت اٹھتی ہے مگر درزیدہ درزیدہ
مدینے جا کے ہم کبھی اقدس کس کو کہتے ہیں
ہوا پاکیزہ پاکیزہ فضا سنجیدہ سنجیدہ
بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے
مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ
وہی اقبال جس کو ناز تھا کل خوش مزاجی پر
فراق طیبہ میں رہتا ہے اب رنجیدہ رنجیدہ

اقبال عظیم

مدیرہ در جواب اس

صائمہ قریشی آکسفورڈ

بیاری صائمہ! سدا سہا کن رہو، یوں تو اب ہم آپ کی جانب سے تحریر کے خطرہ ہی رہتے ہیں کہ کب آپ آپچل کے لپے مختصر ہی سہی کوئی تحریر ارسال کرتی ہیں عید یہ ناٹزی پیا کو قاری نے بہت پسند کیا اس عید پہ بھی یہ خواہش تھی کہ ناول یا ناولٹ آپ کی جانب سے موصول ہوگا پر آپ کی مصروفیات کی وجہ سے خواہش خواہش ہی رہی۔ آپ کی والدہ محترمہ کی طبیعت ناساز ہے اللہ سبحان و تعالیٰ ان کو صحت کا لالہ عاجلہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر آپ کے سر پہ قائم رکھے صحت و تندرستی کے ساتھ آمین۔

ترتہ حبیب ضیا کراچی

بیاری ترتہ! سدا سہا کن رہو، کہاوت ہے کہ اصل سے سوچا ہوا ہوتا ہے اور اس بات کی تصدیق آپ کی سوشل میڈیا پر پوسٹ دیکھ کر ہو جاتا ہے جس طرح آپ پوتے اور لب پولی کی تصویر کا کراچی محبت کا اظہار کر رہی ہیں یہ قابل ستائش بات ہے بچی ہو یا بیٹا فرق نہیں رکھنا چاہیے اور آپ بھی محبت میں فرق نہیں رکھ رہی ہیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کی خوشیوں میں مزید اضافہ کرے اور غمی پری کی عمر دراز فرمائے آمین۔

مہناز نعیم کراچی

بیاری مہناز! صحتی رہو، والدین کے ساتھ زندگی کا اپنا ہی رنگ و مزاج ہے، بے فکری کی زندگی ان کے درمیان گزارتے ہما ہی نہیں چلتا کہ کب بچپن گزارو اور کب جوانی کی داڑھی قدم رکھ دیتے ہیں، یہ ان کا احسان ہے کہ زندگی گزارنے کا ڈھب ہمیں سکھا دیتے ہیں۔ آپ کے والد محترم کی رحلت کا پتا چلا دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کے والد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطا

کرے آمین۔

ایڈیٹر کیٹ سعیدہ ہما شیخ سرگودھا

بیاری سعیدہ! سدا آ باد رہو، آپ کے ماموں کی رحلت کا پتا چلا دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین۔ والدہ سے جزا ہر رشتہ دل کے قریب ہوتا ہے اور دل ان کی جدائی پہ دکھی ہو جاتا ہے، اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔

مسکان نور لاڑکانہ

بیاری نور! جگ جگ جگ جگ آپ کا نامہ موصول ہوا اور آپ کے مصمم سوال نے ہڈیوں پر مسکان بکھیر دی۔ آپ تحریر کسی اور ادارے میں بھیجے گا کال پہ بھی پوچھ سکتی تھیں کیونکہ اب آپ کسی اور ادارے کو ارسال کرتی ہیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ یہ ہمارے پاس سے ناقابل اشاعت ہو چکی ہیں اس لیے وہ آپ کو انتظار کروائے گا اور پھر تحریر کو ٹھیک کرنے کا کہہ کر آپ کو واپس بھیج دے گا تو بہتر ہے کہ آپ اس پر محنت کر کے ہمیں ہی واپس بھیج دیں۔ آپ کی تحریر ”اب سوچ کو بدلنا ہے“ منتخب نمبر ہی ان شاء اللہ جلد شائع کر دیں گے۔

فاطمہ عاشی جھنگ

بیاری فاطمہ! خوش رہو، آپ کی تحریر ”زادراہ“ ابھی تک اپنی باری کے انتظار میں ہے کوشش تھی کہ اس ماہ اس کو شائع کر دیں پر صفحات کی کمی کی وجہ سے ممکن نہ ہو سکا جہاں اتنا انتظار کیا ہے وہاں تھوڑا انتظار اور سہی۔ ان شاء اللہ آئندہ ماہ شائع کر دیں گے۔ ”معراجِ محبت“ ابھی پڑھی نہیں گئی۔

حنّا حسن کوئٹہ

بیاری حنا! صحتی رہو، یہ آپ کا اپنا پرچہ ہے اس لیے آپ کی خوشی اور غم میں ساتھ رہتا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پہ جیسے ناراض ہو جاتے ہیں اور پھر مٹانے سے مان مگی جاتے ہیں تو اس سے اپنا پن ظاہر ہوتا ہے اور ہر انسان ایک ایسا رشتہ تو چاہتا ہی ہے کہ اس کو مان دیا جائے، اس کو صراہا جائے۔ کوشش یہی ہوتی ہے کہ مان اور محبت سب کو دی جائے بروکری اس مان اور محبت کی قدر کرتا ہے اور کوئی نہیں۔ خیر آپ کو افسانہ

ابھی پڑھا نہیں گیا ان شاء اللہ جلد پڑھ کر آگاہ کریں گے۔

اسماء گل..... جگہ نامعلوم

پیاری اسماء! خوش رہو، آپ کی تحریر "وقت کے خدا" خط کے ساتھ موصول ہوئی، تحریر بے جا طوالت کا شکار ہے اور کردار بھی بہت ہیں جو کہانی کو کمزور کر رہے ہیں، ہمیشہ یہ بتایا گیا ہے کہ تحریر لکھتے ہوئے مختصر موضوع کا انتخاب کریں تاکہ اس پر گرفت ہو سکے۔ آپ تحریر کو کہیں اور بھیجنا چاہتی ہیں تو بھیج دیں ادارے کو کوئی اعتراض نہیں۔

فاطمہ سرور..... خیبر پختونخواہ

پیاری فاطمہ! خوش و آباد رہو، آپ کی تحریر "دفاع" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے جس طرح آپ نے ایک فقیر کو ایک لڑکی کی مدد کرتے دکھایا اور ایک اچھا سبق دیا یقیناً قاری ضرور پسند کریں گے۔ اسی طرح مختصر موضوع کو قلم بند کریں اور ابھی مختصر موضوع کا ہی انتخاب کریں۔ ہماری جانب سے اس کامیابی پر مبارکباد قبول کریں۔

صلیہ ممتاز..... سرگودھا

پیاری صلیہ! خوش رہو، آپ کی تحریر "دل تیرے دل سے جوڑ دیا" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ تحریر بہت محنت سے لکھی اس میں کوئی شک نہیں پر بے جا طوالت نے تحریر کو کمزور کر دیا اور کہانی بھی واضح نہیں ہوئی، بہتر ہے مایوس ہونے کے بجائے مختصر موضوع کو قلم بند کرتے تحریر ارسال کر دیں۔

معمل دلنود..... اسلام آباد

پیاری معمل! خوش و آباد رہو، آپ کا خط موصول ہوا اور جواب بھی حاضر ہے، زندگی میں ایسے بہت سے واقعات رونما ہوتے ہیں جن سے انسان دل برداشتہ ہو جاتا ہے اور مایوس ہو کر آگے بڑھنے کی امید چھوڑ دیتا ہے جبکہ زندگی کہیں ٹھہرنی نہیں اور تاہی کوئی کسی کے لیے رکا ہے اس لیے آپ بھی مایوس نہ ہوں اور آگے بڑھیں امید ہے سب بھول کر پھر سے آگے بڑھنے کی کوشش جاری رکھیں گی۔

ماہا بشیر حسین..... ڈنگلہ

پیاری ماہا! سدا سہاگن رہو، آپ کا خط ملا حقیقتاً مصروفیات بڑھ گئی ہیں اور اس مصروفیت میں سے وقت نکال کر دو سال بعد محفل میں حاضر ہو سکیں، خوشی ہوئی، رب العالمین! آپ کے بیٹے کو صحت و دراز عمری عطا فرمائے اور اسے آپ کی دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذریعہ بنائے آمین۔ تحریر کے لیے اجازت کیسی یا آپ کا اپنا نام نامہ ہے بلا جھجک تحریر ارسال کر دیں بالکل عین کا استعمال کریں اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور تحریر مکمل کر کے ارسال کر دیں۔

کومل ذکاء اللہ..... گوجرانولہ

پیاری کومل! خوش رہو، آپ کی تحریر "ماں کی صد اہوت کر آجا" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اپنے مطالعہ اور مشاہدے کو وسیع کریں تاکہ تحریر میں پختگی آئے امید ہے مایوس ہونے کے بجائے محنت جاری رکھیں گی۔

رقیہ ناز..... فیروزہ

پیاری رقیہ! سدا سہاگن رہو، اس بار آپ کی آمد پر حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ خوشی اس بات کی کہ کافی عرصہ بعد آپ کی آمد ہوئی ہوگی دنیا میں آگے آپ نے مصروفیات میں سے مختصر سی ملاقات کے لیے وقت نکالنا ہم سب آپ کی کمی تو محسوس کرتے ہیں پر آپ کی مصروفیت سے بھی آگاہ ہیں۔ اس لیے ہر ماہ شامل ہونے پر اصرار بھی نہیں کرتے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کی خوشیوں میں مزید اضافہ فرمائے آمین۔ کبھی بھی یونہی وقت نکال کر محفل میں شامل ہو جایا کریں آپ کی دوستیں بھی آپ کو یاد کرتی ہیں۔

سمیرا اسعد..... کراچی

پیاری سمیرا! سدا سہاگن رہو، آپ کی تحریر "چند پل" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس قسم کے موضوع کا چناؤ ہرگز مت کریں بلکہ اپنے گروہ پیش کے ماحول کو سامنے رکھتے کوئی ایسی تحریر لکھیں جس پر آپ کی گرفت بھر ہو۔ موضوع اور انداز تحریر کی کمزوریوں کے سبب یہ تحریر اپنی جگہ بنانے میں ناکام رہی۔ امید ہے ان

ہوتا ہے کہ ایک ہی معلومات یا اقوال زیریں دو لوگوں کی جانب سے موصول ہو جاتے ہیں اس بناء پر پہلے موصول ہونے والی تحریر کو شامل کر لیا جاتا ہے آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا ہے آپ کی دونوں تصاویر نوٹ کر لی ہیں جلد عمل کرنے کی کوشش کریں گے، دونوں پر چوں کی پسندیدگی کے لیے شکریہ

هیل اشاعت:

مات، دفاع، اب سوچ کو بدلنا ہے، تجھے کیا خبر عید کے
بھڑکتے شعلے، پر چھائی، محبت یا کھیل، منزل، بہت حوا کی
روشنی میں، پہلا قدم، وقت کا خدا، دل تالان، نیلم، دور
جہالت۔

تفہیل اشاعت:

شاہی مبارک ملت کا غلام، لمحہ محبت، مسافرتیں، غلط،
خوبی جزیں، بڑے عاقل کا عشق، قضا، حیت، نبی نعت ہے،

www.naeyufaq.com

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیر لگا نہیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ غبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو لگا کر اسیے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہت کم ہو گئی ہے۔ پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

ہذا قانون اسٹیمٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام لکھنا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔

☆ کہانی اسی میل کرنے کے لیے ایچ کی فائل ہوا ایم ایس ورڈ کی فائل میں اردو میں لکھیں تحریر ہونی چاہیے مابقی

کوڑ پر ہو۔ کہانی کے نام سے فائل کا نام رکھنا ہوگا۔ کہانی کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخر میں اپنا پورا نام

کھل رہا اور رابطہ ٹیبر بھی لکھتا ہوگا۔

☆ ای میل چاہے کہانی کی کرنی ہو یا مستقل سلسلوں میں ہمیشہ نوا میل کا انتخاب کریں اور سبجیکٹ میں کہانی اور سلسلے

کاتام لکھیں۔ جوابی میل پر کچھ بھی ای میل تاکریں اگر جوابی میل پر کچھ بھی ای میل کیا جائے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔

☆ ای میل پر کہانی یا مستقل سلسلے میں شرکت کے لیے اسکیمن امیجز، روسن یا نیٹا ڈی ایف قابل قبول نہیں ہوتی۔

☆ دیگر سوشل ایپ پر بھی کہانی یا سلسلوں کی کوئی بھی چیز قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ ایلی کہاں بن دفتر کے پتا پر جسٹریڈ ڈاک یا کوریئر کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 81 نمبر پیرکس ہاکی کلب آف پاکستان

سفیدیم نزد آکل پریس کراچی 75510

دانش کدہ

سورۃ الفاتحہ

مشاق احمد قریشی

کتاب اللہ قرآن مجید کو مالک کائنات مالک برحق نے اسے حق پر نازل کیا ہے۔ اس میں عدل نازل کیا ہے اسی سبب اسے میزان عدل قرار دیا گیا ہے تاکہ انسانوں میں پیدا ہونے والے اختلافات کا فیصلہ حق و باطل کے مطابق کیا جاسکے۔ فیصلہ چاہے لوگوں کی خواہشات و عاوی کے بارے میں ہوں یا ان کی آراء کے بارے میں یا عقائد و نظریات کے بارے میں۔ قرآن مجید کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل نظام شریعت نازل فرمادیا ہے۔ جسکی بنیاد عادلانہ فیصلوں پر رکھی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے عدل کے لیے میزان کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی ایسا عدل کہ جس کے مطابق تمام حقوق و اعمال اور تصرفات کا وزن کیا جاسکے انہیں تولانا جاسکے۔

کتاب اور شریعت نے ہی لوگوں کے درمیان اس دنیا میں عدل کرنا ہے اور آخرت میں بھی میزان لگا کر عدل و انصاف ہوگا۔ قیامت کا قیام چونکہ ایک غیب ہے اس کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ اس لیے ہوسکتا ہے کہ وہ بہت ہی خراب ہو اس وجہ سے ہی آیت مبارکہ میں ارشاد ہو رہا ہے۔ ”اور تمہیں کیا معلوم کہ فیصلے کی گھڑی قریب آگئی ہو۔“ اور لوگ اس سے غافل ہوں اور وہ ان کے قریب ہو اور یہ کہ عدل و انصاف کے لیے ترازو بھی لگ جائے۔ اس وقت ہمارے کسی مہمل سے مہمل عمل کو بھی نہیں چھوڑا جائے گا اور نہ ہی کوئی عمل کسی کا کھن گم ہو سکے گا۔ سب کیا دھرا ہر کسی کے سامنے لے آیا جائے گا اس کے نامہ اعمال تو لوحِ لوحہ کرنا کا تین تحریر کر رہے ہیں وہ ہر کسی کے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا۔ اس وقت کوئی کسی بھی طرح اپنے کسی عمل سے بھاگ نہیں سکے گا انکار نہیں کر سکے گا۔

ترجمہ:- بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی پس آپ کو ہرگز اس ملاقات میں شک نہیں کرنا چاہیے اور ہم نے اسے نئی اسرائیل کی ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ (السمۃ-۲۳)

آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بظاہر خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے لیکن دراصل مخاطب قریش مکہ اور کفار مکہ ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب الہی قرآن مجید پر شک کر رہے تھے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس سورۃ کی آیت نمبر ۳ میں گزر چکا ہے کہ کفار مکہ کہہ رہے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اللہ کی طرف سے کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ انہوں نے خود ہی گھڑ لیا ہے اور دعویٰ کر رہے ہیں کہ یہ کلام الہی ہے۔ اسی بات کا یہ دوسرا جواب ہے۔

اعلانِ نبوت سے پہلے خود حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نہ تو نبی بننے کی کبھی کوئی

طرح کی باتیں کہتے رہتے تھے ان میں ایک بات یہ بھی کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاعرانہ تک بندی ہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی اس بات کی نفی فرمائی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور نہ ہی قرآن پاک شاعری کا مجموعہ ہے بلکہ یہ فصاحت اور موعظت ہے۔ شاعری میں تو بالعموم مبالغہ افراط و تفریط اور محض تخیلات کی مدد سے شاعری ہوتی ہے۔ یوں اگر کہا جائے کہ شاعری کی بنیاد ہی مجھوت پر ہوتی ہے تو غلط نہ ہوگا۔ شاعر تو گفتار کے ہی غازی ہوتے ہیں کردار کے نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے نہ صرف یہ کہ اپنے پیغمبر کو شعر نہیں سکھائے اور نہ ہی اشعار ان پر وحی کئے ہیں۔ بلکہ ان کے مزاج و طبیعت کو ایسا بنایا ہے کہ شعر سے ان کو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اگر کسی کا کوئی شعر پڑھتے بھی تھے تو وہ اکثر صحیح نہیں پڑھ پاتے اور اس کا وزن ٹوٹ جاتا تھا۔ جس کی مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ طرز اس لیے اختیار کیا کہ منکرین پر اتمام حجت ہو سکے اور ان کی شبہات کا خاتمہ کر دیا جائے اور وہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ قرآن شاعرانہ تک بندی کا نتیجہ ہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمیت (پڑھا لکھا نہ ہونا) بھی قطع شبہات کے لیے بھی تاکہ لوگ قرآن پاک کے لیے یہ نہ کہہ سکیں کہ اس نے تو یہ قلاں سے سیکھ پڑھ کر مرتب کر لیا ہے۔ کلام اللہ کے ان اثرات کی تردید و ضاحت اللہ تعالیٰ نے سورہ نجم السجدہ میں بھی ارشاد فرمائی ہے۔

ترجمہ:- اتاری ہوئی ہے بلاے ہی مہربان اور بہت رحم والے کی طرف سے (ایسی) کتاب جس کی آجوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے (اس حال میں کہ) قرآن عربی زبان میں ہے اس قوم کے لیے جو جانتی ہے (عربی سمجھتی ہے) (نجم السجدہ-۳۷)

آیت کریمہ میں خوب وضاحت سے ارشاد فرمادیا گیا ہے بلکہ دو ٹوک انداز اختیار کیا گیا ہے کہ یہ کلام اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے یعنی کلام جو چاہے کہتے سمجھتے رہیں کہ اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود تصنیف کر رہے ہیں لیکن حقیقت تو یہی ہے کہ اس کلام کا نزول اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہی طرف سے ہو رہا ہے۔ یہ اعلان عام فرمایا کہ اپنے مخاطبین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے لوگ تھے کو متنبہ کیا جا رہا ہے۔ اس کلام الہی کو کہ تم لوگ جو اعتراضات کر رہے ہو جس غصے کا اظہار نبی برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کر رہے ہو تو تمہارا غصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں درحقیقت تم لوگ تو اپنے اللہ اپنے خالق کے خلاف اپنے غصے و ہذت کا اظہار کر رہے ہو۔ اس طرح تم لوگ رسول اللہ سے نہیں بلکہ اپنے رب اپنے خالق و مالک سے منہ موڑ رہے ہو۔

(جاری ہے)

نازیہ کنول نازی

عشق و وفا

دل جل رہا تھا غم سے مگر نغمہ گر رہا
جب تک رہا، میں ساتھ، مرے یہ ہنر رہا
صبح سفر کی رات تھی تارے تھے اور ہوا
سایہ سا ایک دیر تلک بام پر رہا

صدیوں سے چلی آ رہی قدیم روایات جن میں کسی تبدیلی
بانہی کی گنجائش نہیں تھی۔ سردار عبداللطیف اٹھ کر چلے گئے
تھے۔ شاید انہیں زارون کا فیصلہ پسند نہیں آیا تھا مگر سردار
عبدالرحیم پریشان پڑے تھے۔ ان کا دل دو حصوں میں بٹ
گیا تھا کچھ کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔۔۔ تب ہی
زارون ان کے قدموں میں گر بیٹھ گیا تھا۔

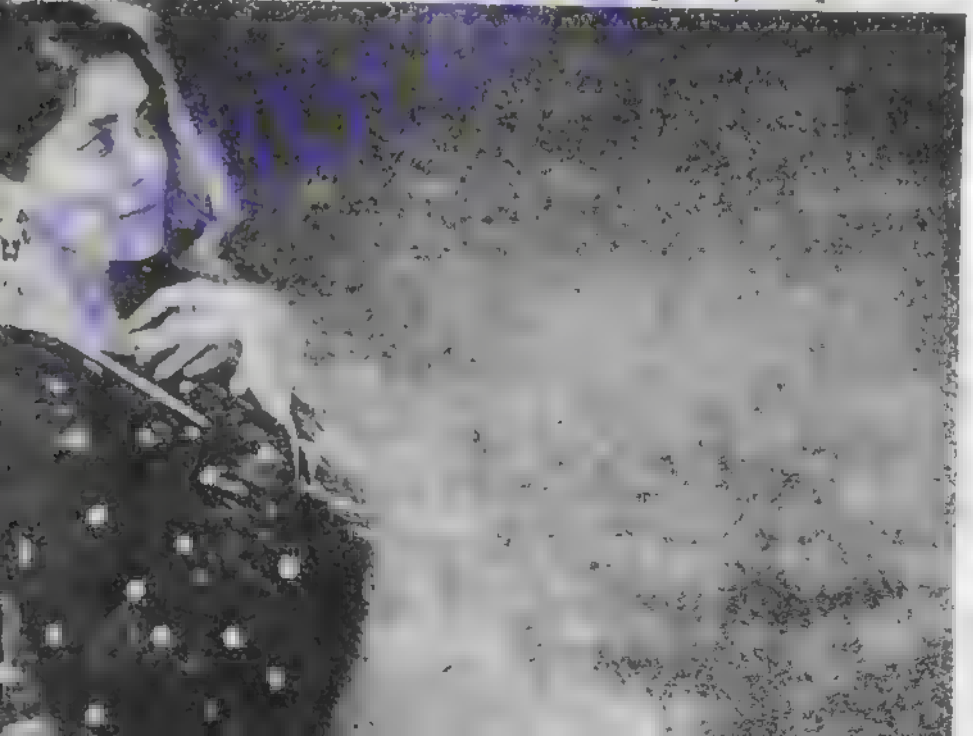
”میں جانتا ہوں پاپا سا کہیں۔ آپ کے لیے یہ
فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے محراب کو عزت دینے کا مطلب
بے علاقے میں اپنے لیے بغاوت کو ختم دینا ہے اپنی ساکھ
خواب کرنا ہے اسی لیے بہت سوچ و بچار کے بعد میں نے
ایک الگ راہ نکالی ہے ایک ایسی راہ جس میں سانپ بھی
مر جائے گا اور لاشی بھی نہیں ٹوٹے گی۔“ اس کا دلغ ایسے
موتقوں پر بہت چلتا تھا۔ سردار عبدالرحیم نے نگاہ اس کے
چہرے پر جمادیں۔

”کیسی راہ؟“

”میں اب لبرہ و قیس جاؤں گا بابا۔ میری تعلیم سے

ایک یاد باقی ہے
آٹھ میں خزاں است ہے
گر دہتری رہتی ہے
پھر بھی ایک کوئے میں
اک گلاب باقی ہے
ایک یاد باقی ہے!!

مردان خانے میں گہری خاموشی چھائی تھی آج تک
اس حویلی میں جو نہیں ہوا تھا وہ ہو گیا تھا بے یقینی ہی ہے
یعنی تھی۔ سردار عبدالرحیم ایک طرف بیٹھے کے جرات
مندانہ قدم پر سرور تھے تو دوسری طرف ان بے علاقے کے
معزز زمین کی انجمنی فکر تھی۔ لوگ اس نکاح کے بعد ان کے
لیے کیا روپیہ رکھتے؟ اس علاقے میں آج تک ایسا نہیں
ہوا تھا کہ کسی بھاگی ہوئی لڑکی کو کسی نے قبول کیا ہو یا اسے
لانا دی جو۔۔۔ اگر وہ یہ کام کرتے تو یقیناً لوگ ان کے
خلاف اٹھ کھڑے ہوتے۔ عجیب و غریب سا معاملہ ہو گیا
تھا۔ ایک طرف جان سے پیارا بیٹا تھا تو دوسری طرف



زیادہ یہ مسئلہ میرے لیے اہم ہے، محراب کو ذاتی طور پر نئے رشتے میں بندھنے کے لیے ابھی وقت کی ضرورت ہے اور مجھے بھی۔ لہذا میں نے سوچا ہے کہ میں شہر میں کوئی اچھی جگہ دیکھ کر وہاں گھر تعمیر کروانا ہوں۔۔۔ جب تک وہ مکمل ہوگا ہم یہاں نکاح کی رسم کر کے محراب اور مریم چچی کو شہر شفٹ کر دیں گے، اسی نکاح کے ساتھ ہم عہدہ کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی ڈھونڈ کر اس کی شادی طے کر دیں گے، علاقے کے لوگوں کے لیے یہ شادی محراب سے ان کی توجہ ہٹانے کا بہانہ ہوگی بعد میں جب لوگ اس مسئلہ کو بھول جائیں گے مریم چچی اور محراب پھر سے حویلی کا حصہ بن جائیں گی۔“ اس نے سب کچھ پہلے ہی پلان کر کے رکھا تھا۔ سردار عبدالرحیم نے ہر سوچ انداز میں آہستہ سے سر ہلایا تھا۔

☆☆☆

لال حویلی میں نئی تاریخ رقم ہو رہی تھی۔ جس نے بھی سنا زارون محراب عبدالرحیم سے شادی کر رہا ہے اس نے دانتوں تلے ہلکی دہلی۔ بھلا زارون عبدالرحیم کو لڑکیوں کی کمی تھی جو اس نے ایک بھانجی اور دھنکڑی ہوئی طلاق یافتہ لڑکی کو اپنے لیے جن لیا۔ مریم بیگم رتو مانو عشی کی کیفیت طاری تھی۔ ان کی بیٹی آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک گئی تھی۔ اور محراب بے حال تھی۔

”امی مجھے زارون سے شادی نہیں کرنی، اس سے بہتر ہے مجھے بھی نایاب کی طرح شب کے اندھیرے میں بے دردی سے مار دیا جائے۔“ جس وقت اسے نکاح کے لیے تیار کیا جا رہا تھا اس نے مریم بیگم کے ہاتھ پکڑ کر ان سے کہا تھا۔ جواب میں انہوں نے رکھ کر ایک ٹھنڈے پانی کے پیکٹے ہوئے گال پر جڑا تھا۔

”ناگل ہوئی ہو؟“ منہ کیسا تھا ہمیں مدد سے مت جاؤ۔۔۔ مگر تم نے اپنی مرضی کی، نتیجہ دیکھ لیا ناں اس کا اب شکستہ مگر خدا کا واسطہ ہے، میں میری تربیت کا حریص تھا ناں! مت بناؤ۔ وہ خود اندر سے چور چور تھیں۔ بیگم عبدالرحیم جو پاس ہی کھڑی تھیں ان کے فکرتہ لہجے پتا گئے بڑھیں۔

”کیسی لڑکی ہو تم محراب عبدالکریم میرے بیٹے نے سالوں پرانی حویلی کی روایت توڑ کر تمہیں موت کے منہ سے نکال لیا اور تم ہو کہ ابھی بھی اپنی ضد پرازی ہو کیا جا رہی ہو تم؟ اس حویلی میں کوئی سکون کا سانس نہ لے۔ وہ شکوہ کناں تھیں۔ محراب کے لبوں پر استہزائی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ بولی تو اس کے لہجے میں ٹوٹے کاٹی سی جھنجھکی۔

”مجھے اس حال میں پہنچانے والا خود آپ کا بیٹا ہے بڑی امی۔ نایاب کی بے تصور موت کا ذمہ دار بھی وہی ہے۔“

”من رہی ہو مریم تمہاری بیٹی کیا کہہ رہی ہے حویلی کے سرداروں تک اگر یہ بات پہنچ گئی تو قیامت آجائے گی۔“

”آجائے قیامت۔۔۔ مجھے اب کسی قیامت کا ڈر نہیں مگر میں صحیح کج کر ساری دنیا کو بتاؤں گی کہ آپ کے بیٹے نے بھری زندگی برباد کی ہے بے گناہ ہوتے ہوئے بھی اس نے مجھے سب کی نظروں میں گناہ گار بنا دیا کبھی بخشتے نہیں جائے گا بڑی امی میری نایاب کی بدعائیں کسی اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔“

”بس بہت ہو گیا زبان بند کر لو لڑکی۔ نہیں تو چیل کوئے تمہاری یونیاں لوج کھائیں گے۔“ مارے عیض و غضب کے بیگم عبدالرحیم کا جود کلپٹے لگا تھا۔ شب ہی ان کی بڑی بہن گے بڑھی تھی۔

”آپ یہاں سے چلیں امی یہ لڑکی اس قابل ہے ہی نہیں کہ اس پر کوئی احسان کیا جائے۔“

”صحیح کہا۔ ذرا سی شرم بھی ہوتی اس کے اندر تو زارون بھائی پر اتنا بڑا الزام لگنے سے پہلے سوہا سوچتی جو شخص سمندر پار مٹھا تھا ہے گناہ کو اسی کے سر پر تعویب رہی ہے یہ اور اسے دیکھو پھر بھی اس کی زندگی بچانے کے لیے حویلی میں سب سے لڑتا پھر رہا ہے۔“ چھوٹی بہویوں پیچھے راتی۔ مریم بیگم نے ایک کڑی نگاہ اس کے جھکے سر پر ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

احساسات سے پہلے خبر مر جھٹکائے کہہ رہی تھیں۔

ان کے چچے ہی بیگم عبدالرحیم اور ان کی دونوں بہنیں بھی وہاں سے چلائی گئیں۔

”تمہاری حیرانی بخلاف میرے بچے آج سے پہلے کبھی ایسا ہوا جو میں غمزدون نے ایسا روکھایا سب سے زائد وہ محراب کے لیے اور محراب کو دیکھو جوئے اس کا احسان ماننے کے وہ اپنے انشاء کا التزام اس کے سر پر قیوب رہی ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مردوں تک یہ بات نہیں پہنچی ورنہ شاید حویلی میں قیامت ہی آ جاتی۔ وہ سارا دل خاتون تھیں اپنی سادگی میں جو سب لگا سب بتاتی تھیں۔ عباد کو لگا جیسے اس کا سانس سینے میں اٹک گیا ہوا سے یا آتا محراب نے اسے بتایا تھا کہ نایاب کی ناگہانی موت زلمون کی چال تھی۔ اس نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اسے پریشان کرتا ہے وہ اس سے خوف زدہ اور ہراساں تھی۔ اس نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ بچپن سے زلمون کی اس پر نظر بھی صرف اسے پانے کے لیے اس نے

☆☆☆

کیا مشکل تھا اس نے محراب سے دھڑکاپا تھا کہ وہ زار و ان کا ہندوست کرے گا کہ اس کی نوبت ہی نہیں آتی تھی اس سے پہلے ہی وہ اپنی چال چل گیا تھا۔ غیب ہیچیم اس کی حالت سے بے خبر اور بھی جانے کیا کیا کہتی رہیں مگر وہ کچھ سن ہی کہیں رہا تھا اس کا دل بھی تو جیسے داؤل ہو گیا تھا۔

”اچھا بیٹا۔ اب تم آرام کرو میں بھی جیب ہوں بجائے رولی پانی کا پونچنے کے اور یہ قصہ لے چکی۔“ اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی چھپ۔ چھانسنے پہ مشکل خود کو سنبھالا۔
”نہیں امی۔ میں کھانا کھا کر آیا ہوں ابھی بس آرام کروں گا۔“

اعلیٰ محفل چل رہے تھے مگر اس نے خود پہنچ کر رکھا
تھا نہ سب بیکار سے دعا میں دیتی چلی گئیں تو اس نے کمرہ
لاک کر لیا تھا۔ قہر کی حالت ایسی تھی کہ وہ پاپیلیاں توڑ کر باہر
نکلے گا۔

کتنے کمزور اور بزدل ثابت ہوا تھا وہ کہ ایک لڑکی کو جس کا کردار پہلے روز سے اس پر واضح تھا وہ سخت مشکل میں

اس رات پرے تین دن حویلی سے غائب رہنے کے بعد وہ حویلی واپس لوٹا تھا رات کے بار بجے تھے مگر زینب بیگم جاگ رہی تھیں وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھا پاؤں کو جوتوں کی قید سے آزاد کر رہا تھا جب وہ اس کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

”تمہے اسی جان آپ..... ابھی تک جاگ رہی ہیں؟“ ماں کو سامنے دیکھ کر وہ فوراً اٹھ اٹھا تازینب کی حکیم ثبات میں سر ہلاتی اس کے بڑے کوٹے پر رنگ گئیں۔

”زاموں اور محراب کا نکاح ہوا ہے ابھی..... کل صبح
دلوں شہر چلے جائیں گے۔“ زینب بیگم کو خبر ہوتی کہ ان
کی اطلاع ان کے لاڈلے اکوڑتے بیٹے پر کیسی بجلی بین
کر کرے گی تو شاید وہ کبھی اسے یہ بات نہ بتائیں۔ عمو
کو لگا جیسے ایک ہی پہلی میں کسی نے اس کا جوجم سے اڑا
دیا ہو۔۔۔ اگلے چند گھنٹوں تک اسے جیسے اپنی سماعتوں
پر یقین ہی نہیں رہا تھا۔

”یہ کیا کہہ رہی ہیں ای؟“ اعصابِ قدرے بحال ہوئے تو وہ بولنے کے قابل ہوا زینب بیگم اس کے

جو چلتے جا رہے تھے
راہدار ہم نے قدم قدم
تجھے یاد رکھا تھا۔۔۔۔۔

□ ☆ ☆ ☆ □

اگلی صبح رات ہوئے فیصلے کے عین مطابق زامون
عرب کو لے کر شہر نکل گیا تھا مریم بیگم نے بیٹی کو یہیں
رضعت کیا جیسے کسی جنازے کا خرابا گھر سے صاف کرتے
ہیں۔ عہد جو رات سے جاگ رہا تھا حویلی سے زامون
کے نکلنے ہی خود بھی بناوہ کی کوٹھالی کے گاڑی لے کر اس کے
پیچھے ہی حویلی سے نکل گیا تھا زنب بیکم سے اسے پتا چلا
تھا کہ بیٹی اہل زامون نے شہر میں کرائے پر کوٹھی لے کر
وہیں عہد کی رہائش کا بندوبست کیا تھا۔ اس کا مادہ مریم
بیگم کو بھی ساتھ لے جانے کا تھا مگر ان کی حالت ایسی تھی
کہ وہ شہر جا کر نہ سکتیں۔

وہ زامون کا مکان دیکھنا چاہتا تھا تاکہ اس سے اپنی
شکست کا بدلہ لے سکے اور اپنے اس مقصد کے لیے اس
نے حویلی سے شہر تک زامون اور عرب کی گاڑی کا پیچھا کیا
تھا۔ شہر کے قدرے پوش پھریا میں کھڑا ہو کر پر ایک
نہایت دیدہ زیب بنگلے کے سامنے ان کی گاڑیاں رکی
تھیں۔ عہد کی گاڑی قدرے فاصلے پر لگا ہوئی تھی۔ اصل
یہی رہی۔ اس نے دیکھا تو ان کی لباس میں لمبوں عرب
عہد کو مریم گاڑی سے یوں اتاری جیسے کوئی زندہ لاش
ہو۔ پہلو میں تیزی سے دھڑکتا دل گویا کٹ کر رہ گیا
تھا۔ قدرے فاصلے سے بھی وہ دیکھ سکتا تھا کہ زامون کی
آنکھوں میں کتنی چمک تھی۔

اپنی جیت کی چمک!

اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی چمک!

وہ قانع تھا اور اس نے کسی قانع کی طرح ہی عرب
عہد کو مریم کا ہاتھ تمام کر کے بنگلے کی طرف دھکیلا تھا۔
”تمہارا سوگ ختم نہیں ہوا ابھی تک؟“ بنگلے کی طرف
قدم بڑھاتے اس نے ایک نیکی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ وہ
خاموش رہی تھی۔

اکیلا چھوڑ کر خدا ایک طرف ہو گیا تھا۔ کسی بھولی محبت تھی
اس کی کاس نے اپنی محبت کا یقین کرنے کی بجائے اپنی
لوگوں کا یقین کیا اور زامون نے اسی سے فائدہ اٹھا لیا ایک
ذرا سی چال سے اس نے ہر وہ راستہ بند کر دیا تھا جس سے
وہ عرب تک پہنچ سکتا تھا جس سے عرب تک اس کی
رسائی ممکن ہو سکتی تھی کتنا شاطر کتنا عہد اور کتنا بڑا بیوقوف
جاہل کیا تھا اس نے عہد کو لطیف کو۔۔۔۔۔ کاش وہ اس کی
طرف سے غافل نہ رہتا تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ وہ یوں
چھپ کر رہا نہ کرتا۔

اس وقت وہاں کمرے کی کوئی بھی قیمتی چیز اس کے
غصے سے محفوظ نہیں رہ سکتی تھی اس کا بس نہ چلنا تھا وہ پوری
حویلی کو توڑ پھوڑ کر کھوٹ گیا سوچتی ہوئی عرب اس کے
باستے میں بس کچھ ہی اس کی مرغا تھی؟

اس کی محبت؟

اس کا اعتبار؟

ایک بار بھی اس نے اسے خبر نہیں ہونے دی کہ وہ اس
پر شک کرنے لگا ہے اس کے دل میں اس کے لیے ہل
آ رہا ہے۔ قطعی بے خبر کہ اس نے اسے بچا ہوا حد میں
اکیلا ڈوبنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ کتنا بڑا نقصان
کر دیا تھا اس نے اس کا ایسا نقصان جس کا الزام وہ جان
دے کر بھی ادا نہیں کر سکتا تھا۔

کبھی غم کی آگ میں جل رہے۔

کبھی داغ دل نے جلادیا

اسے خون عشق بتاؤ

مجھے کیوں تماشا بنا دیا

غم عشق کتنا عجیب ہے

یہ جنوں سے کتنا قریب ہے

کبھی اٹک پٹکوں پر دکھ گئے

کبھی سارا دیا بہا دیا

اسے خون عشق بتاؤ

مجھے کیوں تماشا بنا دیا

جودے کلو کوہ گراں تھے ہم

”تمہارے لیے یہی بہتر ہے محراب عبدالرحیم کہ تم اس حقیقت کو قبول کرلو..... ورنہ مجھے تو جانتی ہی ہو تم بڑے مہذب و صبور انسان ہوں زندگی اتنی مشکل باتوں کا کہ سانس لینے کو بھی ترسوگی تم۔“ وہ اس کی جلد چپ سے خائف ہو رہا تھا۔ محراب کے لبوں پہ بڑی بھروسہ سی مسکراہٹ بکھری۔

”جیسے اب بھی یہ لگتا ہے کہ میں سانس لینے کو ترسوں گی؟“ ہم آنکھوں کے ساتھ اس کی زخمی مسکراہٹ نے زاروں کو تپا کر رکھ دیا تھا۔

”گویا تم چاہتی ہو کہ زندگی کو بھی تم پر مزید تنگ کیا جائے۔“

”نہ کہے دیکھ لو..... سوائے جسم کے کچھ حاصل نہ کر پاؤ گے۔“

”ہلایہ تو دقت ہی بتائے گا کہ کیا حاصل ہوتا ہے کیا نہیں؟“ وہ کہاں ہار مانتے دلا تھلا پٹی گاڑی میں ان دونوں کو ساتھ ساتھ چلتے دیکھ کر مہربانے اسٹیزنگ پر زوردار ملامت کیا تھا۔

وہاں سے حویلی واپسی پر اس کا حصہ گویا آسمان کو چھو رہا تھا۔

مردان خانے میں اس وقت سردار عبدالرحیم اور ان کے دونوں بڑے بیٹے موجود تھے حویلی کے پچھواڑے میں گاڑی کھڑی کرنے کے بعد تیز تیز چلا وہ سیدھا وہیں پہنچا سردار عبدالرحیم اسے اس وقت شدید غصے میں دیکھ کر پوچھے بغیر نہیں رو سکے تھے۔

”کیا بات ہے بر خوردار بہت غصے میں لگ رہے ہو۔“

”جی ہاں! میں واقعی اس وقت بہت غصے میں ہوں کیونکہ مجھے حویلی میں اپنی اوتار آپ کے بیٹوں کی حیثیت کا پتا چل گیا ہے مگر آپ کو کیا آپ کے سامنے نہ میری کوئی اوقات نہ نہ میرے باپ کی۔“ اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ اپنے کمرے میں آرام کی غرض سے لیٹے سردار عبداللطیف خود کو وہاں آنے سے نارواک سکے سردار عبدالرحیم کے

بڑے بیٹے سردار ہادیوں کو اس کی یہ گستاخی ایک آنکھ نہ بھائی تھی وہ اس پر بکڑتے ہوئے بولا۔

”زبان سنبھال کہ بات کرو ہاں بلہا سانس کے سامنے آج تک کسی نے ایسے لب و لہجہ میں بات کرنے کی جرأت نہیں کی۔“

”نہیں کی ہوگی مگر..... میں کسی نہیں ہوں اس حویلی کے چھوٹے سردار کا اکلوتا بیٹا ہوں یہاں جو حیثیت آپ کی اوتار آپ کے باپ کی ہے وہی میری اور میرے باپ کی بھی ہے۔“ سردار عبداللطیف نے اپنے بیٹے کا تاج سے پہلے اتنا مشتعل اور گستاخ بھی نہیں دیکھا تھا اب ہی وہ اس کے قریب آئے تھے۔

”کیا بات ہے بیٹا..... کوئی شکوہ ہے تو کل کریاں کرو یوں خد کھلنے کا کوئی فائدہ نہیں۔“

”جانتا ہوں بلہا سانس..... اسی لیے آج تک چپ رہا مگر..... لب نہیں ہوں گا۔“

”کل کر ہو کیا کہتا جا رہے ہو کیا حق تلفی کی ہے ہم نے تمہاری؟“ سردار عبدالرحیم کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوئی تھیں۔ مگر اس نے مطلق پروا نہ کی اعداد گ ہی ایسی لگی ہوئی تھیں۔

”حق تلفی..... ظلم کیا ہے آپ نے صرف اپنے بیٹے کے الزام پر بناء کوئی حتمی کیا آپ نے اپنے مرحوم بھائی کی بے گناہ بی بی کو موت کی نیند سلا دیا..... جبکہ میں کوہاں دیتا ہوں اس کا کردار شفاف تھا مگر آپ نے اس کا یقین نہیں کیا اور اسے موت کی سزا سنائی چلو ٹھیک ہے اپنی طرف سے آپ نے جو ٹھیک سمجھا وہ کیا مگر..... مجھے اطلاع نہیں دی میرا یہاں ہونا کسی نے ضروری نہیں سمجھا اس حویلی کی ایک عورت چھوٹے الزام میں موت کے گھاٹ اتار دی گئی مگر مجھے اس کی خبر تک دینا کسی نے گوارہ نہیں کیا مشغہ لانا تو دور کی بات ہے۔“ اعداد کی آگ لفظوں کی صورت باہر نکل رہی تھی۔ سردار عبدالرحیم کی آنکھوں کی سرخی اور غضب مزید بڑھ گیا۔ وہ بولے تو ان کے لہجے میں انکاروں سی تپش تھی۔

”کس نے کہا وہ بے گناہ تھی۔ حویلی کی روایت کے خلاف شہر کے کالج میں پڑھ رہی تھی وہ اور اسی کالج کے لڑکے کو اس حویلی کے ایک ایک کلین نے خود اپنی آنکھوں سے آدھی رات میں اس کے کمرے سے باہر نکلتے دیکھا تھا اس سے بڑھ کر بے حیائی کی کوئی بات ہو سکتی ہے اور رہی بات تمہیں مطلع کرنے کی تو تم ہم سے اور نہیں ہو برخوردار۔ ہمارے فیصلوں کو چیلنج نہیں کر سکتے تم۔“

”جی ہاں۔ بالکل صحیح فرمایا آپ نے میری کیا اوقات ہے کہ میں آپ کے فیصلوں کو چیلنج کروں یہ حق تو آپ نے صرف اپنے بیٹوں کو دیا ہوا ہے تب ہی آپ کے سہوت زارون عبدالرحیم نے وہ کر دکھایا جو میں یہاں اپنی غیر موجودگی میں نہیں کر سکا سمندر پار ہو کر بھی اس نے آپ کے فیصلے کو چیلنج کر دیا آپ کی بھائی ہوئی تھی کی موت کی سزا شادی میں بدل دی اور کمال ہے کہ آپ میں سے کسی نے بھی اس پر سوچنے کی زحمت نہ کی کہ اس کی اس جیسے خود پسند انسان نے اتنی رحم دلی کیوں دکھائی کہ ایک بہن کو خود بے گناہ مرد کو دوسری کموت کے منہ سے بچالیا۔ نہ صرف موت کے منہ سے بچالیا بلکہ اسے اپنا نام بھی دے دیا۔“

”تمہیں کس بات کا کلال ہے تایاب کی موت کا یا اس کی بہن کے زندہ بچ جانے کا؟“ سردار عبدالرحیم کا غصہ کم نہیں ہوا عبادا نہیں دیکھ کر رہ گیا تھا۔

”اپنی اور اسے باپ کی حیثیت دو کوڑی ہونے کا کلال ہے مجھے میں حویلی سے باہر تھا میری غیر موجودگی کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے آپ نے میری بہن کو موت کی سزا سنائی اس پر عمل بھی کر لیا۔ مگر آپ کا بیٹا جب حویلی سے باہر تھا تو آپ نے ایسا نہیں کیا میرے باپ کی مخالفت کے باوجود آپ نے اپنے بیٹے کی بات کو اہمیت دی اس سے مشورہ کیا جبکہ یہ چال جس میں عراب عبدالکریم کو پھنسا لیا گیا کسی اور نے نہیں خود آپ کے اپنے بیٹے نے ہی بچھایا تھا۔ آج وہ کہاں کسی سے ڈرنے والا تھا۔ مردان خانے میں گویا آگ بھڑک اٹھی تھی۔

”زبان منہ بال کربات کرو عہد شاید تمہیں اعزاز نہیں ہے کہ تم میرے بیٹے پر کتنا بڑا الزام لگا رہے ہو۔“ سردار عبدالرحیم شدید غصہ ہو کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کے دلوں بیٹوں کے چہروں پر بھی بری صاف دیکھی جا سکتی تھی مگر عباد کو پروا نہیں تھی اس کے اندر جیسے آواز دھک دھک ہاتھ۔

”الزام نہیں ہے یہ یہ حقیقت ہے میں کچھ بوری رات ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سویا جب سے جتا چلا کہ آپ کے اہل طرف بیٹے نے ایک بھائی ہوئی لڑکی سے شادی کر لی تب سے ہی اپنے قریبی دوستوں کو اس معاملے کی تحقیق پر لگا دیا تھا اور یہ انہی کی محنت کا نتیجہ ہے جس سے مجھے تایاب اور عراب کی بے گناہی کے ساتھ آپ کے بیٹے کے گناہ کا ر ہونے کے ثبوت ملا۔ یہ دیکھیں غور سے دیکھیں اس لڑکے کو یہ وہی لڑکا ہے جسے اس حویلی کے ہر کلین نے اپنی آنکھوں سے تایاب عبدالکریم کے کمرے سے نکلتے دیکھا تھا۔ جانا چاہیں گے آپ کتا دمی رات لگا لگا زور لگا کر کتوں کی موجودگی میں اس لڑکے کو حویلی میں بحفاظت داخل کرنے والا کون تھا آپ کا بیٹا۔

زارون عبدالکریم کیونکہ یہ لڑکا آپ کے بیٹے کا نہایت قریبی دوست ہے اور اس کے کہنے پر یہاں دمی رات کو یہاں آیا وہ بھی اس صورت میں کہ تایاب نے خبری کی گہری نیند سو رہی تھی۔ اس معصوم کو تو خبر بھی نہیں تھی کہ اسے بے موت مروانے کے لیے کیا جال بچھایا جا رہا ہے۔ اپنا سوا بل کمال کرا سکرین پر ایک تصویر زوم کر کے اس نے وہ اسکرین فروا فرما سب کے سامنے کی تھی۔ مردان خانے میں ایک مرتبہ پھر موت کی سی گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

”بہن وہ شخص ہے جسے زارون نے عراب کے خواہ میں استعمال کیا۔ میں خود مل چکا ہوں اس سے عراب کے مدد سے میں زارون کی سفارش پر ملازمت حاصل کی اس نے مقصد صرف عراب کے لیے جال تیار کرتا تھا اور وہ خط جو عراب کے حوالے سے مجھ تک پہنچا وہ خط عراب نے نہیں

”ہوں اس جنم سے باہر نکل کر مجھاب جانا بھی کہاں ہے میری دنیا تو کب کی ختم کر چکے ہو تم۔“ یاسیت سے کہتی وہ اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

”گند سمجھدار ہو گئی ہو۔“ فرخ سے پانی کی بوتل نکال کر اس نے منہ سے نکالی تھی۔ محراب نے اسے نظر انداز کر دیا تھا۔

”چلو میں اب تمہارا گھر میری کا سامان لے آؤں تب تک تم چاہو آ آرام کر سکتی ہو۔“ خالی بوتل ایک طرف پھینکتے ہوئے اس نے اسے مطلع کیا پھر اس کے اثبات میں سر ہلانے پر تیز قدم اٹھاتے ہوئے گھر سے باہر نکل گیا تھا۔

☆☆☆

ابھی وہ گاڑی اسٹارٹ ہی کر رہا تھا جب اس کے موبائل پر اس کے بھیلے بھائی کی کال آ گئی تھی۔ گاڑی روک کر رقرار پڑا اٹے ہوئے اس نے کال رد کر دی تھی۔

”اسلام علیکم“

”وعلیکم السلام کہاں ہو تم؟“

”کیوں خیریت؟“ مقابل کے لہجے نے اس کو چونے پر مجبور کر دیا تھا۔

”خیریت ہی تو نہیں ہے۔“

”کیوں کیا ہوا ہے؟“ آپ ہی آپ اس کا پوچھنا بریک پر جا پڑا تھا۔

”گاڑی بین ہڑک کے وسط میں رک گئی تھی۔“

”یہ پوچھو کیا نہیں ہوا۔“ عباد نے تمہارے سارے پل کھول کر کہہ دیئے ہیں اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر جو بھی تم نے نایاب اور محراب کے ساتھ کیا سب کچھ ثبوت کے ساتھ وہ سب کے سامنے لے آیا ہے بابا اور بچانی احوال بہت غصے میں ہیں خود ہادی بھی پہل لے کر نکلا ہے جتنی جلدی ہو سکتا ہے اپنے دوستوں کا گے جیسے کر دئے۔ نہ ہو کہ وہ پولیس کے غصے چڑھ جائیں اور تمہارے لیے کڑی مشکل کمڑی کر دیں۔ خود بھی عطا الرحمنی احوال حویلی آنے یا حویلی کے کسی بھی فرد سے رابطہ کرنے کی حماقت

بلکہ زارون کی دوست غزالہ نے محراب کی پیٹڈ رائفنگ کاپی کر کے خود لکھا تا کہ میں جذبات میں آ کر اسے چھوڑ دوں اور میں نے یہی کیا۔“ ڈفر جو تھا میں ابھی کل مات پتا چلا یہ لڑکی غزالہ وہی لڑکی تھی جس کے ساتھ زارون کو رنگ رلیاں مناتے نایاب نے دیکھ لیا تھا اور اس نے زارون کو دھمکی دی تھی کہ وہ حویلی کے بڑوں کو اس کی غلط حرکتوں کے بارے میں بتائے گی مگر اس کی لوبت ہی نہیں آئی آپ کے بیٹے نے کمال مہارت سے اپنے شاطر دماغ کا استعمال کرتے ہوئے اس سے پہلے ہی اس کی موت کا پلان بنالیا اور اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔“ ایک ایک ثبوت اس کے موبائل میں موجود تھا۔ مردان خانے میں اس وقت تمام نفوس کو جیسے ساپ سونگہ کیا تھا۔

”کیا منہ دکھائیں گے آپ لوگ روزِ محشر سردار عبدالکریم کو۔“ جن کی دونوں بیٹیوں کی زندگی آپ جیسے سرداروں کے ہاتھوں میں ایک کھیل بن کر رہ گئی۔ وہ مشتعل بھی تھا اور دل برداشتہ بھی۔ سردار عبدالرحیم کا سر جبکہ گیا ان کے دونوں بیٹوں کے چہروں پر بھی شرمندگی صاف دیکھی جاسکتی تھی مگر عباد وہ دیکھنے کے لیے وہاں نہیں رکا۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں گیا اور وہاں سے پہل لٹو کر کے پھر سے گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔ اب جب تک وہ زارون عبدالرحیم سے اپنی شکست کا بدلہ نہ لے لیتا سکون کا ایک لمحہ بھی اس پر حرام تھا۔

حویلی کی خواتین میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں۔ مریم بیگم کے لبوں کو جیسے قفل لگ گیا تھا۔ ان کی پتھرائی آنکھوں سے آنسو بے دریغ بہے جا رہے تھے۔ ادھر حویلی کے حالات سے قطعاً بے خبر زارون عبدالرحیم نے بیٹے میں محراب کے سر پر سوار اسے تسلیہ کر رہا تھا۔

”اس بیٹے کو محض ایک چار دیواری کا سمجھنا ڈیزر محراب یہ قید خانہ ہے تمہارے لیے جس سے تم میری مرضی کے بغیر ایک قدم بھی باہر نہیں نکال سکتیں سمجھ گئی یاں؟“

ہرگز مت کرنا۔ وہ جو خود کو بہت بڑا کھلاڑی اور پلانر سمجھتا تھا کائنات کے سب سے بڑے پلانر نے اس کے سارے پلان ٹیل کر دیئے تھے احصاء پر جیسے کوئی ہماری چیز آ کر گرتی تھی۔ وہ تو اب تک بہت محتاط رہا تھا پھر عباد کے اچھا اس کے خلاف کوئی ثبوت کیسے لگ گیا؟ یہ سوال ہتھوڑا بن کر اس کے دیاں غیپے میں رہا تھا۔

کال ڈسکنٹ ہو چکی تھی اس نے فوراً غزالہ اور صائم (اپنے دوست) کو کال کر کے کچھ روز کے لیے ادھر

اگرچہ یہ ایک عوامی مسئلہ ہے مگر اس کا حل ہر فرد کے لیے ہر لمحہ ہر جگہ ہر حال میں ہونا چاہیے۔ محراب اس کی نظر میں فی الحال محفوظ تھی اس کے نزدیک عباد اس کی گرد کو بھی نہیں پاسکتا تھا تب ہی اس کی طرف سے یہ فکر ہو کر اس نے گاڑی نقل اسپین کے ساتھ آگے بڑھادی تھی۔ یہ تو طے تھا کہ جس لڑکی کی وجہ سے اسے یہ سب پاؤں تیل کرنا پڑے باپ کی نظروں سے گرنے والا وہ اب اسے ہرگز ستے میں چھوڑنے والا نہیں تھا۔

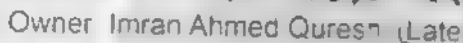
”آپ یہاں؟“ اس کو وہاں اپنے مقابلہ کیجے کر
اسے حیرت ہوئی تھی۔ عہدہ نے اشارت میں سر ہلا کر قدم
گیت سے اندر کئے ہوئے گیت بند کر دیا تھا۔
”کراؤن کہی ہے؟“ اس کا چہرہ سرخی مائل جبکہ تیرہ
خطرناک قصہ ہر جگہ مائل تھی۔
”یہاں نہیں ہے۔“
”تو یہ؟“

”میں نہیں جانتی“ مایا اس کا دھیرا لیا تعلق ہے کہ وہ مجھے بتا کر جائے۔“ تا چاچے ہوئے بھی اس کے لہجے میں سخی آگئی تھی۔ عباد نے زب بھینچ لیے۔

”ٹھیک ہے۔ چلو میرے ساتھ۔“ کہنے کے ساتھ ہی اس نے اس کی کلائی پکڑ لی اسے روک کرنے کے بعد اب وہ شخص کس حق سے اسے اپنے ساتھ لے جانے آیا تھا؟ یہی سوچ کر اسے غصا آ گیا تھا تب ہی وہ بولی۔

”دماغ ٹھیک ہے آپ کا مجھے اپنے ساتھ نہیں بھی لے جانے کا حق کھو چکے ہیں آپ۔“

”جانتا ہوں مگر۔ اس وقت کسی بحث کے مؤثر میں



JUHAINA'S COLLECTION

We Deal with all kinds of Jewelry,
Kids Accessories, Handbags,
Stationary, Hair Care, Skin Care,
All Pakistani Brand Suits
and Much More...

NOW ORDER ON JUHAINA'S COLLECTION

FACEBOOK Link:

<https://www.facebook.com/groups/2722096834671530/?ref=share>

YOUTUBE Link CHANNEL:

<https://youtube.com/channel/UCfuAsEjO7IAILRkwd8gqsiw>

JOIN MY GROUP AND SUBSCRIBE MY YOUTUBE CHANNEL

Contact Us

03332409876-03343303759

کے جانے کے قابل نہیں تھے وہ گہری نگاہوں سے اسے
گھورتا بنا حویلی میں حریہ کسی سے ملے وہاں سے نکل آیا
تھا۔

.....☆☆☆.....

رات دیر تک سڑکیں تاپنے کے بعد شب کے بارہ
بجے اس کی گھر واپسی ہوئی تھی۔ سارا بنگلہ تاریکی میں ڈوبا
ہوا تھا اس کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ کل ظہر کے قریب وہ
بنگلے سے نکلا تھا اور اب اگلے دن کے کئی رات کے بارہ بج
رہے تھے جانے محراب عبدالحکیم کس حال میں تھی۔ تیز خیز
قدم اٹھاتے لان عبور کرنے کے بعد وہ ہال کمرے میں آیا
تھا۔

”محراب...“ کمرے کی لائٹس آن تھیں مگر وہاں
محراب کا وجود نہیں تھا تب ہی اس نے دھاڑ کر آواز دی تھی
مگر جواب نہ ملا وہاں اس بنگلے میں کوئی آن نہیں سکتا تھا
خود وہ کہیں جانیں سکتی تھی تو پھر کیا ہوا تھا یوں اچانک کہاں
جا سکتی تھی وہ؟ پہلے سے منتشر دماغ مزید منتشر
ہوا تھا۔ پاگوں کی طرح اسے گھر کے ایک ایک کونے میں
دھونڈتا وہ جیسے اپنے ہواں گھر ہوا تھا جب ہی اس کی نظر
اس پر پڑی تھی۔ بیدار روی طرف وہ نیچے زمین پر بے
ہوش پڑی تھی لیکن کہاں کا وجود آدھے سے زیادہ چھپ
گیا تھا۔ شکت قدم اٹھاتا وہ اس کے قریب آیا مگر اس کی
نہر چپک کی جو کہ بے حد آہستہ چل رہی تھی ایک ہل
کے لیے اسے اس کی حالت پر رحم آیا اگلے ہی ہل وہ
بھر بے حس ہو گیا۔ محراب کو بیڈ پر ملانے کے بعد وہ فرخ
سے شخصے پانی کی بوتل نکال لایا تھا۔ محراب کے چہرے
پر شخصے پانی کے چھپکے مار کر اس کو ہوش دلانے کے
بعد وہ اس کے لیے چائے اور بریڈ لے آیا تھا۔

”اٹھو... یہ کھاؤ شہاش...“ محراب کی کھلی آنکھوں کی
سرفی سے نگاہ جراتے ہوئے اس نے خلاف توقع نرم لہجہ
اعتبار کیا تھا جواب میں محراب کی آنکھیں پھر بند ہو گئی
تھیں ایک تو مسلسل بھوک کی قہامت اور پھر تیز بخار
نے اسے نچوڑ کے رکھ دیا تھا۔ زادن کو خبر ہی نہیں تھی کہ

دارم میں تھے وہ ڈاکٹر ز سے مل کر ہوا کی پمپا کیے محرم
میں محرم گیا تھا۔ سردار صاحب کا کسٹن گئی تھی اس نے
قریب جاتے ہی لان کے دلوں پاؤں پکڑ لینے پھر سا بے
حس مضبوط دل پانی بنا گیا تھا۔ سردار صاحب کے دلوں
بیروں کو بار بار عقیدت سے چومتے ہوئے وہ دل ہی دل
میں لان سے معافی مانگتا بنا واز رہتا رہا تھا۔

اگلے چالیس منٹ کے بعد اس کا دوا معافی
مانگنا سب بیکار گیا کیونکہ سردار صاحب نے ایک بار بھی
آنکھ کھول کر اسے دیکھے بغیر دیا چھوڑ دی تھی ایک
قیامت تھی جس کا سامنا اس وقت زارون عبدالحکیم
کو کرنا پڑا تھا۔ دل جیسے کسی نے فوج کو پہلو سے نکل
لیا تھا۔ غنمی بھر اس کے لاڈ اٹھانے والے اسے سب
پر ہیبت دینے والے اس کی ہر خواہش اور فرمائش منہ سے
نکلنے سے پہلے ہی پوری کرنے والے سردار عبدالحکیم اپنے
لاڈ لے کو نامہ معافی کے میسر کا بوجھ دل پر لے کر بیدی نیند
سو گئے تھے۔ وہ آنکھوں سے خون بہاتا رہا بلکہ رہا مگر
کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ایک کمرہ تھا جو حویلی میں
اٹھا تھا۔ سرخ اینٹوں سے تعمیر قلعہ نما حویلی میں تاباب
عبدالحکیم کے ساتھ ان کی لہد تیار کر دی تھی۔ تدفین
کے بعد اپنے بھائیوں سے مل کر وہ حویلی سے نکل
رہا تھا جب اس کا سامنا عبدالحکیم سے ہوا تھا اسے
دیکھتے ہی زارون کی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا تھا۔

عبدالحکیم کی آنکھوں میں اٹھنے لگی نفرت
بھی اس سے چھپی نہ رہ سکی تھی مگر وہ بنا پروا کیے اس کے
مقابل کھڑا ہو کر لہجے میں بولا۔

”میرے بابا کی موت تمہارا مجھ پر دش ہے ڈیڑ
کران..... اور میں نے بھی کسی کا قرض زیادہ دن تک خود
پر رکھا نہیں یاد رکھنا یہ بات۔“ صہر ف آنکھوں سے ہی نہیں
اس کے لہجے سے بھی ابھرنے لگا تھا۔ عبدالحکیم کے
لبوں پر خفگی مسکراہٹ گھڑی تھی۔

”یہ تو وقت ہی بتائے گا زادن عبدالحکیم کہ کون کس
کا قرض اتارتا ہے۔“ اس کے الفاظ اور مسکراہٹ نظر انداز

چھلے اٹھارہ گھنٹے اس انجی کمر میں اس تنہا لڑکی نے کس
 لذیت میں گزارا ہے۔

وہ جو چند گھنٹے کہیں اکیلی نہیں رہی تھی پچھلے اٹھارہ گھنٹوں سے اکیلی تھی اسی خوف نے اس کے اعصاب سلب کر دیئے تھے زادین نے اس بارہاں کی پلکیں بند ہونے پر پروردی پانی کی بوتل اس کے سر پر اڑھیل دی تھی۔

”آنکھیں کھولو مگر اب..... تمہارے باپ کا لو کر نہیں
ہوں میں جو یہاں بیٹھ کر تمہیں ہوش میں لانے کی
کوششیں کرتا ہوں۔“ اس بار اس کی آواز بلند ہوئی
تھی۔ مگر عراب کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ جب
اسی وہ خالی بوتل فصرے اس پر پھینکتے ہوئے وہاں سے
اٹھا تھا۔

”مترجم۔“ اُسے کوئی احساس نہیں تھا کہ وہ اس کی وجہ سے بے تصور کس حال میں تھی۔ وہ رات اس نے مسلسل سگرت نوشی کرتے ہوئے ساری دوپہار سے بے نیاز صرف اپنے باپ کو یاد کرتے ہوئے گزاری تھی۔ محرابِ زعمہ وہی ہے یا نہیں نیاں کا مسئلہ نہیں تھا۔ فی الحال اس کے لیے دنیا کا سب سے بڑا غم اپنے محبوب باپ سے دائمی جدائی تھا اور یہ ایسا غم تھا جس کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا تھا۔

رات کا پچھلا پیر شروع ہو چکا تھا جب اس کی آنکھ کھلی تھی۔

بخاری شدت کم ہو چکی تھی مگر فاقہات بانی تھی، پہ مشکل
ہمت کر کے اس نے اپنے کوشش کی تو سر چکا کر دیا
تھا۔ کھو جے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامے وہ بیڈ پر اٹھ
کر بیٹھ گئی تھی، جب ہی اسے بیڈ کے سامنے ہی صوفے پر
بیٹھا زاہد عبد الرحیم دکھائی دیا تھا اس کا دل چاہا وہ اٹھ
کر اس کا گریبان پکڑے اور اس کے چہرے پر بیٹھا محازی
خدا ہونے کا احساس کیے پے در پے خمیڑوں کی برسات
کروے جو اسے وہاں اس دو پہر تک بیٹھے میں قید کرنے
کے بعد اس کے وجود سے کسر غافل ہو چکا تھا۔ مگر ابھی وہ
اس قابل نہیں تھی جب ہی خون کے گھونٹ لی کر دہ گئی

تھی۔ زامون نے اسے اٹھ کر دوش روم کی طرف جاتے دیکھا تھا وہ بڑھ چلا تھی۔ وہ بے حس سا اپنی جگہ بیٹھا رہا تھا۔ عراب دوش روم سے باہر آئی تو اسے بھوک کا احساس ہوا تھا۔ کچھ کچا کھانے کی ہمت ہی نہیں تھی اور زامون سے ایسی تسکین کی امید رکھنا بیکار تھا تب ہی وہ اسے نظر انداز کرتی چمکراتے سر کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

مکن میں چائے کا سامان موجود تھا اسے ہی نصیحت جاتے ہوئے اس نے فوری چائے بنا کر وہاں سلیب پر رکھے سامان میں دھوڑ کر بسکٹ نکال لیے۔ بھوک سے وہائیاں دیتے معدے کے لیے فی الحال بھی بہت تھا ایک پکٹ بسکٹ کے ساتھ چائے پی کر وہ کمرے میں واپس آئی تو زمرہوں جیسے اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

لائسٹر سے منگرت سلگاتے ہوئے اس نے ایک سرسری لکھنراب کے شکوہ جو پڑا لی تھی۔
 ”کل صبح حویلی جانا ہے تیار رہنا۔“

”کیوں؟“ بے ساختہ حیران ہوتے ہوئے اس نے اسے دیکھا۔ بات ہی ایسی تھی مہلاجس جو حلی سے وہ بھروسے کے لیے تعجب تو آئی تھی اس جو حلی میں واپسی ایک سوالیہ نشان ہی تو تھا۔ مہلاجس نے گہرا سانس لے کر حواں فضا میں چھوڑ دیا تھا۔

”ضرورتی ہے اس لیے۔“
”میری ضرورت نہیں ہو سکتی حویلی والوں کو۔“

”میں نے کب کہا کہ حویلی والوں کو تمہاری ضرورت ہے... میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ فی الحال وہاں جانا ضروری ہے۔“

”وہی تو پوچھ رہی ہوں میرا وہاں جانا کیوں ضروری ہے جبکہ مجھے خود بخود ملی والوں نے سولی چڑھا کر وہاں سے بدر کر دیا ہے۔“ اس کے لہجے میں ٹوٹے کاغذ سی جھین ٹھنی۔ زہراؤں کو اس کے الفاظ پر حد نہ گزار کر رہے تاہم وہ ضبط کر گیا۔

”جنتیں سولی چڑھانے والا دنیا میں نہیں رہا اس لیے۔“ اس ہراس کا لہجہ حیران تھا۔ محراب مل کر رہ گئی۔

”کیا کہتا ہے؟“ اسے جیسے اپنی ساتھوں پر یقین ہی نہیں آیا۔ زامون نے اذیت سے ٹپکیں موند لیں۔

”اگلی بات بار بار دہرانے کا خال نہیں ہوں میں..... کل صبح مجھے میرے ساتھ حویلی چلنا ہے اور بس۔“ اسے اگر عباد اللطیف کی طرف سے ملنے والی دھمکی کا خوف نہ ہوتا تو شاید وہ کبھی اسے اپنے ساتھ حویلی نہ لے جاتا۔

مگر اب اسے یہاں اکیلے چھوڑنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ جو شخص اپنی تیز ترین خفیہ راسخ سے اس کے جرائم کا پتا لگا سکتا تھا اس کے لیے اس لڑکی کا پتا لگانا قطعی مشکل نہ تھا۔ اور وہ جو اس لڑکی کے لیے انتہا پرکھ گنوا کر بیٹھا تھا اب کسی طور اس سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھا۔ مگر یہ بات محراب عبدالکریم نہیں جانتی تھی تب ہی وہ سچ لہجے میں بولی تھی۔

”پورے اٹھارہ گھنٹے مجھے اس جہنم میں مرنے کے لیے اکیلا چھوڑ کر اب تمہیں اس بات کا احساس ہوا ہے کہ مجھے تمہارے ساتھ اس خونی حویلی میں جانا چاہیے؟“

”ہاں۔“

”میں نہیں جاؤں گی۔“

”میں نے تمہاری اجازت نہیں لی..... تمہیں صرف اقدام کیا ہے۔“

”تم مر گئیں نہیں جاتے زامون عبدالرحیم۔“ وہ زنج ہوئی تھی۔ زامون کے لبوں پر تلخی مسکراہٹ بکھر گئی۔

”تمہاری بددعاؤں نے میرے باپ کی جان لے لی کیا یہ کافی نہیں ہے؟“

”شٹ اپ۔“ وہ ہرٹ ہوئی تھی۔ زامون سرگرمی کے گولے بنا کر کمرے کی فضا کو بوجھل کرتا رہا تھا۔

☆☆☆☆

اگلی صبح نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کے ساتھ حویلی جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ کل رات جو عذاب اس نے جینگے کی تنہائی میں سہا تھا پھر سے وہی عذاب دوبارہ پہنچنے کی ہمت نہیں کھی اس میں تب ہی وہ گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔ زامون نے اسے بھی اپنی فتح کے کھاتے میں درج

کرتے ہوئے چپ چاپ گاڑی حویلی کے رستے پر ڈال دی تھی۔ اگلے پون گھنٹے کے بعد وہ زامون کے ساتھ حویلی پہنچی تو مریم بیگم اسے دیکھتے ہی یوں اس سے لپٹ کر دوئیں گویا وہ برسوں بعد ملی ہو۔ محراب حیران ہی انہیں دیکھے گئی۔ حویلی میں اس وقت سردار عبدالرحیم طور نلیاب کے لیے قتل خوانی میں ختم قرآن پاک کا انتظام ہو رہا تھا۔ محراب میں سب کے درمیان بیٹھنے کی ہمت نہیں تھی لہذا بیٹا کسی سے ملے وہ دست روی سے چلتی اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ مریم بیگم اس کی ساتھ ہی اٹھاتی تھیں۔

”کیا حال بنایا ہے تم نے اپنا محراب کیا بہت تشدد کرتا ہے زامون تم پر؟“ اسے بیڈ پر لٹاتے ہوئے وہ فکر مند ہی سے بولی تھیں۔ محراب کے لبوں پر مجرد سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

”کیا فرق پڑتا ہے ای..... قسمت میں تو یہی لکھا تھا۔“

”میں نے منع کیا تھا درس میں مت جاؤ مگر..... تم نے میری نہیں سنی۔“

”درس میں نہ جاتی تو کیا ہو جاتا ای..... اس نے جو فحاشی لی تھی وہ کرتی تھی درس چھوڑ بھی دیتی تو وہ حویلی میں ہی کوئی نہ کوئی الزام لگا دیتا نلیاب کے ساتھ جو ہوا بھول گئی آپ؟“

”نہیں..... کچھ نہیں بھولی میں بس اسی دن سے ڈرتی تھی میرا ڈر میرے سامنے گیا۔“

”ڈرنا چھوڑ دیں ای..... ہمارے پاس اب کھونے کے لیے کچھ نہیں رہا۔“ اس کا حال ایسا تھا جیسے کوئی صحرائیں آبلے جا جانے لگی مسافت طے کر کے منزل پر پہنچا ہو۔ مریم بیگم اسے دیکھ کر کہہ گئیں۔

”کاش میں تمہارے لیے کچھ کر سکتی میری بیٹی۔“ وہ آرزو تھیں۔ محراب اپنی تھیلیوں کو دھکتی اٹھاسی سے مسکرا دی۔

”میرے لیے نہیں..... کاش آپ نلیاب کے لیے کچھ کر سکتیں۔“

”ہاں بہت بڑا نصیب ہوں میں..... خدا میرے پیسے بے بس ماں کسی کو نہ دے جواپنی دونوں پیشوں کے لیے کھنڈیں کر سکی۔“

وہ روزی نہیں۔ محراب نے محبت سے ان کی دونوں
ہاتھ تھام لیے۔

”خود کو اِسلام دے کر دمی ہونا چھوڑ دیں ای..... اس
 حویلی کی کوئی عورت کبھی بھی اپنے حق کے لیے کچھ نہیں

مریم بیگم کا سر جھکا تھا۔ کمرے میں چند لمحوں کے لیے

”مصلو بہت پشیمان ہے۔۔۔ معافی مانگنا چاہتا ہے تم

”سہل بات کی سہاٹی؟“

بولیں۔

”کھلی ہوئی“

”میں نے محراب ایسات کو صرف وہی ہے“

”مجھے اس شیطان کی قید میں پہنچانے والا بھی وہی

جہاں۔۔۔

”بس کہ راز ادا ہو گیا تھا۔“

قائدہ نہیں دیے بھی زارون عبدالرحیم میری واپسی کا
راستہ بند کر چکا ہے۔“

”تم اس کے ساتھ بھی خوش نہیں ہو سکتیں میری بہن۔“
 ”میں اب عباد کے ساتھ بھی خوش نہیں ہو سکتی“

ای۔ اہل کے پاس ہر سوال کا جواب تھا۔ مریمؑ بتیم بے کسی سے سر جھکا کر کہہ گئیں۔

وہ کسی سے پوشیدہ نہیں تھی۔ مریم بیگم نے خود سے لپٹا کر
دیر تک بے فائدہ زور دیا کہ میں آپ ہی ہوں یا تھا۔
”آپ لوگوں کا میل ملاپ اگر ختم ہو گیا ہو تو
چلیں۔“ ہماری لہجے میں کہتے ہوئے وہ انہیں چلتا
گیا تھا۔ مریم بیگم نے منہ اس کی طرف دیکھے، عراب کوخو
دستا لگ کر دیا تھا۔

”جاؤ میری جان.... اللہ تمہارا حافظ و نگہبان ہو۔“
”آپ بھی اپنا خیال رکھیں.... میں پھر آؤں گی۔“ وہ
اب بھی انہیں سلی دے رہی تھی۔ زامون نے کوفت سے
رخ پھیر لیا۔

وہ لوگ حویلی سے گھر پہنچے تو مغرب کا وقت تھک
پڑ رہا تھا۔ زامون اسے گھر ڈاؤن کر کے باہر گیٹ سے ہی
گاڑی روک کر لے کر آگیا۔ وہ بول اٹھی۔
”کہاں جا رہے ہو؟“
”تم سے مطلب؟“

”کوئی مطلب نہیں مگر.... میں اس دیوار کیل پٹنگ
میں رات کے وقت کیا کر سکتی ہوں؟“

”تو....“ طبعی انجان بنے ہوئے اس نے اہم
اچکائے تھے۔ عراب خون کے ٹھونکے کی کرہ گئی۔

”تو یہ کہ آج کی رات مجھے اس پٹنگ میں کچھ
راتوں کی طرح بے حد خوف کے عالم میں اکیسے گزارنی
پڑی تو میں قسم کھا کر کہتی ہوں میں یہاں نہیں رہوں گی۔“

”اوہ....“ یعنی تم کہنا چاہتی ہو کہ مجھے رات میں ہر
صورت میں یہاں تمہارے پاس ہونا چاہیے۔ ”اسٹینڈرٹ
جموز کر وہ گاڑی سے باہر نکل آیا تھا۔“ ویسے یہاں نہیں
رہو گی تو کہاں رہو گی؟“

”جنم میں....“ اس کی طیش دلاتی آنکھوں میں غصے
سے دیکھتے ہوئے وہ توجہ نہ کر رہی تھی۔ جواب میں وہ ہاتھ
لگا کر اس پر ہلا۔

”چلو دیکھتے ہیں پھر کس جنم میں رہتی ہو تم۔“ مزے
سے کہتے ہوئے وہ پھر سے گاڑی میں جا بیٹھا تھا۔ عراب
کھس کر رہ گئی۔

”ہوں.... جانے کے لیے کہہ رہا ہے۔“

”کیا نام ہوا ہے؟“

”عصر داخل رہی ہے۔“

اس کی نیند ابھی وہ گئی تھی مگر بھی دل مارے
ہوئے وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

”ٹھیک ہے۔“

”ایک بات کہنی تھی تم سے۔“

وہ دوپٹا اٹھا کر سر پر بٹیکے سے لٹو رہی تھی جب مریم
بیگم نے کہا۔ عراب کی نظریں ان کے چہرے پر جم گئیں۔
”جی نہیں۔“

”زامون کے ساتھ جتنا ہو سکے قتل رہنا مجھ سے
لائق آدمی نہیں ہے۔ وہ۔“

”جانتی ہوں.... بے فکر ہیں آپ۔“

”ٹھیک اور بات بھی کرنا تھی۔“

”جی....“ اس کی نظریں بدستوران کے چہرے پر جمی
تھیں جب ہی وہ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولیں۔

”میرا دل نہیں لگتا یہاں اس حویلی میں.... دل
چاہتا ہے یہاں سے کہیں دور بھاگ جاؤں کبھی کبھی
رات میں اچانک گھبراہٹ شروع ہو جاتی ہے آٹھ گھنٹی
ہے تو نیا پ نظر آتی ہے کبھی ہنسنے ہوئے کبھی روتے
ہوئے کبھی کول کول گھومتے ہوئے میں بہت ڈر جاتی
ہوں عراب.... ساری ساری رات سو نہیں سکتی۔“ ان کے
چہرے پر بدترق تھا۔ عراب کا دل جیسے کسی نے ٹکڑوں میں
کاٹ ڈالا۔ وہ پٹاس پر جھاتے ہوئے وہ ان کی قرعہ بآئی
تھی پھر اس نے ان کے دلوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے
کر چوم لیے۔

”میں آپ کی تکلیف بخوبی محسوس کر سکتی ہوں امی....
مگر میں بھی اتنی ہی بے بس ہوں جتنی آپ گناہ گار نہ
کریں۔ آپ کی بیٹی کا ایک قاتل خود ابدی نیند سوچا ہے
دوسرے قاتل کی زندگی میں اتنی عذاب پہنچاؤں گی کہ وہ
موت مانگے گا۔ سو نہیں ملے گی وعدہ ہے میرا آپ
سے۔“ اس کی آنکھوں میں غمگینی کی جگہ اب دیکھ رہی تھی۔

جھٹانے اپنے دل کو ٹولا، میں کسی بھی قیمت پر شاہ میر سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔

جھٹانے ایک لمبا سانس لے کر خود کو کپڑا کیا۔ چند لمبے لگے تھے اسے خود کو مطمئن کرنے میں کیونکہ اسے شاہ میر پر خود سے زیادہ اعتبار تھا۔

”شاہ میر! میں تمہارے لیے سب کچھ کر سکتی ہوں۔ مجھے بس تمہارا ساتھ چاہیے۔ میری اصول محبت کو یوں چھڑا سکتوں کہ لیے بے مول نہ کرو۔“

اس کی بات سن کر بھی شاہ میر خاموش رہا اور اس کی خاموشی کسی انہونی کی خبر رساں تھی۔ جھٹانے نے کہا کہ محبت کے چھڑنے کا تم آگئیں نہیں سہا سکتی تھیں۔ اس درد میں عینا کی چلتی سانسوں نہ۔ کتناں تھیں۔ کیونکہ یہ اذیت ان کی روانی میں رکاوٹ بنا رہی تھی۔

شاہ میر نے اس کے لرزے ہاتھوں پہ ہاتھ

چھ سال محبت کے پودے کو اپنا لہو دے کر تھوڑے درخت بنانے والی جھٹانے کے لیے اس درخت سے چھڑنا ناممکن تھا۔ ہلا چھ سال بعد خالی ہاتھ رہ جانے والے بھی زندہ رہ سکتے ہیں کیا؟

”جھٹا! میں نے امی ابو کے کہنے پر شادی نہ کی تو وہ مجھے گھر، کاروبار ہر چیز سے بے دخل کر دیں گے۔ ابھی میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ ابو کے بغیر زندگی کی گاڑی چھینچ سکوں۔ میری تم سے کی گئی تھی محبت گوارہ نہیں کرتی کہ تمہیں چند روپوں کے لیے اپنے ساتھ خوار کروں۔ میں تمہارے لیے الگ گھر نہیں لے سکتا اور امی ابو تمہیں اپنے گھر رکھیں گے نہیں شاہ میر کے لفظ جھٹانے کے دل کو تکلیف نہیں پہنچا رہے تھے بلکہ اس کی روح کو زخم خوردہ بنا رہے تھے۔ شاہ میر کے ساتھ گزارے گئے دو ہزار ایک سو نوے دن اس کی ٹانگوں میں پھلتے لگے۔ کیا میں چند آسائشوں کے لیے اپنی محبت کو اوجھڑا چھوڑ دوں؟



رکھا۔ عینا کے جسم کا ہر عضو کان بنا اپنی زندگی کی نوید
سننے کے لیے تیار تھا۔ شاہ میر جب بھی اس کے ہاتھ
پہ ہاتھ رکھتا تمام تر پریشاناں ایسے تحلیل ہو جاتیں
جیسے ان کا وجود تھا ہی نہیں۔

”نہیٰ! میں بھی تمہیں چھوڑنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ دو ماہ بعد میری شادی ہے۔ میں نے انکار کرنے کی کوشش کی تو ابوائے مجھے گھر سے نکل جانے کا کہہ دیا۔ اگر میرے ہاتھ میں کچھ ہوتا تو میں کچھ بھی سوچے بغیر گھر چھوڑ دیتا۔“

شاہ سمر کی شادی کاسن کے عینا کا چہرہ مفید لطف کی مانند ہے۔ وقت ہو گیا۔

”میں تم سے دوسری شادی کروں گا۔“ شاہ میر کے کہنے پر عاتق نے ناگہی سے اس کی طرف دیکھا۔

”دیکھو ایک بار گمراہوں کی مان کر انہیں خوش کر دیتا ہوں۔ شادی کے بعد اب سب کچھ میرے نام

کر دیں گے۔ کیونکہ ان کی بیٹی سے شادی کرنے کی یہی شرط رکھی ہے میں نے۔ اس کے بعد میں تم سے

شادی کروں گا مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ اس کے لیے بس تمہیں تھوڑا سا انتظار کرنا ہوگا۔“

میں نے اس کی محبت وہ کیو تر بن گئی جس نے مشکل کو
سامنے دیکھا اور آنکھیں موند لی۔ ایک بار پھر اس کی

”اور ہاں جسے گمروالے لار ہے ہیں وہ ان کی سانسوں میں محبت کا سار بچنے لگا۔“

ہی ذمہ داری ہوگی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں میرا
آج کل اور ہمیشہ بس تمہارے لیے ہوں۔“ شاہ میر

بھنا کی بوڑھی ماں اس کے سر میں اتارنی چاندی دیکھ کر اس سے خائف رہنے لگیں۔ وہ اپنی زندگی میں بچی کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی تھیں۔ لیکن اس کی ایک ہی ضد سبب میں نے شادی نہیں کرنی۔ میں بس آپ کے ساتھ رہوں گی۔

شادی کے بعد شاہ میر بھی اس سے نہیں ملا لیکن
فون ہر روز کیا کرتا۔

☆ ☆ ☆

جینا بخار میں چپ رہی تھی۔ اماں زبردستی ڈاکٹر کے ماں لے آئیں۔ وہ دونوں کلینک سے نکلیں تو

چند فٹ کے فاصلے پہ کھڑے شاہ میر کو دیکھ کر لڑکھڑا گئی۔ تین عدد خوب صورت سے بچوں اور یک سبک

سی تیار پیوی کے کانوں میں سرگوشیاں کرتا شاد میر
آکس کریم پوائنٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

شاہ میر اس کی محبت کو دغا کر ایک مکمل اور خوشحال

کی قبر پر بیٹھی تھی۔
صنا: مشکل خود کو محسوس کر گھر پہنچی اور شاہ میر کو

کال ملائی۔
”شاہ میر! کہاں ہو تم؟ عینا میں کام کے سلسلے

میں شہر سے باہر آیا ہوں شام کو بات کروں گا۔ مجھے دوبارہ کال یا پیج نہ کرنا میں خود رابطہ کروں گا۔" شاہ

میر نے غلت میں کہہ کر فون رکھ دیا۔
عینا کا دل چاہا کہ اپنی آنکھوں کو بے ایمان قرار

راحت وفا مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے

ہم جیسے تنہا لوگوں کا، رونا کیا، مسکانا کیا
جب چاہنے والا کوئی نہیں، پھر جینا کیا، مرنا کیا
سورنگ میں جس کو سوچا تھا، سو روپ میں جس کو چاہا تھا
وہ جان غزل تو روٹھ گئی، اب اس کا حال سناتا کیا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

دلدار بھٹی کے چلے جانے کے بعد سے غبار پاک الگ سی کیفیت تاری ہو جاتی ہے۔ وہ دلدار بھٹی سے خون پہ بات کرتی ہے۔ دلدار اس کو سمجھاتا ہے۔ مریم جمال صاحب کو خاموش دیکھ کر ان سے بات کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جمال صاحب اپنی بیوی کو یاد کرتے آبدیدہ ہو جاتے ہیں مریم باپ کی حالت دیکھ کر تڑپ جاتی ہے۔ تب وہ اس کے سامنے پر پھل رکھ دیتے ہیں۔ مریم خاموش ہو جاتی ہے۔ وہ نشید سے محبت کرتی ہے۔ بہادر ٹیکر ہاویں کے کمرے میں داخل ہوتی ہے پر سنے اعلیٰ صاحب کو دیکھ کر وہ اہس جانے لگتی ہے۔ تب ٹیکر ہاویں اس کی آمد کی وجہ پوچھتے ہیں۔ بہادر ہائی اسٹینڈ کے لیے ملک سے باہر جانا چاہتی ہے۔ اعلیٰ خان اس کو شادی کے بعد جانے کا کہتے ہیں۔ جس پہ بہادر کو غصہ آ جاتا ہے۔ ٹیکر ہاویں اس کو کمرے میں جانے کا کہتے ہیں۔ بیگم زکیرہ اور مریم کی شادی کی خواہش مند ہوتی ہیں اور اللہ سے ان دونوں کی شادی کی دعا مانگ رہی ہوتی ہیں۔ جمال صاحب ان کو فردوس آپا کا بتاتے ہیں وہ ان کے بیٹے سے مریم کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ بیگم زکیرہ یہ سن کر حیران رہ جاتی ہیں۔ مجنونا اور یاسین چاہت کو کمرے سے نکل کر بیٹیک بیچے میں کا سباب ہو جاتے ہیں۔ بہادر شمال کے نانا نانی کو گھر بلائی ہے اور یہ بات غدار کو بتا دیتی ہے۔ غدار ٹیکر ہاویں کی وجہ سے اس کے نانا نانی کو دروازے سے ہی واپس بھیج دیتی ہے۔ بہادر شمال کو فون کرتی ہے پر وہ بہادر سے بات نہیں کرتا ہے۔

(ابا کے پڑھے)

☆ .. ☆ .. ☆

غدار کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ وہ فجر کی نماز پڑھ کر کچھ دیر آرام کرتی تھی۔ لیکن آج زیادہ دیر ہو گئی تھی جب تک کھلے تو کھڑکی کے پردے پر کارکران میں دیکھا تو بہت لطیف مگر غریب منظر تھا۔ بلوں و پیلانے لان کی دوین دیراموں پر گھائی اور طے رنگوں سے خوب صورتی پیدا کر رکھی تھی۔ کچھ حصے میں گلاب کے پھول ہوں کے ساتھ جھوم رہے تھے اس کے ساتھ ہی سفید یا سبک کے پھول نے لکشی پیدا کر رکھی تھی۔ جبکہ ایک دیوار کے سامنے میں عربین جسمن کے سفید پھول کھلے تھے ان کی لطیف مہک فضا میں شامل

تھی۔ رات کی ساری صبح کافن چھ کافن دور ہوئی تھی۔ مگر آج کا دن کافی بھاری تھا، بابا، بھاری پریشانی، شمال کا دکھ، شام کو ہونے والی
 معافی کی تقریب، اور ہمارا کارڈز اس کی پونی دوشی جانے کی خدشہ۔

"یا خدا..... مجھے صحت دے کہ میں ان سب مسائل کو حل کر سکوں۔" اس نے صدقِ دل سے دعا کی اور بابا کے کمرے
 میں جانے کے لیے اپنے کمرے سے باہر نکلے۔ جانتا تھا کہ بابا کو کیا پریشانی لاحق ہے۔ بہار اور شہنزل کی معافی کی وجہ سے تو بہت
 خوش تھے، مگر کیا ہوا کہ وہ اس قدر بچے بچے سے، ہلکے سے، لان میں رات گئے تک موجود تھے؟ آخر کیوں؟
 وہ ان کے کمرے تک پہنچی تھی کہ تاج دین بابا اُسے میں جانے کا کہہ، چھ لگن، بسکٹ لیے ان کے کمرے کے باہر موجود
 تھے۔

"تاج دین بابا..... میں کی بکاپ ہمارے
 "خیریت ہے..... بابا اس وقت جانے؟" اس کو حیرت ہوئی تھی کیونکہ ظہیر ہاویل اگر ناشہ نہیں کرنے تھے تو اس وقت جانے
 بھی نہیں چلتے تھے بلکہ آفس چلے جاتے تھے اور ابھی تک وہ کمرے میں موجود تھے۔
 "بہتر نہیں کریں گے۔"

"وہ میاں صاحب کو بخار ہے، میڈیسن سے پہلے جانے اور بسکٹ دے دیتا ہوں، ناشہ بعد میں کر لیں گے۔"
 "کیا بابا کو بخار ہے۔ آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" وہ پتھر اور کرناںد جانے لگی تو تاج دین بابا نے روکا۔
 "پریشان نہ ہوں، آرام کرو۔"
 "نہیں بابا..... مجھے بابا کو ملتا ہے وہ رات لان میں بیٹھے تھے اور آپ بھی تو ان کے ساتھ تھے، تمہیں کیا بات ہے؟" اس نے
 سوال پر سوال کیا تو وہ ہلکا سا ہنسے گئے۔



”وہ..... وہ تو ویسے ہی مکمل فضا میں بیٹھے تھے۔“

”سچا ہمارے ہیں کہ“

”بیٹیا... چائے شہنشاہی ہو رہی ہے آپ اندھا جاؤ...“ تاج دین بابا جلدی سے اندر چلے گئے، انہوں نے گریز کیا... کچھ بھی بتانے سے۔

”میں خود بابا سے پوچھتی ہوں۔“ وہ یہ کہتی ہوئی ان کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی۔ ظمیر ہال میں اسے دیکھ کر کچھ لڑکھائے۔ ان کی طبیعت جتنی بہت خراب معلوم ہو رہی تھی۔ آنکھیں سرخ اور بولمحل، جیسے مدت بھر جائے رہے ہوں۔

۲۲۔ ۲۳۔ وہ ان سے لپٹ گئی۔

”جی میرا بچہ، کیا ہوا؟“

”آپ کیلئے ہے“

”مجھے کچھ نہیں آتا تو خوشی کا دن ہے۔“ نظمیر ہا ہیوں صاحب نے خوش نظر آنے کی بھرپور مددگاری کی۔

”جیس... کوئی بات ہے، کیا ہمارے کچھ کہا ہے...؟“

”ہم نے نہیں بٹھا..... پولیس کے سوجھ بیلے ہوتے ہیں۔“ وہ یکسر جھوٹ بول گئے۔

”مگر بعد ہنگامہ پلان میں تھے“

”وہ... وہ بس رات کھا کر زیادہ کھا لیا تھا اس کی وجہ سے طبیعت بھاری بھاری کی تھی... لیکن آپ اتنی رات کو کہاں تھیں۔“

”مجھے نیند نہیں آ رہی تھی تو بالکنی میں تھی۔“

”چلو اب جاؤ، جا کتا رام کرو، پھر ناشتے پر ملتے ہیں۔“

”بابا، آج بہرکارزلٹ آ رہا ہے، اس نے یونیورسٹی جاتا ہے۔“

”تو ٹھیک ہے، ڈرامہ دیکھ کے ساتھ چلی جائے، مگر دیر نہ لگائے۔ باقی شام کی سبھی چیزیں تو مکمل ہیں ناں ہی کی۔ انہوں نے کہا۔

”جی سب او کے ہے“

”اور شہزاد کی تیاری.....“

”جی وہی کہل ہے۔“

”مہاشا صاحبہ... ذرا کھانے وغیرہ کا مطلب شام کے یہ انتظامات ایک بار آپ بھی دیکھ لیں۔“ تاج دین بابا نے کہا۔

”دلہ کے سہرہ کیسے لیں گے۔“ وہ کچھ سوچ کر بولے۔ ”مجھے کچھ ہمارا نام کرنا ہے آپ تو جانتے ہیں۔“

”جی یہ دو اکھائیں کافی دیر ہو گئی ہے میں ورنہ ناشتے کا انتظام نہایت بی بی سے پوچھتا ہوں۔“ تاج دین بابا باہر گئے تو غلام نے انہیں اپنے ہاتھوں سے رکٹ کھلائے، چائے پلائی اور پھر چھ منٹ بعد سرور کی کوکلیاں دیں اور جب وہ لیٹ گئے تو باہر آ گئی آج گھر میں سب ہی غیر معمولی تھکا۔ ناشتہ لیٹ ہو گیا تھا۔ اب ابھی تک بستر پر تھے۔

"مجھے ہی دیکھنا چاہیے۔" تمہاری سوچ کر کچن کی طرف ہنسی۔

FOR ★★★★★ READ

امجد نے چائے پینے کے ساتھ اس کو بھی بخور دیا۔ کچھ دیر بعد امجد نے نظر اٹھا کر باہر مٹھن نظر آ رہا تھا اور خوش ہونے کی اداکاری بھی کر رہا تھا۔
اس کے اندر جو خاموشی چھٹی تھی وہ اس کی آنکھوں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ امجد نے چائے کا خالی کپ میز پر رکھا اور سجدہ کی سے

”تم مریم کو رخصت کرانے میں مصروف ہو گے یا کچھ اپنی بھی خیر فرما۔۔۔“
 ”کیا مطلب۔۔۔ مہمان تو گئے زوشوٹے یا گیا اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟“ وہ فخر باجڑ گیا۔
 ”یار۔۔۔ مجھے مریم کا جو دکھ تھا وہ تو رہ گیا مگر۔۔۔ اب تیری فکر یاد ہے۔“
 ”سہری مگر۔“

”بھاننا ماننا۔۔۔ خدا سے اپنے عشق اور جنون کے صرف دعوے ہیں یا ان کی کوئی حقیقت بھی ہے میں نے تیرے عشق اور جنون کو عجیب پایا ہے کچھ غیر معمولی جس سے عشق کے دعوے ہیں اس نے اب تک تمہیں قبول نہیں کیا اس کی زندگی میں کیا چل رہا ہے اس کی خیر خیر رکھنی چاہیے۔“ اچھڑتا چلا گیا۔۔۔ نشید کا دل روز روز سے حشر کئے گا۔
 ”کیا ہوا ہے؟ جلدی بتاؤ۔۔۔“

”پہلے تم بتاؤ کہ تم کس مراب کے پیچھے بھاگ رہے ہو؟“
 ”وہ صرف میری ہے کہیں نہیں جاسکتی۔“ ابھی قبول نہیں کرتی تو کیا ہوا ضرور کرے گی۔“
 ”اگر اس سے پہلے کچھ اور کرو یا اس کے باپ نے تو۔۔۔“ اچھڑا۔
 ”کیا مطلب ہے؟“ وہ چونکا۔

”میں نے وہاں ٹیوٹ کی ہیں بخار مل میں ایک ونڈم وہ یہ لو جو ان کے ساتھ شاپنگ کر رہی تھی دوسرا۔“ ہاتھوں پکس
 کے درد ہاں لاشوں سے بھرا ہے تجھے کچھ غیر معمولی ہے۔“ اچھڑنے بتایا تو وہ بہتر رہا ہو گیا۔
 ”خدا کے ساتھ تجھے ملا لگی تو نہیں ہوئی کوئی، کوئی شاعر اور ہوگا۔“
 ”نہیں وہ بہت شاعر کام تو جو ان تھا نہیں سادہ شاعر اور ایسے نکس دیکھ اور خدا ہاتھوں کی شاعر کے ساتھ شاپنگ کیوں کرے گی؟“ وہ اس کی بات کو رد کرتا ہوا ہولا۔ ”اور پھر لاش کیوں نہیں؟“

”ہاں۔۔۔ لاش تو کسی فنکشن کی وجہ سے لگاتے ہیں۔“
 ”اسی لیے میں نے گیٹ سے دور کچل دیوہ کے پاس ڈیوٹی پر موجود گارڈ سے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟“
 ”تو۔۔۔ کیا۔۔۔ بتایا اس نے۔۔۔۔۔۔“ وہ مزہ پ کر ہولا۔

”کس مگنی ہے۔۔۔۔۔۔“ اچھڑنے کہا۔
 ”کس کی؟“ وہ کچھ ہڈ باتی ہو کر چلایا۔
 ”مجھے کیا پتا؟“

”تو پوچھتا تھا میں۔۔۔۔۔۔“
 ”گارڈ نے یہ بھی بڑی مشکل سے منہ سے نکالا۔“ وہ اس کو کھو کر دیکھتا ہولا۔ ”مناسب نہیں تھا کہ میں نے یہ کوئی سوال نہ کیا۔“
 اچھڑنے کہا۔

”اب کیسے پتا چلے گا؟“ وہ پریشانی سے اٹھ کر بیٹھا۔
 ”خود سوچو اور کڑیاں ملاؤ۔۔۔۔۔۔ خدا اس لو جو ان کے ساتھ بہت خوش اور مطمئن تھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کی مگنی ہو رہی ہو۔“
 اچھڑنے کہا۔

”ہرگز نہیں۔۔۔۔۔۔ کیسے ہو سکتا ہے؟“ وہ چلایا۔
 ”ریٹکس۔۔۔۔۔۔ تو جو چاہہ پر چاہہ دھرے بیٹھا ہے کوئی ایسے بھی محبت کا تعلق رکھتا ہے۔۔۔۔۔۔ اتنے عرصے میں مجبور کو اپنا نہ

ملا کا سہاٹی محبت کا احساس تک نہ لاسکا۔ وہ آج بھی اپنی جگہ ہلارتوں لگائی پکارتا پکارتا ہے۔

”ہوسکا ہے کس کی، بھن.....“

”پہلے بڑی، بھن کی شادی ہوتی ہے، چھوٹی کی نہیں۔“

”یار... پریشان نہ کر دینا میں ہوسکا..... میں ٹھیک رہا ہوں کو دیکھ لوں گا۔“ وہ صدمہ سے زیادہ مضطرب تھا۔

”حوصلہ رکھ..... دیکھا کر آیا ہوں ہے تو اب کچھ نہیں ہوسکا تو نے آئی کو بھیجے میں زمانے لگا دیئے، مانتی حسین ہیر زادی کو

کون چھوڑتا ہے؟“

”میں ابھی جاتا ہوں۔“ وہ چلنے کو تیار ہو گیا۔

”تسل رکھ..... کیا کہو گئے وہاں صاحبہ مانتے کہ وہ نکلیں گی، پھر کیا عزت دے جائے گی...؟“

”تو پھر...“

”فون پر بات کرو۔“

”فون نہیں سنی یار۔“ وہ پس نظر آیا۔

”تو پھر صحت کیجی، جب وہ تم سے راضی نہیں پھر کیا حاصل؟“ احمد کو دھمکا گیا۔

”یہ... سید تو کیا کہہ رہا ہے، میرا دل بند ہو جائے گا مجھے جانا ہے۔“

”سوچ بھگے کلہاڑی بھی ہو سکتی ہے، کچھ اور پرانہ کر دینا.....“ احمد نے بھجایا۔

”تو میرا ساتھ دے۔“

”کیسے...؟“

”میرے ساتھ چل۔“

”یہ مناسب نہیں... میں کچھ داری سے کام لیتا۔“ احمد نے بھجایا۔ وہ اذیت میں سر ہلا کر گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

وہ دھڑا آفس پہنچا تھا۔

بیگم... کمال ابھی تک آفس نہیں پہنچی تھیں۔ وہ سخت جھنجھلا کر باہر نکلنے والا تھا کہ بچہ صاحبہ آگئے اور دونوں کا دھیرا اس کو

دکھاتے آئے ہوئے۔

”سر... یہ اہم فائلز ہیں، پلیز دیکھ لیں سائن کر دیں۔“

”میرے پاس وقت نہیں ہے۔“

”جیسے آپ مناسب سمجھیں لیکن... میڈم نہیں ہیں ملان پر اسی وقت دستخط لازمی چاہیں۔“

”اوہ... وہ میس میز پر میڈیم آ رہی ہیں ہاں۔“ اس نے بھڑائی سے کہا اور اپنی کرسی پر بیٹھ کر فائلیں دیکھنے لگا۔

”جی ہکچہ دیکھ آئیں گی، مانتی نہیں، مس سریم کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔“ امتیاز صاحبہ نے بتایا۔

”اچھا آپ جائیں.....“ نشید نے امتیاز صاحبہ کو بھیج کے جلدی سے تسمہ ڈیر کمال کا فہرہ ملایا۔

”ہیلو... ماما“ دھری تل فون پر سہو کر لیا گیا تھا۔ ”کیا ہوا سریم کو.....؟“ اس نے پوچھا۔

”میں ایک دم بی بی ہو گیا... چلا کر گر گئی۔“ انہوں نے بتایا۔

”ڈاکٹر کو بلایا.....“

”ہاں... ڈاکٹر صاحب چیک کر گئے ہیں۔“ انہوں نے بتایا۔

”کب ٹیک ہے ملان۔“ وہ پریشان تھا۔

”ہیں۔ آپ گھرنے کریں مسٹر شید کرال۔“ جانے کیلئے ہنگامہ کی بجائے کھڑے ہو گئے۔

”کمال کرتی ہیں آپ۔ مجھے لگے کہ میں نہیں ہوگی۔“

”بس۔ بس نہ بے حد جاتی ہو جاؤ گے۔“ وہ سچ ہو گئیں۔

”لہذا۔ آپ میرے لیے ہیشا یہی سوچتی ہیں؟“ فیس جلدی آئیں۔ مجھے ضروری بات کرنی ہے۔ ”وہ کچھ غلطی سے بولا۔

”میں آج نہیں آ رہی خود فیس میں ہوں۔“ انہوں نے کہا تو وہ مختصر کر بولا۔

”مجھے ضروری بات کرنی ہے۔“

”ابھی مریم کی کمرہ دہری تھی نا ابھی اپنی بڑی۔“ انہیں حیرت آ گیا۔

”میرا مطلب۔۔۔ مریم ٹھیک ہو جائے تو۔۔۔“ وہ نرم پڑ گیا۔

”انہیں میں اس کے پاس مہلوں کی لنگر ایک میں گھرا جائے۔“ انہوں نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا وہ فون شیخ کے کتوں پر معلق

کرنے لگا۔

☆ ☆ ☆

صاحبہ خاندان نے بہادر کو سب کی موجودگی میں پونی روش جانے کا کہا تو بہادر نے بڑی غیر فنی کیفیت کے ساتھ ظہیر ہا میں

صاحبہ کو کھانا کھلا۔

”جلدی سے جاؤ۔۔۔ میں ڈارپ کر دوں گا۔“ مگر مجھے چھوڑ کر ڈارپ کیا آپ کے پاس آ جائے گا۔“ ظہیر ہا میں صاحبہ

نے کہا تو بہادر نے پہلے خاندان سے اجازت لی۔

”وہاں۔۔۔ بہادر میرے ساتھ جا رہی ہے میں نے شام کے لیے کچھ لیا ہے تو میں ہی لے گی آؤں گی۔“

”چلو ٹھیک ہے۔۔۔ میں چل رہی ہوں۔“ وہ کہہ کر اٹھ کر سڑک پر گئے۔ ”بس شام کے کسی کام میں کھانی نہ کرے کوئی بھی۔“

”کیا میں پونی روش چل سکتی ہوں۔“ فونل نے پوچھا۔

”نہیں۔۔۔ آپ یہ رہو جاؤ گے۔“ بہادر نے خلاف معمول بڑی شائستگی سے مخاطب کیا۔

”بہادر ٹھیک کہہ رہی ہے۔“ خاندان نے تائید کی۔۔۔ بہادر خاندان کے کھانے میں شامل ہو گیا۔

”چلو اب جلدی کرو۔“ ظہیر ہا میں صاحبہ چلے گئے خاندان بہادر فونل کر رہے تھے۔

”یہاں بھی آنا تھا۔“ بہادر کی آنکھیں پھریں۔

”بس اسی پر قناعت کرو۔“

”مجھے تھیل کو سنانا ہے۔“ وہ یہ کہتی ہے۔

”بہادر۔۔۔ بہت دیر نہیں کرنا، میں ڈارپ کے ساتھ بھیج دیتی ہوں، مجھے کچھ نہیں پڑنا تھا بہادر کی خاطر یہاں کیا ہے؟“ خیر سے

جاؤ۔“ اچھا سارا لٹائے تھیل ملان جائے آئیں۔“

”جو کہ بہت مشکل کام ہے۔“

”گھنٹہ سے اچھی ہمدرد کرو۔“

”میری تڑپ کا اندازہ ہے آپ کی ساری رات فون ملاتی رہی ہوں اور اس نے میرا فون بند کر رکھا ہے۔“ وہ ہنگامی آنکھوں

کے ساتھ بولی۔

”اچھا صاحبہ جاؤ۔“

”باہر تاج دین بابا تھانیدار میں جاؤں گے۔“

”اے کاش... اے کاش سب کچھ دیا ہوتا جیسا بچپن سے ساتھ جڑا تھا مگر... بد قسمتی میری تھی شاید کہ مگر ایسی زندگی آئی ساتھ تھمارا چھوڑنا پڑا اجابت یہ ہوا کہ لازم و ملزوم کچھ تھا ہی نہیں اب بیا نسو بھی ختم ہی جائیں گے ہم اپنی محبوب کے ساتھ خوش و غرم زندگی بسر کر کے اور میں... میرا کیا ہے میں نے تو ویسے بھی قربانی دے دی ہے تمہاری خاطر تمہیں غلط لگتا ہے کہ میں رکاوٹ ہوں شاید... میں اور میری حیثیت کیا؟ میں رکاوٹ بن سکتی تو کوئی اور میرے اور تمہارے درمیان نہ آتا۔ میری تو اب دعا ہے کہ تمہیں تمہاری منزل مل جائے ہم آسودہ رہو خوش رہو میں تو الگ ہو چکی ہوں۔“ اس نے بچاؤ آواز سسکیوں کے ساتھ شدید بدل کی باتیں کیں اور پچھلی آنکھیں صاف کر کے سوئدیں۔

تینکڑ کی کمال شید کو غصے اور غفلت میں دیکھ کر ہاتھ صاف کر کے اس کے ساتھ بچن سے باہر آئیں۔
”اما... آپ کو میرے ساتھ چلنا ہے۔“

”کہاں؟“ انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

”وہیں جہاں جانے سے آپ کتر تلی ہیں۔“

”پہلیاں نہ بھجواؤ صاف کہو۔“ وہ اس کی گفتگو کا انداز جارحانہ دیکھ کر ٹی وی لاؤنج کی طرف چلے گئیں، کیونکہ بچن میں خانہ مال اور طوطہ زندہ تھے۔

”اما... تمہارے گھر ابھی چلنا ہے۔“

”کیوں؟“

”کیا کیوں نہیں... ابھی میرے ساتھ چلیں اور ضرار کو میرے لیے مانگیں۔“ وہ سیدھا سیدھا بولتا چلا گیا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے میں نے آپ کو کبہذا تھا۔“

”کیوں نہیں ہو سکتا اب تو حرم کما بھی رشتہ طے ہو گیا ہے۔“ وہ صوفے پر بیٹھی تھیں، اور وہ ان کے گھٹنے تمام کر رہا۔

”جو کہ آپ کی ہٹ دھرمی سے ہوا... وہ غصے سے دل پر ضبط کرنے میں پار ہو گئی۔“ وہ بولیں۔

”اوہو اما... آپ اب بھی نہ گئیں تو قیامت گزر جائے گی آپ کے بیٹے پر۔“ اس نے کہا تو تینکڑ کی کمال نے نفی سے اٹھا۔

”خبردار... میری بیٹی کو کچھ سے جدا کر کے اب اگر میرے بیٹے کے لیے کچھ کہا۔“

”تو مجھ مانا چلیں پلیز... وہ پرانی ہو جائے گی۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا۔“

”وہ اس کا باپ اس کی معافی کر رہا ہے آج معافی ہے پلیز چلیں۔“

”پاگل ہوئے ہو... آج معافی ہے تو ایسے موقع پر اس کے باپ کی گھر کی عزت خراب کرنی ہے خود صوفے۔“ وہ بولیں۔

”بھرمیں کیا کروں۔“

”بھول جاؤ۔ آج معافی ہے اس موقع پر ایسا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا اور میں تو نہ پہلے جانے کو رضی تھی اور نہ اب بے عزت

ہونے پر تیار ہوں۔“

”اما... پلیز ورنہ بہت برا ہو جائے گا۔“

”اب چھا ہو بھی نہیں سکتا اس لیے صبر کرو۔ اس کا باپ معافی کرنے جا رہا ہے اس موقع پر یہ بات نامناسب ہے۔“

”ٹھیک ہے تو میں خود جاؤں گا میں ہرگز ایسا نہیں ہونے دوں گا۔“ وہ فیصلہ کن انداز میں کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”نقصان اٹھاؤ گے... کسی باپ کو یہ بات پسند نہیں آ سکتی کہ اس کی بیٹی کی معافی ہو رہی ہو اور کوئی عاشق آدمی کہے۔“ وہ بولیں۔

”یہی تو عشق ہے۔“

"میں..... تھوڑے ہی کوئی چیز ہے، یہاں آپ غلطی پر ہوں والدین کی جگہ خود کو رکھ کر سوچ۔" وہ بچی سے بولیں۔
 "آپ ظہیر ہاویں صاحب کی وکالت کر رہی ہیں۔"
 "جو بھی سمجھ..... انسانی قدریں ہوتی ہیں۔"
 "مطلب آپ نہیں جانتی کہیں۔" اس نے آخری بار پوچھا۔
 "جانی امی..... پلیز مان لیں شید کی بات۔"
 "جی بہائی..... ابھی وقت ہے چلی جائیں۔" جمال صاحبہ اور مریم ایک ساتھ ہلنے لگی تھیں۔
 "خدا ہے..... سارا گھر اس لڑکی کے لیے اکٹھا ہو گیا۔"
 "وہ لڑکی کہیں ہمارے بیٹے کی پسند ہے بہائی صاحبہ....."
 "تھیں کیو چاچو....." شید نے بہت محبت سے جمال صاحبہ کے ہاتھ چوم کر کہا۔
 "ٹھیک ہے جمال تم میرے ساتھ چلو گے نہیں۔"
 "بہائی صاحبہ..... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"
 "لہذا مجھے بھی ساتھ جانا ہے۔"
 "لو کہ نہیں جاتے۔"
 "مجھے خوار سے بات کرنی ہوگی۔"
 "کون سی بات؟"
 "اس کھاشی کرنا ہے۔"
 "وہاں....." وہ قریب آچلا نہیں۔
 "وہ خدی ہے..... بس اڑی ہوئی ہے۔"
 "تو پھر ہمارا جانا فضول ہے خود جاؤ۔" بیگم نے کہا کہ یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئیں۔
 "بہائی کی بات ٹھیک ہے، جب لڑکی راضی ہوگی نہیں تو....." جمال صاحبہ بولے۔
 "میں راضی کر لوں گا۔"
 "اتنے دن میں نہ کر سکتا سمجھو خوار کی معافی اس کی مرضی سے ہو رہی ہے۔" جمال صاحبہ نے کہا۔
 "پہلے خوار سے بات کرلو۔" مریم بولے۔
 "لو کہ....." شید نے کہا۔
 "کیا وہ اس معافی پر راضی ہے یہ پوچھو۔" جمال صاحبہ نے کہا تو وہ اشارات میں سر ہلا کر چلا گیا۔ مگر جمال صاحبہ گہری سوچ کے ساتھ بیگم کی کمال کے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔
 جمال صاحبہ نے بیگم کی کمال کے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دینی ان کے کمرے پر کمرے سے آگئے۔ وہ ملازمہ سے اپنی الماری میں کر رہی تھیں۔
 "معدت خوارہ ہوں ڈسٹرب کیا۔" وہ بولے۔
 "مجھے معلوم ہے بیگم جی وکالت کرتے آئے ہو۔" وہ مسکرا کر بولیں۔ ملازمہ کو ہاتھ بھج دیا۔
 "وکالت نہیں..... غور طلب بات ہے اگر معافی ہوگی تو کیا فائدہ ہوگا؟ ابھی وقت ہاتھ میں ہے چل کر دیکھ لیتے ہیں شید خوار سے بات کرنے، مگر ہمیں فوراً چلنا چاہیے۔"

”جین ماگنیں اچھا نہ لگتا۔“

”زیادہ سے زیادہ انکار کر سکتے ہیں، اس طرح نشید تو ہم سے بڑھن نہیں ہوگا۔“ جمال صاحب نے بڑے آرام سے سمجھایا۔

”جین تو نے انکار کر دیا تو۔“

”یہ نشید کی بےوقوفی ہوگی۔“

”بے خوف تو وہ ہے ہر نہ یہ فیصلہ کرتا۔“ وہ مل کر بولیں۔

”تھری پکڑیں۔۔۔۔۔ ابھی شام میں وقت پڑا ہے۔“

”جمال۔۔۔۔۔ بظاہر مجھے غبار کے والہ جانے کہاں ہوں۔۔۔۔۔؟“ وہ بولیں۔

”یہ بھی ٹھیک ہے مگر کیا کریں۔۔۔۔۔؟“

”نشید کو ہی کرنا ہے جو وہ کر سکے بہات کرے وقت لے لے۔“

انہوں نے منتقلی بہت کی۔

”چلیں ٹھیک ہے۔“ وہ بولے۔

”ہوں سنا اٹھا کے جا نا مطلب نہیں۔“ بیگم ذکیہ کمال کی بات میں وزن تھا۔ جمال صاحب نے ان کی تائید کی۔

”لگتا تو عجیب ہے آج منگنی کے وقت ہم رشتہ لینے جائیں تو مطلب یہ ہوا کہ ہم رشتہ تو دلنے جا رہے ہیں نشید نے سب

کچھ اٹھ پلٹ کر دیا۔“ جمال صاحب کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ نشید ایک لڑکی سے محبت کرتا ہے اور اس سے شادی کرنا

چاہتا ہے تو آج اس لڑکی کی شادی کہیں اور کیوں ہو رہی تھی۔ ”اے اس کو الگ تھلک کر دکھا تھا جیسے جاتا نہیں، اور عشق اٹکا کداس

کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔۔۔۔۔ اور وہ لڑکی بھی کمال ہے چپ چپ منگنی کر رہی ہے۔“ جمال صاحب بولے۔

”اس کی تو میں نے ذرا بھی دیکھی نہیں دیکھی گی۔“ بیگم ذکیہ کمال نے کہا۔

”تالی بھانے کی اہار اپنا کوشش کر رہا ہے۔“ بیگم ذکیہ کمال نے کہا۔

”آخر یک طرفہ محبت کے لیے نشید کیسے کہہ سکتا ہے؟“

”وہ لڑکی انہیوں کی طرح بلی بیوہ نہ کرنی اگر اسے نشید سے محبت ہوتی۔“ بیگم ذکیہ کمال نے کہا۔

”تو پھر کیا ہوگا؟“

”نشید کو خود تنہا لے دو، جب بتائے گا تو ہم چلے جائیں گے۔“ بیگم ذکیہ کمال نے بڑے قہر سے کہا۔

”میں پھر کرے میں جاتا ہوں، اللہ خبر کرے کس۔“ جمال صاحب نے کہا اور وہ کل چیز چلا کر کھل گئے۔ بیگم ذکیہ کمال نشید

کے حوالے سے گہری فکر میں ڈوب گئی تھیں۔

☆☆☆

ہفتاب پونی ورشی کے انگریزی ڈپارٹمنٹ میں بہت گہما گہما تھی لڑکے لڑکیاں جمع تھے۔ رزلٹ کی اشیں سائنٹ بورڈ پر دول

نمبر کے ساتھ آویزاں تھیں۔ قطار میں سب رزلٹ دیکھنے کی کوشش میں معروف تھے۔ مگر بہار سب سے الگ بے قرار رہے بہت

لگا ہوں سے صرف اور صرف تیشال کو دیکھنا چاہتی تھی جو اس وقت یہاں موجود نہیں تھا، حیرت اور دکھ اس بات کا تھا کہ وہ کیوں

نہیں تھا؟ جبکہ اسے رزلٹ دیکھنے کی آرزو یہاں نہیں لائی تھی۔ تیشال سے ملنا اسے مٹانا اس کی آج پونی ورشی آنے کی وجہ تھی۔

باقی سب اسٹوڈنٹس تو رزلٹ لواتے ہیں میں مسئلہ طلبہ کے لیے آئے تھے۔ تیشال کو کوئی بھی کشش سمجھ کر لاسی تھی۔

”ارے بہار۔۔۔۔۔ دور کیوں کھڑی ہو رزلٹ نہیں دیکھنا کیا۔“ مدیحہ نے اس کے پاس آ کر پوچھا تو وہ چوچی۔

”ہاں۔۔۔۔۔ وہ رزلٹ کم ہو جائے۔“

”سوری مگر.....“ شہنل بھلایا۔

”سوری..... ہم بتاتے آ گئے۔“ خمار نے کچھ شرمندگی سے کہا۔

”بس پلیز آپ لوگ جائیں۔“ بہار نے کہا تو شہنل کو کچھ غصہ آ گیا۔

”یار... آپ کو لاشو کیا ہے؟ اگر میرے ساتھ ریلیشن نہیں بنانا تو یوں، بٹ اس طرح دی ایک مت کرو۔“ شہنل جیزی

سے بول کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

”شہنل..... شہنل!“ خمار آوازیں دیتی رہتی مگر وہ پلٹا نہیں۔

”یہ کیا ہے مجھ پر مسلہ کر رکھا ہے۔“ بہار تھلائی۔

”رزلٹ کیا مار ہا؟“ خمار نے اس کی تھلاہٹ کو نظر انداز کر دیا۔

”فٹ ڈو ہے۔“ اس نے مختصراً کہا۔

”مبارک ہو... ماشاء اللہ!“ خمار نے خوش دلی سے کہا۔

”میرے لیے تو بے معنی ہے۔“ بہار نے کہا۔

”تشال سے ملاقات ہوئی۔“ خمار نے گویا اس کی دکھتی رنگ پتھر رکھا۔

”تشال کو تو مجھ سے دور کر دیا گیا ہے..... وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے۔“ وہ حریفانی کیفیت میں چلائی۔ ”نا کچھ وہ مجھ سے

نفرت کرنے لگا ہے۔ بہت عوز کر چلا گیا اس نے مجھ سے سزا دی ہے جس کا گناہ میں کیا ہی نہیں۔“ بہار پھوٹ پھوٹ کے رونے

لگی۔ خمار نے اسے ہاتھوں میں بھر کے سلی دی۔

”سب ٹھیک ہو جائے گا..... حوصلہ رکھو۔“

”کچھ نہیں سننا مجھے، جاؤ یہاں سے۔“

”پلیز بہار تمہارا صاحب..... سب ٹھیک ہو جائے گا اب فریش ہو جاؤ اور سنجیدہ لو خود کو شہنل سے اس طرح پیش آنا مناسب

نہیں۔“ خمار نے پیار سے سمجھایا۔

”کیوں..... میرے تشال کو دور کر دیا۔“

”کس نے کیا.....؟“ خمار نے سخت لہجہ اختیار کیا۔

”بابا نے..... اگر بابا کو تشال سے نفرت نہ ہوئی تو بابا تشال کو منتخب کرتے۔“

”بہار..... بابا کسی سے نفرت نہیں کر سکتے، ہمیشہ بدگمان رہتی ہو.....“ اٹھو فریش ہو کر باہر آؤ۔“ خمار نے اس کے بال

سنوایے۔

”بابا نے اس عمل میں سب کچھ یا مگر زعمہ رہنے کے لیے صرف مائوس کی آواز ہی نہیں چاہیے ہوتی محبت اور جذبات کی بھی

ضرورت ہوتی ہے۔“ وہ بھل کر کروٹ بدلی کر لیت گئی۔ خمار نے لاکھ ہلایا ہلایا، مگر وہ شس سے کس نہ ہوئی۔ خمار کچھ دیر مول سی

ہو کر اسے دیکھتی رہی مگر خود کو کوئی ہوشی وہاں سے اٹھ کر باہر آ گئی تھی۔

☆...☆...☆

اعظم خان نماز جمعہ ظہیر ہا میں صاحب کے ساتھ پڑھ کر لوٹے تھے نی وی لاؤنج میں بیٹھے ہی تھے کہ شہنل خانے بکڑے

ہوئے موڈ میں دیر آ گیا۔ ظہیر ہا میں سکر کر لوٹے۔

”آپ ہمارے ساتھ نہیں گئے۔“

”ڈیئر..... مجھے کچھ کہنا ہے۔“ وہ دم مٹھا تھیں۔ ”شہنل خان نے ان کی بات نظر انداز کی اور براہ راست اعظم خان سے بولا۔

”خیریت..... اے عظیم خان بولے“

”کھانا آپ بھول بات کر میں ذرا پینٹ آ کر گناہوں سے مل لیں، دو تھوڑا سا کام ہو گیا ہے دکھانا چاہتا ہے۔“
”اٹکل..... محنت۔“ شہنشاہ نے ہنسنا شروع کیا اور وہ کام کر کے کی طرف چلے ہوئے کہ ان کا عظیم خان کو مجھو اس کے ساتھ جانا
پڑا مگر اس کے نکلے تھوڑے ہی بعد کہ کڑھور ہا میں کچھ شکر سے ہو گئے انہیں کچھ عجب سا لگا مگر مل کر ان کی طرف چلے گئے اے عظیم
خان کو اچھا نہیں لگا، کر کے میں گھستے ہی دھڑلے

”شہنشاہ..... کبھی کسی سارے ٹکس بھول جاتے ہو ملکی کی بات ہے۔“

”فیصلہ ہے ملکی ڈاکٹر، کہ مجھے بہار سے دشمنی نہیں کرنا میں کسی صورت یہ منگی نہیں کر سکتا۔“ وہ دھوکے لگے میں بولا۔

”وہاں..... میرا کیا ہو گیا؟ اور کھڑا کرت عظیم ہے۔“

”ڈاڑی..... وہ مجھے پسند نہیں کرتی سہرا ہی ہے مجھے بولا ہے اس نے..... میں نے اسے پسند کیا ہے لیکن باسلف کی اہل بات
نہیں دے سکتا۔“

”یار..... کیا کہنے لے جا رہے ہو؟ آہستہ بول، ٹانگوں سے تھکاؤ کھلی ہوئی ہے۔“

”ڈاڑی..... آپ بات کے بڑھ چکی ہے اس مجھے یہ دشمنی کرنا۔“

”ہوش کے کھٹنوں، چہرے کھٹے ہیں دم میں سب تہلی ہو چکی ہے سکتی کھلیا حرکت ہوگی۔“

”ڈاڑی بلینز..... مجھے یہ نہ سمجھائیے، کھٹک میں فیصلہ کر چکا ہوں۔“ وہ کہہ کر ملادی سے اپنے کپڑے نکالنے لگا۔

”شہنشاہ بیٹا..... کیا کہہ رہے ہو میرا جگری یاد ہے اس کی ہے عزتی ہے یہ سب ہم نے غور و مشاہدہ کیا۔“

”ماں کا حق مگر..... بہار کو مجھو تو نہیں کر سکتے۔“

”شہنشاہ یار..... میں بہار سے بات کرنا ہوں، ہم نے یہاں شک کھلیا ہے سوچ کر کیا یہ غلطی طور پر ٹھیک ہے۔“

”ڈاڑی..... اخلاق و خلاق کا مجھے کچھ لینا دینا نہیں، ہم یہاں سے ہوش شفت کر رہے ہیں اور جو شفت کی جگہ دیکھیں جائیں
گئے۔“

”شہنشاہ..... میں دیکھتا ہوں کہ سکا کھنڈہ ہی آپ کو اس کی اہل بات ہے۔“ اے عظیم خان نے کافی سختی سے کہا۔

”تو ٹھیک ہے آپ یہاں رہیں بٹ..... میں ہوش شفت اور ہاں اور میرے فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی۔“ شہنشاہ پر
کسی بات کا اثر نہیں ہوا تھا۔

”شہنشاہ..... درخشے نا طالیے کھیل تماشے نہیں ہوتے، بہار سے بات کرنے والے۔“ اے عظیم خان نے غصے سے کہا۔

”ڈاڑی..... مجھے یہ دشمنی نہیں کرنا، مجھے ہوا پانی باسلف نہیں کرنا، بلینز پیکنگ کر لیا آپ بھی۔“

”باہر انتظامات مکمل ہیں، خود سوچو یہ سکتی بڑی تیزی ہے۔“

”سو وہاں..... مجھے فرق نہیں پڑتا، میں فیصلہ نہیں بدل سکتا، ابھی تو میں نے کیپ منگوائی ہے میں جا رہا ہوں آپ اٹکل کو
تیار کرنا چاہیے گا، میں اس کیشن میں نہ کر دوں گا۔“ شہنشاہ نے اپنا بیگ اٹھایا اور بولا۔

”شہنشاہ..... تم یہ کیسے کر سکتے ہو؟“

”میں سب برداشت نہیں کر سکا ہوں.....“ وہ بڑے مطمئنان سے کہہ کر ایک لمبے کمرے سے باہر نکل گیا۔

”شہنشاہ..... شہنشاہ! اے عظیم خان نکالتے رہ گئے۔ مگر وہ نہیں لگا اے عظیم خان حیرت اور شرمندگی کے احساس سے سر ہر قام کر رہے

اپنی ہی تمام کوششیں کرنے کے بعد بھی خدا سے بات نہ ہو کی تو وہ بھر مغرب ہو کر اچھ کے پاس پہنچ گیا۔ اچھ اس کی حالت زار پر غصہ کیا۔

”یار... خدا آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ خوش کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا۔“

”میں نے پہلی کوشش کی ہے مگر... خدا نے اپنا فون نمبر بدل لیا ہے۔ پلی لی سی ایل نمبر بھی بدلے اب یہاں سے مل گیا کروں۔۔۔۔۔؟“ عقیدہ مند ہو کر بولا۔

”تو اس کا پیچھا پھوڑو یہ۔۔۔۔۔ اس کا انداز سلی ویجہ ملا تھا۔“ وہ مگر وہ خود رڑکی اہلی ہند سے منگلی کر رہی ہے تو ہی لنت بھیج دے تو ایسے بھی اب کچھ حاصل نہیں، سوچا اچھ سے نکل گیا۔ اب تو صرف اس گاڑی سے چلی نگی ہے۔“ آخر میں اچھ نے بات کو حراج کا رنگ دیتے ہوئے کہا تو وہ پھٹ پڑا۔

”مشکل میں نہ پھنس کر سکتے تو اپنی بکواس بند کر لو۔“

”میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔“

”کیا کروں میں۔۔۔۔۔؟“

”صبر کرو۔۔۔۔۔ منگلی ہی ہے، بعد میں کوئی پھر بلا لیں گے۔“

”ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ میری محبت کی تدبیر ملے۔“

”تو پھر جی سہاڑے کر۔“

”میرے ساتھ مل۔“

”کہاں۔۔۔۔۔؟“

”خدا کے گھر۔“

”جا کہ کئی بچی لٹکائی ہو رہی۔“

”تو پھر کیا کروں۔۔۔۔۔؟“

”آئی کو لے جاتا۔“

”وہ کہتی ہیں پہلے خدا سے بات کرو۔۔۔۔۔ پھر عمل چاہو گی جائیں گے۔“ اس نے بتایا۔

”خدا سے بات ہوئی نہیں تو۔“

”یار... کچھ کر لیں۔۔۔۔۔“

”لوں ہوں۔۔۔۔۔ سوچتے دے پھر۔“ اچھ سوچ میں پڑ گیا اور چند لمحوں بعد وہ کئی بجھا کر بولا۔

”اب ایک آئیڈیل ہے اس پر ٹپکی کرتے ہیں۔“

”کیسا آئیڈیل۔۔۔۔۔؟“ اچھ نے اپنا فون اٹھایا اور کامیٹ میں جا کر کوئی نمبر ملا یا۔ کچھ دیر بتل جاتی رہی۔ پھر کسی نے فون اٹھایا۔

”سولو۔۔۔۔۔ مرنے والا کی۔“

”کون۔۔۔۔۔؟“ اچھ نے کچھ ہنگامے ہوئے پوچھا۔

”جی آپ کون ہیں۔۔۔۔۔؟“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”یار۔۔۔۔۔ یہ میڈیم چاہت کا نمبر نہیں ہے۔“ اچھ بتلایا۔

”نہیں جی۔۔۔۔۔ یہ ہمارا نمبر ہے۔“ کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔

”اف... کیا مصیبت ہے؟“ امجد جھلایا نشید کا نالک گیا۔

”چاہت شاید ہمارے کام آجانی۔“

”کیا مطلب.....؟“

”وہ شاید غدا کے لیے ظہیر ہائیوں صاحب کو کہہ سکتی۔“ امجد نے خیال ظاہر کیا۔

”بھہر۔“

”پھر کیا۔۔۔ بس کوشش تھی اب فون نمبری غلط ہے۔“

”تو اس کے پاس چلتے ہیں۔“

”مگر دل نہیں مانتا کیونکہ وہ میری بات پہلے کبھی نہ مان کی۔“ امجد نے کہہ دیا۔

”تو پھر فون کیوں ملا یا؟“

”فون پر بات ہوتی تو کچھ اور بات ہوتی۔“ امجد نے ٹالا۔

”چھوڑ دیار... اب میں خود ہی ہائیوں پیلس جاؤں گا۔“ نشید نے جل کر کہا اور اٹھ کر چلا گیا۔

☆ ☆ ☆

شادیوں کا سیزن بھی موجودہ دور کے ڈیزائنرز کے پاس سر کھانے کی فرصت نہیں ہوتی۔ کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا، چاہت کا نام اور کام کافی اچھی شہرت کے حامل تھے اس لیے اس کے ہاں مسلسل کلائنٹس کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ وہ خود ہی اب تک اپنی سیٹ تھی کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا، طبیعت لی لی کے بعد سے اب تک سنبھلی نہیں تھی۔ اوپر سے پائین نے مساپوں کے حوالے سے جوابات کی تھی اس وجہ سے دو روز یا دو ہفتے کی۔ پوچھ کر اور کارخانے جانے کے بجائے غم و غصے کی حالت میں ٹہل رہی تھی۔ پائین اور محفوظوں اس کو اس طرح دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے۔

”ہم دو کچھ ہے ہیں کتا آپ بہت پریشان ہیں۔“ جتنو نے پوچھنے کی ہمت کی۔

”ہاں۔۔۔ پریشانی کی وجہ فضول سی ہے۔“ وہ بولی۔

”ہمیں بتائیں، جتنو صاحب ہر پریشانی سمجھ جاتیں گے آپ کو پریشانی سے نکالیں گے۔“ وہ بولا۔

”تو گول کو تھا ہمارے یہاں رہنے پر اعتراض ہے۔“

”ہیں... ان اٹکل کو کیا کوئی اور بھی۔“

”سب کو ہی ہے کہ تم تمہاروت کے ساتھ کیوں رہ رہے ہو؟“ وہ افسردہ سی بولی۔

”آپ اپنی کہیں... کیا آپ کو بھی اعتراض ہے؟“ وہ دھکی بکھے میں بولا۔

”نہیں... تم تو میرے لیے حفاظت اور غلوں کا حصار ہو۔“ وہ کہہ گئی۔

”یہ حصار کیا ہوتا ہے؟“ مسام صاحب حائف ماسمجھائیں۔“ وہ مصدوم صورت بنا کر بولا۔

”الحق ہو... مطلب ایسا کہ میرا ہوجس میں، میں خود کو محفوظ سمجھتی ہوں۔“ اس نے ایسے ہی وضاحت کی تو وہ خوشی سے اچھل

پڑا۔

”تو بس... سالہ زمانے کی جتنو صاحب کو پروا نہیں، ہم تو یہیں گھیراوا لے کر ہمیں گئے لی صاحب نے وعدہ بھی لیا تھا۔“ وہ

کہہ گیا۔

”کیا وعدہ.....؟“

”آپ کو پھر بتائیں گے، ابھی آپ دفتر جائیں سارا لون گزر گیا فون آر ہے ہیں بہت سی بیبیاں آئی ہوئی ہیں۔“

”اچھا..... پھر جاتی ہوں۔“

”لیکن کچھ کھاتو کس۔“

”جی نہیں..... بس وہاں جا کر چائے پیوں گی۔“ وہ کہہ کر اپنا فون اور پرس اٹھا رہی تھی کہ یاسمین نے آ کر بتایا کہ مہمان ہیں،

ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے۔

”کون۔۔۔؟“

”پہلے ہی آئے تھے بی بی کے پاس۔“ یاسمین نے سوچے ہوئے کہا۔

”میں خود سمجھتی ہوں۔۔۔۔۔ وہ یہ کہہ کر کمرے سے نکلی اور ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ وہاں احمد موجود تھا۔

”آپ۔۔۔۔۔ کسے اس کی اچانک آمد پر حیرت ہوئی۔

”ہاں وہ بہت قریب میں آ یا تھا سو چاہ آپ کی خیریت معلوم کر لوں۔“ احمد نے بہانہ بنایا حالانکہ وہ شید کے لیے آیا تھا۔

”شکر ہے..... گھر میں سب خیریت ہے۔“ چاہت نے مسکرا کر کہا۔

”جی بالکل وہی بات تو ٹھیک ہیں کوئی مسئلہ مسائل ہوا کسے تو مجھے بتایا کریں۔“ احمد نے گہری صرورت کا اظہار کیا۔

”غیر ضروری۔۔۔۔۔ فی الحال تو اللہ کا کرم ہے، کیا لوگے چائے غلطاً، بلکہ کھانا بھی تیار ہے۔“ وہ بولی۔

”ارے کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔“ احمد نے محضت پیش کی۔

”اور کچھ۔“ چاہت نے سامنے والے صوفے پر بیٹھے ہوئے پوچھا۔

”آپ کبیں جا رہی ہیں شاید۔“

”کسے آفس۔۔۔۔۔ وہاں خواتین کا ورک ہے۔“

”وہ آپ۔۔۔۔۔؟“ وہ بولتے بولتے اٹھا۔

”کیا۔۔۔۔۔ کچھ کہنا چاہ رہے ہو۔“ اس نے پوچھا۔

”نہیں وہ ظہیر ہمایوں صاحب۔“ احمد آگے کچھ نہ کہہ سکا۔

”کیا۔۔۔۔۔؟“ چاہت نے کچھ سیٹ اٹھا کر پوچھا۔

”کچھ نہیں ان سے ملاقات ہوئی تھی میری، ان کی بیٹی ہے ناں۔۔۔۔۔“ احمد کچھ سے کچھ کہہ گیا تو وہ بخجیدگی سے بولی۔

”مجھے ڈراجلدی ہے، پھر کسی روز آؤں دیکھ کر کچھ بھی ساتھ لانا۔“

”ہاں ضرور اے اللہ حافظ۔“ احمد نے اٹھ کر جلدی سے کہا اور باہر نکل گیا اور وہ اپنے آفس کی طرف چل دی۔ احمد چاہ کر بھی

شید کے لیے کچھ نہ کر سکا۔ چاہت کا انداز ہی ایسا تھا کسے شاید یہ بات پسند ہی نہ آئی۔

☆.....☆.....☆

اعظم خان حمد سے کی شدت سے دو چار تھے، کمرے میں مقید الفاظ کا ذہن میں چٹاؤ کر رہے تھے شہنل کی ایسی خورسری کا تو انہوں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وقت سبک دہی ستا گئے بڑھ ہاتھا، باہر انتظامات اور ہے تھے ظہیر ہمایوں صاحب، ان کے دفتر کے کچھ لوگ گھر کے ملازم سب کچھ نہ کہہ کر رہے تھے شہنل کو شاید کسی نے جانے نہیں دیکھا تھا، کسی نے اب تک نہ کہہ کر نہیں پوچھا تھا۔ ایک دم ہی انہیں خیال آیا کہ شہزادے پوچھنا چاہیے؟ خروا کیا ہے؟ یہ سوچ کر وہ جلدی سے غدار کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ ہولے سے دروازے پر دستک دی تو کوئی جواب نہ آیا۔ پھر دستک دے کر انہوں نے دروازہ تھوڑا سا کھولا، کمرے میں غدار نہیں تھی، شام کی تقریب کے حوالے سے شاید اس کا لباس بیڈ پر پھیلا تھا۔ راننگ میز پر اس کی ڈائری کھلی تھی جس میں چین رکھا تھا۔

عشق سے محفل کا خدایاں خریدنا ہم نے
 اور وہ بھی علی الاطلاق خریدنا ہم نے
 ہم نے پھر بھی خریدنا تو آئینہ تھا
 کبھی یا قوت نہ مر جان خریدنا ہم نے
 کیا تم ہے کہ ہمیں جس کی ضرورت بھی نہ تھی
 سچ کر خود کو وہ سامان خریدنا ہم نے
 کتنے کلمات کو اپنے لیے شہوار کیا
 "جب کوئی لہو سامان خریدنا ہم نے
 بندھوئے کو دکاں ہے تلا خیال آیا ہے
 قائمہ چھوڑ کر... یہاں تک ہی لکھا گیا تھا۔

انہوں نے بڑے جذب کے ساتھ ایک ایک معرغہ پڑھا، اسی اثنا میں وہ باہر سے اعتدائی، باعظم خان صاحب کو دیکھ کر کھلے۔
 "ہلکے آؤ۔"

"جی... میں نے دیکھ دی تھی، پھر اعتدائی کیا اس ڈائری پر نظر پڑی تو پڑھنے سے خود کو ہارندہ کسا کر منہ ہوں۔"
 باعظم خان بہت شرمندگی سے بولے۔

"اے نہیں... نہیں انکل کوئی بات نہیں میں دراصل ہمارے کمرے میں گئی تھی اسے پار چلنے کا کہتا تھا آپ بیٹھیں۔"
 "بہت، بہت ہی شائدارغزل ہے مگر مکمل نہیں کی۔" وہ محنت سے باہر نکلے ہوئے بولے۔
 "موزوں معرغہ میں نہیں رہا تھا، بہت کوشش کے بعد اوروں چھوڑ دیا۔" وہ بھی بھی سی بولی۔
 "کیا بناؤ کے بھی کچھ اوروں چھوڑا جاسکتا ہے۔" وہ بولے۔
 "کیا مطلب؟"

"بیٹا... چند منٹ پہلے کچھ اوروں چھوڑا گیا ہے، کیوں؟ یہ سوال مجھے آپ کے پاس لایا ہے۔" باعظم خان بہت دھیرے
 دھیرے سے بولے۔
 "میں کبھی نہیں۔"

"تواریف بیٹا... بہار اور شہنل کے درمیان ایسا کیا ہوا کہ وہ سب کچھ اوروں چھوڑ کر چلا گیا۔"
 "چلا گیا... مطلب؟" تھار کو شک لگا۔

"جی بیٹا... وہ ہوٹل شفٹ ہو گیا ہے اور جلد اسٹریٹیا چلا جائے گا۔"
 "مگر کیوں... منگنی کے انتظامات ہو چکے ہیں، باہر میرے بابا تیاری کر رہے ہیں، ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ میرے بابا کی
 عزت برباد ہو جائے گی۔" وہ شدید دکھ اور تکلیف سے دھاروں کر بولی۔
 "مکئی تو مجھے تکلیف ہے مگر... وہ بہار سے دل برداشتہ ہو کر گیا ہے مجھے بتاؤ کہ بہار کیا چاہتی تھی؟ کیا اسے شہنل کے علاوہ
 کوئی..."

"انکل... وہ منگنی کر رہی تھی اور کیا بات ہو گئی..."
 "شہنل نے بہار کو دل سے پسند کیا، پھر کیا ہو گئی، اس نے بری طرح میرے سامنے بڑست کیا، کچھ تو ہمارے کہا ہو گا۔
 اس کا وہ یہ شہنل کے ساتھ چھائی نہیں تھا، یہ تو ہم سب دیکھ رہے تھے اگر بہار نیکی کی اور کو..." "دور کے۔"

اس خبر نے گویا کھلا دیا۔ خدار کو سخت برا لگا۔
 "اس میں خوش ہونے کی نہیں، پریشان ہونے کی بات ہے، ناظم دیکھو باہر کے اشتعال دیکھو کچھ دیر بعد مہمان بھی آئے
 گلیں گے اور بھڑکے ہوگا؟"
 "اس میں میرا کیا قصور ہے؟" بہار کو بھی معاملے کی پیچیدگی کا احساس ہوا۔
 "اور کس کا قصور ہے۔ شہنل کو بری طرح جھڑکا وہ یہاں سے جانے پر مجبور ہو گیا، اعظم انکل شرمندگی کے بھنور میں پھنسے
 ہیں، ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، مگر بابا سے بات کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہے کچھ دیر میں ہم بلاٹ ہوگا اور بابا....." خدار آگے
 کچھ نہ بول سکی۔

"بھراب..... اب کیا ہوگا؟" بہار بھی کچھ الجھ رہی تھی۔

"شہنل کو تھوڑا سا فون کرو، بلاؤ اس وقت عزت دہ جائے گی ورنہ کرو۔" خدار نے کہا۔

"کیوں بھئی..... سر سے اتنی مصیبت گلے میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟" بہار نے کہا۔

"نہیک ہے بھریں مگر سے جارتی ہوں، میں قضا نہیں دیکھ سکتی بابا کو سنبھالنا۔" خدار نے کہا تو بہار سچ مچی۔

"لوکے..... لیکن وہ مانے گا نہیں....."

"متم بلاؤ اسے..... اس وقت قیامت کو روکو..... میں اعظم انکل کو روکتی ہوں کہ وہ بابا کو نہ بتائیں۔" خدار نے آگے بڑھتے

ہوئے کہا۔

"اگر وہ نہ مانا تو....."

"کوشش کرو..... جلدی۔" خدار نے کہا۔

"جو ہو گیا اس میں بھری ہوگی....." بہار بھڑک پئی۔

"اوپ ہو..... فارگا ڈسک..... ناظم ضائع نہ کرو، تیار رہی ہوتا ہے۔"

خدار یہ کہہ کر باہر نکل آیا تو بابا سے ٹکرائی۔

"ہاں بھئی..... تیار ہو چکے وہ ناظم بہت ہو گیا ہے۔" وہ بولے۔

"جی..... جی بابا آپ کو کوئی کام تھا۔" وہ ہکلائی۔

"اعظم خان نے اپنے کمرے میں بلایا ہے۔"

"نہ..... کیوں؟"

"اس کی طبیعت خراب ہو گئی ہے، جا کر دیکھتا ہوں۔"

"میں دیکھتی ہوں..... آپ فریش ہوں بہت تھکے تھکے لگ رہے ہیں۔" خدار نے لاڈ سے کہا۔

"چالو کرو کیجئے ہیں۔"

"اگرے نہیں..... آپ کمرے میں جائیں، میں دیکھتی ہوں آپ کا ڈیس رڈی رکھا ہوگا، تیاری کے ساتھ آجے گا۔" خدار

نے اصرار کیا تو وہ اثبات میں گردن ہلا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ خدار نے جلدی سے اعظم انکل کے کمرے کا رخ کیا۔

مگر عاقبت بی بی راستے میں آ گئیں۔

"بیٹا..... بہار بیٹی کو تیار کرو یا۔"

"اوہو..... آپ اپنے کام دیکھیں۔" وہ یہ کہہ کر اعظم انکل کے کمرے کے باہر پہنچی، وہ دروازے پر دستک دینے والی تھی کہ اندر

سے اعظم انکل کی غصیلی آواز آئی۔

”ہا ہا... توں تے آپ کھو گیا جوتا۔“ ہمسو چا چانے ہنس کر کہا۔ ہاتھ دھوے اور چانے کا کپ ٹرے سے اٹھالیا۔
 ”چا چا... ان انٹھوں نے میری روح کو چھو لیا ہے۔“ جگنو نے فرط جذبات سے چہرہ رلجھے میں کہا۔
 ”کوئے پتر... ایسا اس ویلے ہوندا اے جب روح میں کوئی چٹائی اتری ہو اپنے دل اور روح نوں ٹٹولی۔“ ہمسو چا چانے چائے کی چٹکی لی۔

”چا چا جادل اور روح کا حال کیا بتائیں... بس چلا رہے ہیں۔“ جگنو نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

”اگ کل دس جواں تیرا گھرا کوئی کنبہ ہے؟“

”بس ایک ہی ہستی ہے ہماری کل کا نانا۔“ جگنو نے کہا۔

”اگر بی بی صاحبہ کے پاس ہی رہتا ہے یا۔“

”اگر بی بی صاحبہ ہمیں قبول کر لیں گی تو ساری عمر وفاداری کریں گے۔“ جگنو کھڑکھڑکھٹا دھنکی انداز میں کہہ گیا۔ ہمسو چا چا چنگے

”کی مشکل بی بی صاحبہ...“

”چا چا بی بی صاحبہ کہہ رہی تھیں کہ گرمی بڑھ رہی ہے موسم بالکل تبدیل ہو گیا ہے، صبح بھی آیا کرو۔“ جگنو نے بات کا رخ

بدل دیا۔

”بی بی صاحبہ کو بہت اچھے مضبوط سہارے کی ضرورت ہے، وچاری کلی رہ گئی اے۔“ ہمسو چا چانے اس کے دل میں دلی

چنگھری کی بھلائی۔

”چا چا... بعد بہتری کرے گا بی بی صاحبہ کو جگنو صاحب تکی ہوا نہیں لگندیں گے۔“ جگنو نے ایسے انداز میں کہا کہ بزرگ

ہمسو چا چا خوش ہو گئے۔

”شادوا بھئی شادوا... اللہ تیری خیر کرے بس رات نہ بدلیں۔“

”میل چا چا اپنا کام ختم کر کے جاؤ۔ ہمیں بھی ضروری کام سے جانا ہے۔“ جگنو نے اٹھتے ہوئے کہا اور اندر چلا گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

تاج دین بابا کو گھٹ سے اندھا تے ہوئے یہ اطلاع ملی کہ شہنل صاحب کہہ بہلو کر کہیں گئے ہیں ساتھ میں بیڑا سا بیگ بھی

لے گئے ہیں۔... تاج دین بابا کو دل میں کھد بدی ہونے لگی، عنایت بی بی کا دودے کر ایک طرف بلا دیا۔

”کیا ہو گیا ہے؟ کیوں آوازیں دے رہے تھے۔“ عنایت بی بی نے ان کے پاس پہنچ کر اپنے مہندی لگے ہاتھ ان کے

ساتنے نہایت ہوئے پوچھا۔

”تو اندھسی رہتی ہے کوئی خیر خروئی ہوتی ہے کہ نہیں۔“

”کیسی خیر خیر... تو پھول اور مٹھائی لے آیا ہے۔“ عنایت بی بی نے اپنی لاطمی کے سبب پوچھا سوال کیا۔

”سب لے آیا ہوں... تجھے مہندی لگانے سے فرصت ملتی تو اندھ کی خبر دیتی، یہ تیری مہندی لگانے کی عمر ہے تیرا دیا ہوا ہوا

ہے۔“ تاج دین غصے سے بولے۔

”میری بیڈارانی کی منگنی ہے، مجھے تو خوشی ہے۔“ وہ بڑے سروا انداز میں بولیں۔

”تو یہ بتا کہ شہنل صاحب کہاں گئے ہیں؟“ انہوں نے آہستہ آواز میں پوچھا۔

”کیا مطلب... کہاں گئے ہیں۔“

”کیا تو پوچھ رہی ہو، شہنل صاحب کوھر ہیں۔“

”گپے کرے میں ہوں گے۔“

”میرا بیٹا لڑکا نہیں کمال گردن ہے آپ بیٹی والے ہیں، بچوں کی پسند سے رشتہ کرنے میں کیا حرج ہے؟“

”بھلی بات تو یہ کہ میرے ہاں اقرب ہے، مہمانوں کے آنے کا وقت ہے لہذا اس وقت میں ماحول خراب نہیں کر سکتا آپ لوگ جاسکتے ہیں۔“ ظہیر ہمایوں صاحب خاصے دھڑے لہجے میں بولے اور پلیٹ کراپنے کمرے کی طرف دیکھنے لگے جہاں اعظم خان موجود تھے۔

”دیکھیں... آپ کی مہمان نوازی کا تو ہمیں اندازہ ہو گیا ہے آپ نے اور آپ کی بیٹی نے ہمیں اب تک کھڑا رکھا ہے مگر... ہم کیوں کھڑے ہیں؟ اس کی ایک ہی وجہ ہے ہمارے بیٹے کی خوشی۔“

”معاف کیجئے گا... بھانجے کا موقع نہیں ہے اور آپ کے بیٹے کی میرے گھر میں کوئی خوشی نہیں ہے آپ لوگ ایسا سوچیں بھی نہیں خدا... اپنے کمرے میں جاؤ۔“ ظہیر ہمایوں صاحب نے خاصے بدلتہ لہجے کا مظاہرہ کیا۔ بیگم ذکیہ کمال نے جہاں کو ملتی آنکھوں سے دیکھا۔

”ہم یہاں دو گھرانوں میں رشتہ قائم کرنے آئے ہیں... ماہوں نہ کریں، ورنہ بعد میں بچہ تنوے ہمارے بچوں کا مقدر بنیں گے۔“

”کون سے بچہ تنوے... آپ جاسکتے ہیں، میرے گھر کی اقرب میں بد مزگی پیدا نہ کریں آپ کے بیٹے کی محبت یا عشق میری بیٹی کے لائق نہیں۔“ ظہیر ہمایوں صاحب نے گردن اٹھا کر کہا۔

”ہمارا بیٹا بھی گرا پڑا نہیں، اس کی منصف حاجت پر یہاں آئے تھے لیکن... اسب اسوس ہو رہا ہے کہیں آئے؟“ بیگم ذکیہ کمال نے کافی غصے میں کہا۔

”تو پلیز جاییے اور اپنے بیٹے کو گام دلایں۔“ ظہیر ہمایوں نے کہا اور رخ موڑ گئے۔ بیگم ذکیہ کمال نے مزید ایک لمحہ بھی وہاں رکتا پسند نہیں کیا، جہاں صاحب کو لیے تیز نیز قدموں سے چلی گئیں۔ ظہیر ہمایوں صاحب نے سکون کا سانس بھرا اور ٹھکے۔

اعظم خان ان کے پیچھے کھڑے تھے۔ شاید خری جیسے انہوں نے سنے بھی ہوں۔ ظہیر ہمایوں نے مسکرا کر ان کی طرف قدم بڑھائے اور بولے۔

”سوری یار... میں فضول لوگوں میں پھنس گیا، ہاں تو تم کیا کہہ رہے تھے؟“

در اصل کافی دیر سے اعظم خان ان سے کچھ کہنے کے لیے ان کے کمرے میں تھے، مگر پہلے ظہیر ہمایوں چند اہم مہمانوں کو اقرب میں شرکت کے لیے یاد دہانی کرواتے رہے پھر کوئی شپ منٹ کا مسئلہ تھا وہ اس سلسلے میں بات کرتے رہے اور اب باہر سے آوازیں آئیں تو وہ جلالت میں باہر آ گئے۔ مگر اقرب کے حوالے سے مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ اعظم خان بچے بچے تھے۔

”ظہیر... بچوں کی مرضی اور خوشی کے فیصلے ماننے چاہئیں، میں کافی پریشان تھا اور ہوں، جو کہنا چاہ رہا تھا وہ آسان نہیں تھا مگر اب شہنل کا فیصلہ درست لگ رہا ہے۔“

”ہاں... شہنل بیٹا نظر نہیں آ رہا، یہ بچہ تیار ہوئے کہ نہیں...“ ظہیر ہمایوں صاحب ناگہمی کے سبب بڑے خوش ہو کر بولے۔

”ظہیر... میری بات تو یہ ہے، شہنل جان چکا تھا کہ ہمارا اس کو پسند نہیں کرتی بات، سچ نکلی اتنے اچھے لوگوں کو کیوں دھتکارے ہو۔ شہنل جان چکا ہے، ہمارے رشتہ نہیں کرتا چاہتا حالانکہ وہ ہمارا کو بہت پسند کرتا ہے مگر بیماری مرضی مان لو تم بھی۔“

کھیں سمعیہ اقبال

میں تجھ کو چاہ کے کیسے کسی کی چاہ کروں
تجھے نباہ کے کیوں کر کوئی نباہ کروں
تو زندگی ہی نہیں میری بندگی بھی ہے
کسی کو سوچ کے کیسے کوئی گناہ کروں

بھی ادھر آنے سے اس لیے کتراتے ہیں کہ ماں باپ
کہیں اپنے دکھوں کا عدا کرنے کے لیے پیسے نہ مانگ
لیں اور ان کی بیویاں تو دعائیں مانگتی ہیں کہ ساس سسر
جلدی سے رخصت ہوں تاکہ زمین کا جو معمولی ٹکڑا
انہوں نے اپنی سانسوں کی ڈور کی بقاء کے لیے رکھا ہوا
ہے وہ بھی ان کے ہاتھ آ جائے تاکہ اسے فروخت
کر کے خوب عیاشی کر سکیں اور ہاں پچھلے دنوں اہا کو درد
شکم کی وجہ سے رات بھر تکلیف دہی وہ جیتنے چلاتے
رہے تب بھی کسی عالم بننے کو احساس نہیں ہوا کہ باپ
کے بازو بین کراس کے تڑپتے ہوئے بدن کو تمام نیس
اور ہاسٹل لے جا کر اپنے خون کا کچھ حق ادا
کر سکیں۔۔۔ اور ماں جب کینسر کی تکلیف کی شدت
تیری درد میں ڈوبی ہوئی آہوں کو سکسیوں میں بدلتی ہے
تو کہاں ہوتے ہیں تیرے یہ لاڈلے سہوتہ جنہیں
خون ملا کے تو نے جوان کیا۔ ”ربیعہ نا چاہتے ہوئے
بھی گئی تھی۔ ماں کے سفید پڑتے چہرے پروردگی
پر چھائیاں چل رہی تھیں۔ اس نے کچھ غلط تو نہیں کہا تھا
پردہ اس حقیقت سے نظر چرا کر اس کو اس کے گھر کا کرنا
چاہتی تھیں۔ اپنی زندگی میں اس کو اس کے گھر میں دیکھنا
چاہتی تھیں۔

چاند کی روشنی ہر سو میل گئی۔ غصے کی گھون گھون کے
ساتھ آنے والی ہوا میں تپش نمایاں تھی۔ اماں کے
لرختے ہاتھ میں دوائی پکڑا کر جیسے ہی وہ مڑی اماں نے
اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔
”ربیعہ پتر..... خیر سے تو چوبیس کی ہو گئی ہے اب تم
اپنا گھر سامنے کی سوچ۔“ یہ بات کرتے ہوئے اماں
کی بوڑھی پیدائشی پر لکڑی کئی لہریں نمودار ہوئی تھیں۔
”اماں... میری کل کائنات ابا اور آپ
ہیں۔“ یہ کہتے ہوئے ربیعہ کے چہرے پر محبت کی
آبشاریں بہہ رہی تھیں۔
”ابنوں کو اپنوں کی فکر نہ ہو تو اور کس کو ہو۔۔۔“ اماں
نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ”تمہارے چار بھائی ہیں
تمہارے ابا نے سامنے والے گھر کے چار پورشن بنا
کر سب کو الگ الگ سیٹ کر دیا ہے اور خدا کا شکر ہے
تمہاری دونوں بہنیں اپنے اپنے کمروں میں پرسکون
زندگی گزار رہی ہیں آتے جاتے مجھے سب سے بچ نظر آ جا
تے ہیں۔“ آخری فقرے میں آنسوؤں کی کمی
کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اماں مسکراتی
تھیں۔
”ہاں... میرے چاروں بھائی چھٹی والے دن

”بس کر بیچہ..... خدا کے لیے بس کر۔“ اماں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کچھ ایسے درد بھرے انداز میں اس کو بولنے سے منع کیا کہ بیچہ شرمندہ ہوگئی اور ماں کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

”معاف کر دو ماں..... جب بھائیوں کے کرگٹ کی طرح بدلنے رنگ میرے اندر کے درد کی تاروں کو بھجوز دیتے ہیں تو میری زبان درد کے اس لاوے کو باہر نکالنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔“

”اچھا بس بہت ہوگئی اب تو شادی کے لیے ہاں کہہ دے۔“ انہوں نے اصرار کیا تو وہ آسودگی سے مسکرائی۔

”ماں..... شادی تو کر لوں مگر آپ اور اماں کا کیا ہوگا؟“ وہ کہہ کر اٹھ گئی تھی پر ماں سوچ میں پڑ گئی تھیں کہ کب تک وہ ان کے لیے اس گھر میں رہے گی اور ان کے بعد اس کا کیا ہوگا۔

☆☆☆.....

صفیہ اماں کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ جن کو انہوں نے بہت ناز و محبت سے پالا تھا۔ وہیات میں رہنے کے باوجود سب بہن بھائی روزانہ شہر بڑھنے کے لیے جاتے تھے۔ اماں خود میٹرک پاس تھیں اس لیے وہ چاہتی تھیں کہ بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں اماں کا بیکہ بھی بڑھا لکھا تھا اور وہ جہیز میں ایک مربع زمین بھی لائی تھیں۔ جس میں سے ڈھائی ڈھائی ایکڑ بیٹھیر کے نام کر کے باقی بیٹوں کے نام کر دی تھی۔ اس پر بھی بیٹوں کو اعتراض تھا مگر اماں کی مداخلت پر انہیں خاموش ہونا پڑا تھا۔ ربیعہ ان کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ مگر اس کی قربانی بہت بڑی تھی۔ بڑے بھائی کے بچے بھی تقریباً ربیعہ کے ہم عمر تھے۔ جبر بیچہ میں سال کی ہوئی تو اماں بیمار پڑ گئی تھیں۔

اسکی بیمار ہو میں کہ چار پائی سے جا لگیں۔ پہلے پہل تو قریب ہی حکیم کو دکھاتے رہے پر جب اتفاق نکلیں ہوا تو شہر لے جا کر مکمل چیکپ کروایا جس سے پتا چلا کہ ان



کو کینسر ہے۔ ربیعہ ان کی خدمت کرنے لگی پر ماں کی خواہش تھی کہ ان کی ذرا سی ربيعہ کی شادی ہو جائے اور وہ سکون سے مر سکیں۔ ربیعہ کو ان کی فکر تھی اس لیے وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

خالہ جان کے بار بار اصرار اور پھر اماں کے کہنے پر وہ خالہ جان کے گھر آئی تھی۔ آسان کو کالے نیلے ہادلوں نے گھیر رکھا تھا۔ ہادلوں نے ٹھان رکھی تھی کہ آج محل کر برسیں گے۔ ربیعہ نے اپنی تھیلیوں کو کیسلے آسان کے نیچے کیا تو اسی وقت ہارٹ پر سے گئی تھی اور اس کی تھیلیاں بھج گئی تھیں۔

اب وہ خود بھی کھلے آسمان تلے آگئی تھی۔ اسے
مریموں کی بارش بہت پسند تھی لیکن کئی سالوں سے وہ
اس طرح بارش میں نہیں بیٹھی تھی۔ آج اسے وہی
برسات یاد آ رہی تھی جب سالار سے چھڑنے کے بعد
شدیداً ندی آئی تھی اور اس کے بعد خوب بیٹا برساقھا۔
سالار کی یاد آتے ہی اس کی آنکھوں نے بھی برسات
شروع کر دیا تھا۔ برقی بارش اور برقی آنکھوں نے
خوب اس کے دامن کو بھگایا ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی
ٹرانس میں ہوا ایسے میں ایک دم سے خالہ جان نے
اسے پکارا تھا۔ وہ ایک دم سے گھبرا گئی۔

”جی خالہ جان....“ اس نے جواب دیا۔
 ”بیٹا جلدی آؤ۔ ہمیں تمہارے گھر کے لیے نکلنا ہے ابھی۔“ خالہ جان کی گھبراہٹ ہوئی آواز اس کی
 ساتھوں سے کمرائی۔

”کیوں...“ اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی سوال کرتی کہ ماں کی طبیعت کا خیال آیا تھا اور وہ گھبرا گئی تھی۔ ”ماں تو ٹھیک ہیں ناں؟“

”آپاٹھیک ہیں بس تم پہنچ کرو۔۔۔ ہمیں فوراً ڈرائیور کے ساتھ لگنا ہے۔۔۔“ خالد جان نے آرام سے کہا۔ وہ کچھ مطمئن ہوئی مگر دل گھبرا رہا تھا۔ جب گھر پہنچے تو واقعی ایک طوفان اس کا منظر تھا۔ ریحہ کے جان

سے پیارے ابا جان رات با رات انکج کی وجہ سے اس جہان فانی سے اس کوچ کر گئے تھے۔ سر بیچہ کے لیے یہ صدمہ برداشت کرنا مشکل تھا، بہنوں نے اسے حوصلہ دیا تھا۔

”وٹھو بیچہ..... اماں کے لیے خود کو سنبھالو اگر تمہیں بھی کچھ ہو گیا تو اماں کو کون سنبھالے گا..... اماں تمہیں دیکھ کر جتنی ہیں خدا کے لیے خود کو سنبھالو۔“ اس نے ماں کی طرف دیکھا۔ جو غم سے بڑھ چلا تھا۔ وہ ان کے قریب آگئی اور ان کو خود سے لگا لیا۔ تھانہ ندی کا مسافر ان سے جدا ہوا تھا تو اس کے سر سے بھی تو باپ کا سایہ گھاٹ گیا تھا لیکن اس نے خود کو سنبھالا۔ قاصد صرف ان کے لیے۔

...☆☆☆...

دن جیتے بھی مشکل اور بھاری ہوں گزر جاتے ہیں۔ وقت نے گزرتا تھا گزرتا چلا گیا۔ دن مٹھوں میں دھلے اور سینے سالوں پر محیط ہوتے چلے گئے۔ اپا کو فوت ہوئے بھی چار سال کا ٹھیک عربہ گزر گیا۔ ربیعہ کی عمر اٹھاس سال ہوئی تھی۔ ماں اب بھی صرف اس کے لیے کیئر جیسے مرض سے لڑ رہی تھیں۔ وہ اپنے ہاتھوں کی لکڑیوں کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ جانے اس کی زندگی میں کیا لکھا تھا اور کتنا سفر پانی تھا اور کب تک دکھ اٹھانے تھے سب بھائی تو اپنی زندگی میں مصروف ہو گئے تھے اب اس کے بعد سے تو انہوں نے پلٹ کر دیکھا بھی نہیں تھا نہیں کسی بھی آجایا کرتی تھیں اور اس کو نسل دے کر چلی جایا کرتی تھیں۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں مگن تھی جب ماں کی ٹخف ہی آواز اس کی سامعوں سے ٹکرائی تھی۔

”ربیعہ ہر....“ وہ فوراً ہماگ کر ماں کے پاس آئی
تھی ان کی اکثریتی ہوئی سانس اور چہرے کی سفیدی
طبیعت کے بگڑنے کا پتا دے رہی تھی وہ اٹنے پاؤں
اب رہا گئی تھی۔

”بھائی ارسلام..... ارے شان بھائی جلدی سے

حجاب کاچی

محبت و نفرت کی آمیزش سے جن کا عمل فریضہ کہا جائے

حرک حجاب

خدا تعالیٰ رسم و رواج کس طرح لڑکیوں کو پائی کرتا ہے
ماوراء الطلوع کو کون قلم نگاشی ایک خوب صورت تحریر

عہد محبت

رشتوں میں اپنی مفاد کے لیے ذہن کھولنا اور فائدہ جانت
جو خود تو جہی طرف تیز سے دوڑ رہے مگر جس اور اپنے
تھوکتی اور رشتوں کو بھی تہائی نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں

مروج سخن

ذاتی معیاری شاعری پر مبنی سلسلہ

اس کے بارے

ہم جن میں ہمارے دوست کاغذات کاغذات
اشعار و غزلوں میں اقتباسات
تاریخ کی دیکھی کے ساتھ مستقل سلسلے

info@naeyufaq.com

0300-8264242

آؤ! اماں کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ وہ محنت میں
کھڑی ہو کر بھائیوں کے گھر کی طرف دیکھ کر آواز
دینے لگی تھی پر اس کی سننے والا کوئی نہ تھا۔ اس نے ماں
کے کمرے کی طرف افسوس سے دیکھا۔ ماں نے وایاں
باتھ روم سے باندھ کر جیسے اسے کسی کو بلانے سے منع
کر رہی ہوں۔ وہ تیزی سے ان کے قریب آئی تھی۔

”وقت کم ہے یاد رکھنا توں سب سے مختلف ہے
میں نے اپنے سبھیہ سالار کے لیے تیری آنکھوں میں
چمک دیکھی تھی اگر ہو سکے تو اس سے شادی کر لیتا کسی
کی پروا دمت کرنا ورنہ تمہاری ساری عمر بھائیوں اور
بھابیوں کی ٹھوکروں میں گزر جائے گی۔۔۔۔۔ رب راکھا
چرا۔“ پھر اماں نے آخری سانس لی تھی۔ اماں کی
آنکھیں بند ہوتے ہی ہیر پیر کی زندگی کے سارے
اجالے لاندھیرے میں گم ہو گئے تھے۔

☆☆☆

ماںیں دلوں کا حال جانتی ہیں اور بیٹیوں کی تو وہ
سنبھلی ہوتی ہیں اس لیے بھی ان کے بتا کہ ان کے دل
کی بات بھی جان جاتی ہیں۔ ماں بھی تو اس کے دل کا
حال جان گئی تھیں لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ سالار اپنی
ماں کے کہنے پر ایک شہری لڑکی بیاہ لایا تھا۔ وہ سالار کو
اس لڑکی کے ساتھ دیکھ کر حیران رہ گئی تھی کتنی جلدی اس
نے اس کی بات مان لی تھی۔ کتنے خواب تھے اس کے جو
ٹوٹ کر بکھر گئے تھے اور ماں نے یہ بات بہت دیر میں
جانی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

”بیبیہ۔۔۔۔۔ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں اور ہم
مل کر اپنے گھر کی ذمہ داری اٹھائیں گے میں تمہیں کھانا
نہیں چاہتا بیبیہ۔۔۔۔۔ تم سمجھ رہی ہونا میری بات
۔۔۔۔۔ سالار نے اس وجہ سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

”میں سالار۔۔۔۔۔ یہ ممکن نہیں ہے اماں پیار ہیں اور
میں انہیں اس حالت میں چھوڑ کر اپنا گھر کیسے بھاسکتی
ہوں۔۔۔۔۔ میں تو بہت مل جائیں گی مگر اماں کی خدمت
کے لیے ان کی باقی اولاد میں سے کسی کو تو دینی ہو گئی تو

سالار کی آنکھوں میں اشکات تھی جس جو وہ نظر انداز کرتی کمرے سے نکل گئی تھی۔ وہ گزرا وقت یاد کرتی شدت سے رو دی تھی۔

☆☆☆

وقت کیسا بھی گزر جاتا ہے۔ وہ بھی جیسے وقت کو گزرا رہی تھی۔ صبح اتنی نماز پڑھتی اس کے بعد قرآن پڑھ کر اپنے مرحوم والدین کو جنتی پھر گھر کی صفائی میں لگ جاتی۔ شیشہ وہ برائے نام ہی کرتی تھی دوپہر کا کھانا بھی کبھی کھایا اور کبھی نہیں کھایا۔ شام میں وہ منگے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی تھی تاکہ کچھ تنہائی کم ہو۔ بچوں کے ساتھ اس کا وقت اچھا گزر جاتا تھا۔ بہنوں نے اس کو شادی کر کے گھر سنانے کو کہا تھا پر اسنے توجہ نہیں دی تھی اس لیے انہوں نے بھی دوبارہ نہیں کہا اور ویسے بھی وہ اپنے گھر میں معروف تھیں اس کو خیال بھی کم ہی آتا تھا اور بھائی سامنے ہونے کے باوجود دور تھے کسی کو اس کا خیال نہیں تھا۔ اس کو بھی اس بات کی پروا نہیں تھی۔

آج صبح سے ہی اس کی طبیعت بوجھل سی تھی کسی کام کو کرنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ برآمدے میں بچے تخت پر بیٹھی مگن میں بھدک کر چڑیوں کو دیکھ رہی تھی کہ اچانک دروازے پر دھک ہوئی تھی۔ اس نے بغیر پوچھے ہی دروازہ کھول دیا تھا اور سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ کچھ بول ہی نہیں پاتی تھی۔

”کیوں آئے ہو؟“ کافی دیر بعد اس نے پوچھا تھا۔

”تمہارے لیے۔“ اس نے خیال نہیں کیا تھا کہ وہ اکیلا ہے یا کوئی اور بھی ساتھ آیا ہے۔ اس نے اس کو اندر آنے کا راستہ دیا تو چونک گئی کہ اس کے ساتھ ممانی جان بھی آئی تھیں۔ وہ فوراً بھائیوں کو بلانے کے لیے بھاگ گئی تھی۔ اب کمرے میں ان دونوں نفوس کے ساتھ اس کے چاروں بھائی بھی موجود تھے۔

”دیکھو ارسلان بیٹا... بے شک میں نے سالار کی شادی کی لیکن اس سے پہلے ہم سب کی جو خواہش

پھر میں ہی کیوں نہیں۔“ اس نے دل پر پھر رکھ کر کہا تھا۔ ”آج میری ماں میری جنت کو میری ضرورت ہے خواب تو پھر بھی ان آنکھوں میں بس ہی جائیں گے، ہم سفر تو کوئی بھی بن جائے گا مگر میری ماں مجھے پھر نہیں ملے گی۔“ اس نے سالار کی طرف سے رخ موڑ لیا تھا۔ ”تمہیں بھی مل جائیں گی کسی کو بھی اپنا لینا، محبت کا کیا ہے پھر ہو جائے گی میں اپنی محبت کو اپنی ماں کے لیے قربان کرتی ہوں۔“ ربیعہ نے نم لہجے میں کہا تھا۔

”سالار کی جان ایسے مت کرو۔۔۔“ وہ ربیعہ کے سامنے آ گیا۔ ”میں تمہیں گھر آنے سے اپنے والدین کی خدمت کرنے سے نہیں روک رہا۔“ وہ اس کو بغور دیکھتا ہوا۔ ”تم بنی محبت کی بات کرتی ہو اب کبھی کسی سے محبت نہیں ہو پائے گی مگر تو بس جانتے ہیں مگر ضروری نہیں کہ ہمارا محبت بھی ہو۔۔۔ محبت صرف ایک سے ہوتی ہے ہزاروں سے نہیں اب اگر کوئی میری زندگی میں شامل ہو بھی جائے تو کم از کم مجھے اس سے محبت نہیں ہوگی دیکھو میں پھوپھو کو اپنے گھر لے جاؤں گا، ہم دونوں مل کر ان کی خدمت کریں گے۔“ سالار ٹوٹے دل سے بولا۔

”نہیں سالار۔ یہ صرف میری ذمہ داری ہے اور مجھے ہی نبھانے دو۔۔۔ میری ماں کا صرف مجھ پر قرض ہے تم پر نہیں۔“ وہ فوراً بولی۔ ”خدا کے لیے اب کچھ مت کہنا تمہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنا قرض بھول کر محبت کو اپنا لوں۔۔۔ میں مومن ہی نہ ہو جاؤں پلیز مجھے آزاد کر دو اپنی محبت کی قید سے۔۔۔ پلیز پلیز۔“ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ شاید چمچڑنے کا موسم تھا اس لیے وہ دونوں جدا ہو گئے تھے اور اس بات کو کتنا عرصہ ہو گیا تھا اس کو اپنی ذمہ داری میں کچھ یاد نہیں رہا تھا۔ حالانکہ سالار نے ہزاروں نہیں اور التجا میں کی تھیں مگر اس کی تاباں میں نہیں بدلی تھی۔ سالار نے شادی کر لی اور اپنی بیوی کو ماں سے ملوانے لایا تھا۔ ربیعہ نے کافی عرصہ بعد اس کو دیکھا تھا پر بولی کچھ نہیں تھی جب کہ

اندرا کی اس کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔

”ریجہ ممائی جان آج تمہارے لیے سالار کا رشتہ لے کر آئی ہیں۔“ بڑے بھائی نے کہا۔ اور پیلا والا معاملہ بھی ریجہ کے سامنے رکھ دیا۔ ریجہ نے ایک نظر ممائی جان کو دیکھا اور دوسری نظر سالار پر ڈالی۔ آج بھی اس کی آنکھوں میں اس کے نام کے دیپ جل رہے تھے۔ پھر فوراً نظر جھکالی سالار کی نظروں کا سامنا کرنا وہ بھی سب کے سامنے اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ اسے تو خبر نہ تھی مگر اماں سب جانتی تھیں اماں ناموں اور ممائی جان نے سب طے کیا تھا مگر ریجہ کے سالار کو انکار کے بعد سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ ممائی جان بھی ان دونوں کے تعلق اور پھر انکار کے بارے میں جانتی تھیں اور اماں نے انتقال سے پہلے جانے ارسلام بھائی سے کیا کہا تھا جو وہ سالار کے حق میں تھے۔

”ارسلام بھائی آپ میرے بڑے ہیں جو فیصلہ آپ میرے حق میں کریں گے وہ یقیناً میرے حق میں صرف بہتر ہی نہیں بہترین بھی ہوگا۔“ یہ کہتے ہی وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

”ہمیں یہ رشتہ منظور ہے۔“ بڑے بھائی کے الفاظ اس کے کانوں میں پڑے۔ اسے یقین تھا آج بھائی اس کے حق میں فیصلہ کریں گے۔

اچانک ریجہ کو یوں محسوس ہوا جیسے صحرا میں گھٹا چھانسی ہو اور دم دم پھوار پڑنے لگی ہو۔ محبت کی پھوار نے اس کے وجود کو ہلکے رکھ دیا۔ اس کے دل میں سالار کے لیے کئی دیپ جل اٹھے تھے۔



تھی وہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ تمہارے ناموں بھی وہ حسرت دل میں لیے رخصت ہو گئے۔ لیکن اب ہم وہی خواہش لیے یہاں موجود ہیں میں ریجہ کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں۔“ ممائی جان نے تھوڑے وقف کے بعد اپنی آد کا مقصد واضح کیا تھا۔ وہ جو کمرے کے دروازے پہ کھڑی تھی ابھی انکار کرنا ہی چاہتی تھی کہ بھائی نے اشارے سے اس کو وہاں سے ہٹایا تھا۔ وہ تلملاتی ہوئی دوسرے کمرے میں آ گئی تھی۔

”مگر سالار شادی شدہ ہے۔۔۔۔۔ اب ہم اس کے حق میں یہ فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں۔“ ارسلان بھائی پریشانی سے بولے۔

”بالکل ٹھیک کہا تم نے لیکن۔۔۔۔۔ پیلا ایک بڑے مگر کی لڑکی تھی اس کے چوتھے سالار نہیں اٹھا سکتا تھا اس لیے وہ سیکے چل گئی اور وہیں سے خلق کا نوٹس بیچ دیا ہمارے لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی وہ سالار کے ساتھ رہنے پر رضامند نہیں ہوئی تو عدالت نے بھی کچھ دن پہلے پیلا کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے وہ اب یہاں سے ہمیشہ کے لیے جا چکی ہے۔“ ممائی جان نے تفصیلاً ساری بات بتادی تھی۔

”اور سالار کیا چاہتا ہے؟“ ارسلان بھائی بولے۔
”اب میں سالار کے لیے ہی تو آئی ہوں اس کی خواہش اور میں اپنی برسوں کی ذاتی خواہش کی بنا پر آج ریجہ کا رشتہ سالار کے لیے مانگنے آئی ہوں۔“

”یہ اب ممکن نہیں۔“ شان بھائی بولے۔
”کیوں ممکن نہیں۔۔۔۔۔ پہلے باجی حنفیہ کی وجہ سے ہم ریجہ کو کھو چکے تھے مگر اب تو اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔“ ممائی جان فوراً بولیں۔

”نہیں یہ فیصلہ تم نہیں کر سکتے یہ فیصلہ ہمارے ریجہ کرے گی یہ اس کا حق ہے۔“ تیسرا بھائی عمر ریجہ کے حق میں بولا۔

”ٹھیک ہے ریجہ کو بلاؤ۔“ بڑے بھائی نے سب سے چھوٹے بھائی سے کہا۔ ریجہ جھپٹے ہوئے

دل کا بیچ کا گھر ام ایمان قاضی

اوروں کے لیے پیار کا جذبہ نہیں، جن میں
وہ لوگ کبھی پیار کے قابل نہیں ہوتے
رکتے ہیں جو اوروں کے لیے پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

السلام علیکم

امید اور دعا ہے کہ آپ سب خیریت، امن اور عافیت سے ہوں گے۔
تین ماہ بعد ایک نئے طویل سلسلے وار ناول ”دل کا بیچ کا گھر“ کے ساتھ ایک بار پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔
امید کرتی ہوں کہ یہ ناول بھی آپ کو پسند آئے گا اور آپ کی امیدوں پر پورا اترے گا۔ میں شکور ہوں آپ سب کی کتاب
جس طرح ناول ”سائنسوں کے اس سفر میں“ میرے ساتھ ساتھ رہے۔ چوبیس ماہ کے اس سفر میں آپ سب نے جس
محبت، پسندیدگی اور پندریائی کے اسناد سے ناول کو نوازا وہ میں کبھی بھی فراموش نہیں کر پاؤں گی۔ قارئین کسی بھی کھساری
کے لیے کسی اصول متاع کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی آرا کھساری کے لیے کسی خزانے سے کم نہیں ہوتی بلکہ قارئین
ہمارے لکھنے کے عمل کو مثبت تحریک بھی دیتے ہیں۔ امید کرتی ہوں کہ ”دل کا بیچ کا گھر“ کو بھی آپ اسی محبت اور پندریائی
سے نوازیں گے۔ سب سے بڑھ کر میں شکر یا دعا کرتی ہوں ادارہ آجمل، مدیران و اسٹاف کے ساتھ طاہر بھائی کا جن کے
تعاون اور اعتماد کی وجہ سے میرے الفاظ آپ تک پہنچتے ہیں۔ آپ سب کی محبت و سلامتی کے لیے دعا گو۔

دعاؤں کی طالبہ

ام ایمان قاضی

☆.....☆.....☆

”شاہ جہان۔۔۔ اے اور بھائی شاہ جہان۔۔۔ کیا ہو گیا ہے پیارے؟ بندہ رک کر اگلے کی بات ہی سن لیتا ہے۔“
مومن نے تھوڑی دور جا کر بالآخر شاہ جہان کو جانی لیا تھا جو بڑی بے نیازی سے اس کی آوازیں سن کر بھی نظر انداز کیے
چلا جا رہا تھا۔ جواباً شاہ جہان نے نخوت سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر کندھوں کو جھکا تھا۔ مومن کی آنکھیں
بارے مسوس کے پھٹنے کو ہوئی تھیں۔

”یاراب بتا بھی دو کہ ایسا کیا گناہ ہو گیا مجھ سے کہ ناراض محبوبہ ہی بنے ہوئے ہو مسلسل۔“ مومن نے پچکارا جواباً شاہ

جہان نے لمبی زنجی نظروں سے موسن کو دیکھا کہ وہ دل پر ہاتھ رکھ کر ترپ ہی گیا۔

”یار شاہ جہان..... اب تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ انجانے میں مجھ سے کچھ نہ کچھ ایسا ضرور ہوا ہے جس نے تمہارے نازک دل کو چوٹ پہنچائی ہے..... مگر کیا..... یہ بہت سوچنے پر بھی مجھ میں نہیں آ رہی..... چناؤ کے ٹکس تو میں ازالہ کیسے کروں گا۔۔۔۔۔“

موسن نے شاہ جہان کے کندھے کو کندھا مار کر کہا۔

”موسن بھائی..... آپ کی وجہ سے برسوں میری نوکری تاحہ سے جاتے جاتے رہ گئی..... بس اسی دن سے میں نے فیصلہ کر لیا کہ رزق کے دشمنوں کو دور سے ہی سلام۔“ شاہ جہان کی بھاری اور قدرے بھدی آواز اور پھر لمبی بات پر موسن کا منہ کھل گیا۔

”میں نے..... میں نے کیا کیا؟ جہاں تک مجھے یاد ہے تمہارے بلیک سکرولر نے مجھ سے محض ایک معمولی سی انگو کے بدلے تین سو روپے پانچ لے لیے تھے..... مطلب کسی نہ کسی طرح میں تو تمہارے رزق میں اضافے کا سبب بنا تھا اور وہ تو ایک دن کی بات تھی ایسے موقعے میں کئی بار اور بعض دفعہ تو دن میں بھی کئی بار آتے ہیں جب تم کسی غیبت بلیک مین کی طرح بات بات پر مجھ سے پیسے لکوا لیتے ہو..... چنانچہ کون سا وہ شخص تھا جب میں نے انھیں کسی بھی بات بتانے کے بدلے پیسہ دینے کی بات لگائی تھی اور خود ہی اس بات کا شکار ہو گیا کہ تم آج سلام کا جواب بھی دیتے ہو تو تمہاری یہ مکارا ویرانہ تمھیں مجھ سے تیسوں کا تقاضا کرتی نظر آتی ہیں..... ان جتنی شئی تمھوں کی عیاری نظر انداز بھی کر جاؤں تو تم اپنی کالی زبان کو بھی زحمت دینے سے نہیں چوکتے اور سو پچاس کا سوال مار دیتے ہو..... ابھی بھی تم مجھے اپنے رزق کا دشمن کہہ رہے ہو۔“



مومن کی تو صدمے کے مارے بری حالت تھی۔ شاہ جہان بھی اس کی اتنی لمبی اور جذباتی تقریر کے بعد تھوڑا ڈھیلا پڑا تھا۔

”بس مومن بھائی..... مت پوچھیں کہ بڑی بیگم نے اچانک ہی جیبوں کی تلاشی لے لی جیسے ہی کڑکتے تھیں مومن میں سے نکلے ان کی زبان کی کڑک نے میرا کمر زور دل دلا دیا۔ وہ تو حیالابی نے آ کر جان بخشی کرائی میری درنہ اگلا شلیپ (اسٹیپ) بڑی بیگم نے اپنی ایزی والی جوتی کی استعمال کا کرنا تھا اصل بات اگلوٹنے کے لیے اور اس جوتی کی بڑی کی کم بخت اتنا پہننے سے نہیں سمجھی جتنا مجھ پر ننگ کرکھس گئی ہے۔“ شاہ جہان کو جیسے ہی پرسوں کا غم یاد آیا لہجہ پھر سے ناراض سا ہو گیا۔

”اچھا ناں... جوان اور بہادر مرد کہاں اتنی سی باتوں کو خاطر میں لاتے ہیں۔“ مومن نے پچکا۔
 ”آپ کو لگے ناں بڑی بیگم کے نالے ہاتھ کا پھڑکال پر اور ایزی والی جوتی کمر تو لگ جاتا ہے۔“
 ”ٹھیک ہے... ٹھیک ہے میں نہیں سمجھوں گا اپنے بار کا کم تو اور کون سمجھے گا... بس میں تو مذاق کر کے تمہارا دل بہلا رہا تھا یہ بتاؤ کہ تمہاری یہ باجی حیاتین دن سے بخوش نہیں آ رہی۔ بیمار و بیمار تو نہیں ہے یا بڑی بیگم کا کوئی نیا آرڈر؟“
 ”بچہ کبھی سر پر ہاتھ رکھتا ہے جواب میں شاہ جہان نے مشکوک نظروں سے مومن کی طرف دیکھا تھا۔
 ”ہم اپنی عورتوں کی طرف نظر اٹھانے والے کی آنکھیں نکال لیا کرتے ہیں اور بات کرنے والوں کی زبان کاٹ دیتے ہیں۔“

”چھوڑو یار... یہ فقرے تمہاری منہ کی جسامت پر سوٹ نہیں کدے۔ دیکھو تمہارا چہرہ پتلا پڑ گیا اور جسم کاٹنے لگ گیا ناں بھاری بھر کم نظروں کے بوجھ سے... بتاؤ اور جلدی سے جاؤ یہ آج ایزی والی جوتی پھر سے تم پر ہرستے کو بے قرار ہو۔“

”اوف...“ شاہ جہان نے سر پر ہاتھ مارا۔
 ”ایسے ہی نہیں میں آپ کو اپنے رزق اور نوکری کا دشمن کہتا۔ میں مل جع کرانے جا رہا تھا۔“ شاہ جہان نے جیب تھپتھا کر بل کی موجودگی کی تصدیق کرتے قدرے ناراض لہجے میں کہا۔
 ”نہے یاروں کے ہوتے ہوئے شاہ جہان کو کیا ضرورت ہے ایسے معمولی کام کرنے کی بل مجھے دوا اور بھوکا مام ہو گیا۔ بس یہ بتاؤ کہ تمہاری باجی نے کب آنا ہے بخوش...؟“ مومن کا لہجہ خوشامد ہو گیا۔
 ”آج آئیں گی شاید... اور یہ لیں مل چار ہزار تینتیس روپے کا ہے... اب احسان کر دے ہیں تو پورا ہی کروں۔“ شاہ جہان بے نیازی سے کہہ کر یہ جاوہ جا۔ مومن ہاتھ میں پکڑے مل کو دیکھ کر رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

وہ خاصے مطمئن انداز میں بیٹھی تھی جب ڈاکٹر حیدر کو اندازے دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ جبکہ اسے سانس دیکھ کر ڈاکٹر حیدر کا چہرہ خوشی سے گل گیا تھا مگر اسے اپنا اٹھو اس کو پ اور مو بل سنبھالنے دیکھ کر وہ قدرے ناراضی سے بولا تھا۔
 ”تینتیس دعا... میں اتنا بھی خوفناک نہیں ہوں کہ آپ جہاں مجھے دیکھتی ہیں وہاں سے بھاگنے کے لیے پرتولنے لگتی ہیں جبکہ سری امی مجھے چند سے قاتب چند سے ناہتاب ہوتی ہیں۔“
 آخر میں اس کا بوجھ تھوڑا سا سحر ای ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر دعا بھی اپنے غیر ارادی عمل پر اندری اندہ جھنجھلائی تھی کہ کیوں وہ اس کو دیکھ کر اس قدر بوکھلا جاتی ہے۔
 ”نہیں ڈاکٹر حیدر... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے یقیناً۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ میں آپ کو دیکھ کر بھاگنے کی کرتی

ہوں ان فیکٹ میں ابھی گھر جانے کا سوچ ہی رہی تھی۔ ”وہ سات سے بولی تھی۔

”ڈاکٹر خالد کے ساتھ ٹائٹ ڈیوٹی تھی آپ کی اور سیکشن سے چلا کر دو تین ایمرجنسیز بھی آگئی تھیں رات پھر روتھیں تھیں ہوگئی ہوگی آپ کو ڈاکٹر خالد کو اسسٹ کرنا آسان نہیں ہے۔“ وہ بات بڑھاتے ہوئے بولا تھا۔
 ”جی ایسا ہی ہے ڈاکٹر حیدر۔ لیکن ڈاکٹر خالد سے باقی لوگ جتنا بھی خوف کھاتے ہیں ان کی نسبت میں تو دعا کرتی ہوں کہ میری زیادہ ڈیوٹیز ڈاکٹر خالد کے ساتھ ہوں کہ وہ اپنی فیلڈ کے جانے مانے ایکسپٹ ہیں میں ان کے سیکشن اور اپنے کام سے محبت سے بہت متاثر ہوں مجھے تو بہت سیکھنے کا موقع مل رہا ہے ان سے۔“ وہ کھلی انداز میں بولی۔
 ”سوتو ہے..... لیکن کیا ہے کہ جیسے جیسے زمانہ ترقی کر رہا ہے اپنی ویلجیز سے اتنا ہی پیچھے ہٹ رہے ہیں ہم۔ ڈاکٹر خالد جیسے بہت کم لوگ ہیں جن کو یاد ہے کہ ان کو اس مقام کے لیے چنا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ انسانیت کی بقا کے لیے جدوجہد کر سکیں اور وہی جذبہ ہر ڈاکٹر میں بھی دیکھنے کے خواہاں ہیں سو جہاں کوئی ایسے پروفیشن میں کئی کڑا اتنا ہے وہ وہیں کچل لیتے ہیں..... فی زمانہ ایسے لوگ کم ہی ہیں تو شاید اس لیے لوگ ان سے اوائیڈ کرتے ہیں خاص طور پر ڈیوٹی کرتے وقت۔“

”اچھا یہ بتائیں کہ ناشتا منگو اس آپ کے لیے۔“

بات کرتے کرتے اس نے جیسے ہی دوا کو اپنا بیگ اٹھا کر کندھوں پر ڈالتے دیکھا چونک کر بولا تھا۔
 ”جینٹلس ڈاکٹر حیدر..... جس دن میری ٹائٹ ہوئیں انہیں ناشتا کرائی جاتی تھی ہوتی ہیں میرے انتظار میں میں بس نکل رہی ہوں۔“ دھڑکتے ہوئے بولی تھی۔

”اگر وہ..... پھر کسی دن میں بھی ناشتا کرائیں اپنی اماں کے ہاتھ کا۔“ وہ خوشدلی سے بولا تھا۔

”جی جی ضرور.... اوکے ہو..... خدا حافظ۔“ دھڑکتے ہوئے کی مسکراہٹ وہ منوں پر سجا کر اس کو مدد بات کرنے کا موقع دیے بغیر نکلنے کی تھی۔

”محترمہ پھر اصل بات پوچھنے کا موقع دیے بغیر بھاگ نکلی ہیں، چلیں ڈاکٹر دعا دیکھتے ہیں میرے جذبوں کی شدت سے کب تک بھاگ سکیں گی آپ۔“ دروازے کی جانب دیکھتے دیکھتے وہ سوچ رہا تھا جہاں سے وہ ابھی نکل کر گئی تھی حقیقتاً دروازے کے عین اوپر والے کھاک پر نظر پڑتے ہی اسے زوردار جھٹکا لگا تھا۔

”اوہ گاڈ..... میں ڈیوٹی سے چند منٹ لیٹ ہو گیا۔“

ایٹھ سو اسکوپ سنبھال کر وہ دروازے کی طرف لپکا تھا جبکہ گاڑی ڈرائیو کر کے گھر کی جانب رواں دواں ڈاکٹر دعا اس کی ننگی یاد کر کے خواہ مخواہ جھنجھلا رہی تھی۔

”کیا مصیبت ہے؟ کیوں میں اس بندے سے اتنی غری ہو جاتی ہوں۔ بھلا کیا ضرورت ہے مجھے بتانے کی کہ اماں ناشتا بنا کے بیٹھی ہیں اور وہ بھی محترمہ تمہاری بیٹھا تھا اماں کے ہاتھ کا ناشتا کرنے کو۔۔۔ ارے مسٹر! ہماری اماں کے ہاتھ کا ناشتا کر لیا تاں جس دن.. یاد کرو کہ عمر بھر “آخری بات سوچ کر اس کے لیوں پر ایک بے سارنہ مسکراہٹ آئی تھی۔

○ ☆ ○ ☆ ○

”خفا ایک منٹ رک کر میری بات سن لیں پلیز۔“

دور سے بھاگ آتے ہوئے اس کی سانس پھول گئی تھی۔ حیران سی شفا اس کی طرف مڑی تھی کہ اس نے کبھی یونی کے لڑکوں سے ایسا کوئی تعلق رکھا ہی نہیں تھا کہ وہ اسے یوں بے تکلفی سے آوازیں دیں سوائے انداز اور چہرے پر نگار کی

کا تاثر دیا تھا۔

”جی فرمائیے۔ آپ نے مجھے بلایا۔؟“ انداز میں محسوس کیا جانے والا روکھا پن تھا۔

”جی پوری یونی میں ایک شفا آپ ہی ہیں تو آپ کو ہی بلارہا تھا۔۔۔۔۔“ وہ مسکرا کر بولا تھا۔

”مورگزیسے دوسالوں میں آپ کو اتنا اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا کہ میں لڑکوں سے بات کرتی ہوں نا ہی ان کی ایسی بے

تکلفی پسند کرتی ہوں کہ وہ ایسے سربراہ میرا نام لے کر مجھے روک دیں۔۔۔۔۔“ اس کے سخت لہجے پر بیان بھی عجیبہ ہو گیا تھا۔

”جی جی بالکل۔۔۔۔۔ میں جانتا ہوں آپ کو بھی آپ کی نیچر کو بھی۔ لیکن پچھلے ایک ہفتے سے آپ یونی سے کم

تھیں۔۔۔۔۔ آج بھی شاید آپ ڈیوڑ کپڑے کرانے آئی ہیں اور پھر انگریزیم کے بعد آپ سے ملاقات ہو یا نہ ہو۔۔۔۔۔ یہی سوچ

کر آپ کو روکا ہے کہ میں نے آپ سے نہایت ضروری بات کرنی ہے۔“

”فرمائیے۔ ایسی کون سی ضروری بات ہے؟“ اس نے طویل سانس لی تھی۔

”جی بتاتا ہوں لیکن۔۔۔۔۔ کیسا مناسب نہیں کہ ہم پانچ منٹ کے لیے کینے میرا لائبریری یا یونی میں کسی پرسکون جگہ

پر بیٹھ کر بات کر لیں۔“ ریان کا لہجہ ہند بنا تھا۔

”جی پانچ منٹ کسی کینے میرا میں بیٹھ جاؤں اور عمر بھر کی کئی کوئی کامیٹ کردوں جو برسوں کی احتیاط پسندی اور

شرافت کے بعد کئی ہے مگر۔۔۔۔۔ اسے ایک فعل تاثر میں بدلنے کے لیے ایک لڑکے کے ساتھ بیٹھ کر پانچ منٹ بات

کرنا ہی کافی ہے۔“

”ناہنیں میرے ساتھ اکیلے مگر۔۔۔۔۔ اتنا بتا دیں کہ کیا میں آپ کے گھر اپنا رشتہ لے کر آ سکتا ہوں۔ اچھا ایڈریس بھی

بتا دیں کہ یونی کے ایڈمن آفس سے بہت باریک کوشش کے بعد بھی میں ایڈریس لینے میں ناکام رہا ہوں۔“ وہ غجٹ میں

بول رہا تھا مبادا شفا بی بی پوری بات سننے بغیر ہی چلی جائے کہ ایسی ہی بے صورت تھی وہ۔۔۔۔۔ جبکہ دوسری طرف شفا کے

تاثرات بے حد غور غور ہو گئے تھے اس کی پوری بات سننے کے بعد۔

”گھنا اڑاؤں سمجھتے ہیں آپ لڑکیوں کو کہ جان نا چچان بچ مرگ روک کر اپنا رشتہ پیش کر دیا۔“ وہ بولی نہیں فرمائی

تھی۔ ”مسٹر ریان۔۔۔۔۔ ہر یونی آنے والی لڑکی ویسی نہیں ہوتی جیسی آپ سمجھتے ہیں اور آپ کی نیچر اور کرکیز کا اندازہ تو اس

بات سے ہو گیا کہ آپ ایڈمن آفس سے کسی لڑکی کا ایڈریس لینا چاہ رہے ہیں مجھے تو آپ میں کوئی دلچسپی ہے نہ ہی

آپ کی بات میں۔ آئندہ میرا راستہ اس طرح روکا تو نتائج کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔“ وہ ہاتھ اٹھاتا کرتا تھا

کرتی ہوئی بولی تھی۔ جبکہ ریان بے جا جارج کے تاثر کے ساتھ اس کو گرجتے دیکھ رہا تھا کہ کیسے اس بدگمان لڑکی کی بدگمانی دور

کرے جو اسے اپنی عادات و کردار کے باعث اتنی اچھی لگی تھی کہ اس نے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ وہی اس کی زندگی کی

ساتھی بنی جائے۔

”ہونہ۔۔۔۔۔ فضول میں میں ایک لڑکے کے بارے میں خوش فہمی کا شکار ہو کر اس کی پکار پر رک گئی کہ کلاس کا اچھا

اسٹوڈنٹ ایک معقول تعلیمی کا فرد ہے تو ہو سکتا ہے اسٹوڈنٹ کے حوالے سے کچھ پوچھنا چاہ رہا ہوں۔۔۔۔۔“ انہوں نے پہلی بار ہی

کسی مرد کے بارے میں اندازہ لگایا اور پہلی بار ہی وہ غلط لکھا۔“ غصے سے بڑبڑاتی وہ من کیٹ کی طرف بڑھ گئی کہ بیک

میں بچے سیل فون کی قفل نے اسے بتا دیا تھا کہ کشا سے لینے کے لیے آچکا ہے۔

ریان اس کو جانا دیکھ کر سر پر ہاتھ پھر کر رہ گیا تھا۔

○☆☆☆☆○

”شاہ جہاں۔۔۔۔۔؟“

جیائے گھر میں داخل ہوتے ہوئے ایک دودھار ہانک لگائی اور غصے پر ڈھکی گئی تھی۔ شاہ جہان بول کے جن کی طرح بچن سے نمودار ہوا تھا۔

”اتنا لمبا نام رکھ دیا تمہارے ماں باپ نے کہ بلائے وقت گھنٹہ لگتا ہے۔۔۔ پانی لاؤ بہت تھک گئی ہوں آج تو۔۔۔“ وہ پاؤں اوپر کیے انیس ہاتھوں سے دبا نے لگی تھی۔

”میں نے کب رکھا ہے جیالاجی اپنا نام۔۔۔ آپ سب نے حال کر فعلہ کیا تھا کہ ”شاہو“ بھی بھلا کوئی نام ہے کہ بلائے وقت گرمی شاہو یاد آ جائے یا شاہی مسودہ۔ شاہ جہان ہی رکھ لیتے ہیں۔“ پانی لا کر اسے پکڑاتے وہ جتانے والے اعزاز میں بولا تھا۔

”ہاں بھی یاد ہے۔۔۔ ابھی پانچ سال پہلے کی تو بات ہے جب سے تمہارا ساتھ ہماری قسمت میں لکھ دیا گیا تھا پتا نہیں یہ ہلدی آؤ نکاش گئی یا کسی کرم کی سزا۔۔۔ آخر کو تمہیں بروداشت کرنا کی ضرورت ہے کم نہیں۔“

”جیالاجی میں اگر چہ بد ہوتا ہوں تو بڑی بیگم کا احسان ہیں جو میرے منہ پتالے لگائے رکھتے ہیں ورنہ مجھے کچھ بھی آتی ہے ہر بات اور جواب بھی دے سکتا ہوں میں۔“ شاہ جہان بڑھک مارنے کے اعزاز میں سینے پر ہاتھ مار کر بولا تھا۔

”اچھا ابھی شاہ جہان۔۔۔ میں اس سے زیادہ تمہیں بروداشت کرنے کے مڑ میں نہیں ہوں۔۔۔ اس لیے شکل تم کرو اپنی انیس سو نے جاری ہوں۔۔۔ کھانا لگ جائے تو اٹھو بیٹا۔۔۔ اماں کہاں ہیں۔۔۔؟“

بے نیازی سے کہہ کر وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئی تھی۔ دفعتاً ماں کا خیال آئے پردہ گئی تھی۔ ”بڑی بیگم کے سر میں درد تھا دوا کھا کر یہ گئی تھیں تھوڑی دیر کے لیے۔۔۔ اور جیالاجی افسوس کی بات ہے کہ میں آپ سب کے حکم سر آ نکھوں پر بجالا تا ہوں اور پلک جھپکنے سے پہلے پھسے کرتا ہوں اور آپ سے مجھ پر بھرا ہوا ایک درخواست کی تھی۔۔۔“ وہ رخسار سا بولا تھا۔

”ایک تو تم اور تمہاری فرمائشیں کوئی ایک وقت بندہ پوری بھی فوراً کرے۔ کیا کہا تھا ہلدی بولڈ میں نے سنا ہے۔“ وہ دھڑکی سے بولی تھی۔

”وہ۔۔۔ میں نے کہا تھا۔۔۔“ وہ قدرے شرمایا۔ جیالاجی کو بخور دیکھنے لگی تھی۔

”ایک دنیا کے گندے گندے بوتے جاتی سنواری ہیں میں تو آپ کا بھائی ہوں۔ کیا ہوا جیسا کہ آدھ ہاتھ میرے منہ پر بھی مار کر دسی شکل ہی نکال دیں میری۔۔۔ مطلب کٹھن۔“ مگر بات مکمل ہونے سے پہلے جیالاجی کو کدلی سے پکڑ چکی تھی۔

”کم بخت تھے۔۔۔ زمین سے اگ تو جاؤ پہلے پھر بوتھا بھی سنواریا اپنا ہوا میں بیٹھن ہوں پار ہے میرا حجام کی دکان نہیں جو تم جیسے لوگوں کی شیطانی سنواری رہوں۔۔۔ خبردار جلاوت چٹا نک فرمائش پھر سے کی ہو۔“ دوسرا ہاتھ اس کی کمر پر جڑا تھا۔

”آئے ہائے جیالاجی۔۔۔ اچھ ہیں کہ اتھوڑا۔“ وہ چلایا۔

”آہستہ بولو۔۔۔ اماں اٹھ گئیں تو یہ گردن ابھی مردردوں گی۔“ وہ اس کو چھوڑتی ہوئی بولی۔ شاہ جہان جان بچتے ہی

اس سے دور جا کر اپنی گردن سہلانے لگا تھا اور کہتے تو زنگیوں سے اسے دیکھ کر کچھ بڑبڑایا تھا۔

”سنو۔۔۔ شام کو دو تین کریمیں لے لوں گی طریقہ بتاؤں گی خود ہی اپنا بوتھا سنواریا تمہارے کوئی امید نہ رکھنا۔“ اس نے دوا دے سے نکلتے نکلتے کہا تھا۔

کوئی بھی تھیں نہ خالی بھی تھیں مگر حل طلب مسائل بھی سلجھائے جاتے، دو گھنٹے کا وہ وقت ان سب کے لیے نہایت قیمتی ہوتا تھا..... ہاں کبھی کبھار ہیٹ ڈیوٹی کے باعث دعا موجود نہیں ہوتی تھی مگر آج اس کی غائبی نہیں تھی سو وہ بھی دسترخوان پر موجود ہوتی تھی۔

”جیسا..... بچے کافی دیر سے کچن میں شاہ جہان لگا ہوا ہے تھوڑی سیلپ ہی کرادو اس کی.... اور کچھ نہیں تو برتن ہی لگا دو میرے۔“ دعائے فی وی میں پوری طرح مگن حیا کو یہ سہ سے کہا تھا حیا جی بھر کر بد مزہ ہوتی تھی۔

”سائن جیائے بنا دیا تھا..... بریانی کا مصالحہ صفا تیار کر کے بھی تھیں..... رائیہ سلاڈ میں نے بنایا ہے تھوڑی دیر پہلے..... اب وہ آپ کا لاڈلہ صرف کھانوں کا ڈالہ اندھ چکے کر ہی نہیں بنانے کے چکر میں ہے۔“ حیا نے منہ بنا کر کہا تھا اسی پل شفا اور صفا بھی چلی آئی تھیں..... دعا ان دونوں کی طرف متوجہ ہوتی تھی۔

”آج تو خوب سوئیں تم.....“ شفا نے دعا سے کہا۔

”ہمم..... بہت تھک گئی تھی آج ہی شاہور لے کر سوئی تھی کھانا کھانے کا بھی ہوش نہیں تھا اب بھوک سے چوہوں نے پیٹ میں اودھم مچا رکھا ہے۔“

”کھانا لگ گیا ہے ہائی..... آ جا سب۔“ شاہ جہان بوتل کے جن کی مائٹر سوار ہوا تھا۔

”کہاں کہاں ہیں بھئی..... اتنی دیر تو بھی بھی اپنے کمرے میں نہیں گزارتیں وہ..... طبیعت تو ٹھیک ہے ناں ان کی.....“ حیا بالکل کو بلا کر لڑائی۔“ دعا کی ڈاکٹری رگ جوش میں آئی۔

”میں جتنی بھی ایک دو بار ان کے قدم میں سکون سے سوئی ہوتی تھیں میں نے ان کو جان کر نہیں چکایا کہ مہینوں میں کوئی ایک دو بار ہی ایسے سکون سے سوئی ہیں۔“ دعا کے پیچھے دسترخوان تک آئی تھیں۔

”شاہ جہان..... تم نے اپنا کھانا نکال لیا؟“ شفا نے بظاہر صواب سے کھڑے شاہ جہان کو مخاطب کیا۔

”جی ہائی۔“

”ٹھیک ہے جا کر کھا لو کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو حیا کچن سے لائے گی۔“ شفا کے کہنے پر شاہ جہان ٹھہر رہا تھا کچن کی طرف سر گیا تھا کہ فی وی دیکھتے ہوئے کھانا کھانا اس کا بہترین اور پسندیدہ مشغلہ تھا جس پر اکثر اس کی اور حیا کی تکرار ہو جایا کرتی تھی اسی بلنڈ حال اور سرخ آنکھوں کے ساتھ نرسن چلی آئی تھیں بیٹیاں ماں کی ایسی حالت پر چونک گئیں۔

”کیا ہوا ماں..... طبیعت تو ٹھیک ہے؟“ پہلے سے دعا نے ہی پوچھا تھا۔

”ماں ٹھیک ہے تم لوگ کھانا کھاؤ۔“ ان کی آواز بھٹی بھٹی سی تھی۔ ان کو اندازہ ہو گیا کہ کوئی نہ کوئی بات ہے ضرور جس نے ان کی ہمہ وقت چاق و چوبند رہنے والی ماں کو ایک دسترخوال کر دیا تھا کہ عمر بھر زندگی کے ہر مسائل کا مردانہ اور مقابلہ کرتی نرسن کے لیے چھوٹی موٹی باتیں تو اہمیت رکھتی ہی نہ تھیں مگر وہاں کی عادات و فطرت سے واقف تھیں کہ بتانے والی بات ہوئی تو بتاؤں گی ورنہ دیگر مسائل کی طرح کسی بھی مسئلے کو ان تک آنے سے پہلے خود ہی حل کر لیں گی سو سب ہی کھانے میں مصروف ہو گئی تھیں۔

”جی..... فریج سے میوؤں والا حلوہ نکال لاؤ بیٹا.....“ کھانے کے بعد انہوں نے حیا سے کہا تھا وہ سر ہلاتی اٹھ گئی تھیں۔

”وہ یہ کو بڑ پسند تھا میرے ہاتھ کا حلوہ رات خواب میں دیکھا تھا اس کو..... جلوے کی فرمائش کر رہی تھی۔“

ان کی آواز بھٹی ہوئی تھی۔ ان سب کے بھی ہاتھ رکے تھے اور نظریں بے اختیار سامنے دیوار پر جا گئی تھیں جہاں وہ دیو

پر مومن نے سر پکڑ لیا تھا۔

”یا میرے خدا! ... ایک بہن ڈاکٹر ایک بونی کی گولڈ میڈلسٹ ایک لٹریچر میں ڈگری ہولڈر ساتھ میں معاشی ترقی کی راہ پر گامزن معاشرے کا فخر بہترین خواتین اور انہی قابل فخر خواتین بہنوں کی لاڈلی ایف ایس سی میں بی ٹی کڑا رہی ہے آگے کی تو کیا ہی منازل طے کریں گی۔ ...؟“ وہ طنز بولا تھا جس کا چاہنے اچھا خاصا برا بنایا تھا۔

”اس میں کون سی بری بات ہے یا اعتراض والی بات ہے لاڈلی نہیں کہ ہر انسان کا انٹرسٹ ہر چیز میں ایک جیسا ہو اب میں ایسے ایسے آئیڈیال سوچ لیتی ہوں مختلف ڈسٹر بنانے کے جو ابھی دنیا میں دریافت بھی نہیں ہوئے جبکہ میری کوالیفیکیشن نہیں مارے ہمارے چمن میں جاتی ہیں دو مہینے مجھ پر دنیا کی بہترین شیف بننے کا بحوث سوار ہوتا ہے تو اگلے دو ماہ میرا دل کرتا ہے میں پیٹنگ کی دنیا میں نام بناؤں پھر اگلے۔“

”بس۔ بس۔ بس پھر شیشی چلی کے سر سے انڈوں کا نوکر اور سارے ساڑھے ٹوٹ گئے۔“ اس کے مذاق پر وہ غصے سے کھڑی ہوئی تھی۔

”اے۔ اے۔ اے میں مذاق کر رہا تھا بھی بیٹھو۔“ مومن گھبرا کر بولا تھا۔ حیا احسان کرنے والے اعزاز میں دوبارہ بیٹھ گئی تھی۔

”بہت اچھے شوق ہیں تمہارے لیکن انسان اپنے کسی بھی شوق کو تعلیم پر حاوی نہ کرے تو بہت اچھا ہو مجھے یہ بتاؤ کہ کون سا جیکب زیادہ مشکل لگتا ہے میں اکثر کلاس کا رائج کروں تمہارے لیے۔“

”سب ہی برے ہیں۔“ اس کے جھٹ سے کہنے پر مومن سر پر ہاتھ پھیر کر کہہ گیا تھا۔ سی پل حرا آفس میں داخل ہوئی تھیں۔

”مومن نیکسٹ میرا اشارت ہوئے دمٹ ہو چکے ہیں۔“ انہوں نے آج ہی کہا تھا۔

”اور بیٹے آپ۔ خیریت تو تھی۔۔۔۔۔ اتنے دن غائب ہیں آپ؟“

حیا جواس کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی اس کو ہاتھ سے پیٹنے کا اشارہ کرتے ہوئے دھمکن کی چھوڑی ہوئی سیٹ پر آ بیٹھی تھیں۔

”حیا۔۔۔ جانے سے پہلے مجھ سے میٹھ کے لوٹ لیتی جائیں۔“

مومن نے جاتے جاتے کہا تھا حیا کی سرکہ کراچی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

○ ☆ ○ ☆ ○ ☆ ○

”بیٹھو ادر۔۔۔ مجھے بات کرنی ہے تم سے بہت ضروری۔“

حرا آئی نے انڈی کے آفس میں موبائل اور بائیک کی چابیاں منجالتے مومن کو جالیا تھا۔

”جی کہیں۔ لیکن ذرا جلدی۔ وہاں آپ کی والدہ محترمہ انتظار میں بیٹھی ہیں کالز پر کالز کیے جا رہی ہیں۔“

وہ غلبت میں بولا تھا۔

”کیوں۔۔۔ خیریت تو ہے۔۔۔ لال کو کیا ضروری کام یاد آ گیا ہے؟“

حرا چوکی تھیں۔

”کوئی مہمان آئے بیٹھے ہیں گوشت اور دیگر سامان لانے کا کہہ رہی ہیں خیر آپ بتائیں کیا کہہ دی تھیں؟“

”چلو پھر تم بیٹھو میں صفدر کو لال کے پاس بھیج رہی ہوں وہ ان کو جو جو سامان منگوانا ہے لادتا ہے پھر آ کر بات کرتی ہوں۔“ حرا کہہ کر کی نہیں چلی گئی تھیں پھر چند منٹ بعد آئیں تو مومن موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا حرا کو دیکھ کر

کال مختصر کی تھی پھر ان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

”کب تک چلے گا یہ سلسلہ؟“ قرآن نے بات شروع کی۔

”کون سا؟“ مومن انجان بن کر بولا تھا۔

”اے مے معصوم، جو جتنا معصومیت کا بوجھ سہار سکو۔ حیا کی بات کر رہی ہوں۔“ وہ جل کر بولی تھیں۔ ”جانتے ہوں ان بڑی بیگم کو کہ کسی زندگی گزاری ہے انہوں نے اور اب وہ ہر رشتے اور ہر تعلق کو اسی تناظر میں دیکھتی ہیں۔ کتنی خوب صورت اور بڑی لمبی ہیں ان کی پٹیلیاں، لیکن انہوں نے ایک فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنی پٹیلیوں کی شادی بھی نہیں کریں گی کہ اس فیصلے کے پیش نظر ان کی اپنی زندگی اور پھر دویہ کے ساتھ ہونے والا حادثہ تھا۔ عمران کی بچیاں اسی نظریے کو ذہن میں رکھ کر بڑی ہوئی ہیں۔ کیسے کیسے لوگوں نے جوتیاں نہیں کھسائیں بڑی بیگم کی دلہیز پر۔ ان کا شہر تہارے سامنے ہے اب تم جو حیا کی آس لگا کر بیٹھے ہو تو کس امید پر۔ جانتے بھی ہو کہ ہمارا حلق بڑی بیگم کے سرکاری ہسپتال سے ہے کسی دوسرے کے ہارے میں شاید وہ سوچ بھی لیتیں کم از کم تمہیں وہ بھی اپنی دلاوی کا شرف نہیں بخش گی اس لیے نہ اپنی زندگی خراب کرو تاں بیچی کی۔ جہاں اماں کہتی ہیں چپ چاپ شادی کے لیے ہاں کر دو۔“ قرآن نے تفصیل سے بات کی تھی جسے مومن نے انہی کی تاثر کے خاموشی سے سنا تھا کہ ان بہن بھائیوں کے درمیان یہ بات چیت پہلی بار نہیں ہو رہی تھی۔

”کب میں کچھ کہہ سکتا ہوں۔“

”ہاں بولو لیکن غیر ضروری تو جچات مت پیش کرنا۔“ خراجیدہ تھیں۔

”پہلے پہلے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ شخص دنیا کا سب سے بڑا بے وقوف ہے جو جنگ میں ہار جانے کے خوف سے جنگ لڑے بغیر ہی ہتھیار ڈال دیتا ہے۔“

”یہ جنگ نہیں ہے بے وقوف۔ زندگی ہے زندگی۔“ وہ جیسے اس کی عقل پر دم کرتے ہوئے بولی تھیں۔

”دوسرا میں آخری سانس تک کوشش کرنے والوں میں سے ہوں۔“ وہ حرا کی بات کا نظر انداز کرتا ہوا بولا تھا۔ ”میں خود ملوں گا بڑی بیگم سے ان کی ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں پھر ان کے انکار کا کوئی ٹھوس جواز مانگوں گا۔“ حیا اپنی اماں اور بہنوں کے کنزیراٹو ہے لیکن کچھ معاملات میں اس کے خیالات ان سے جدا ہیں وہ بھی سمجھتی ہے کہ زندگی گزرنے کا ایک فارمولا ہر انسان پر لاگو کرنا غلطی نہیں ہے لازمی نہیں کہ جو کچھ بڑی بیگم یاد دہیہ کے ساتھ ہوا وہ ان سب کے ساتھ بھی ہو وہ بھی اس صورت جب وہ سب خود بخود بھی ہیں۔“

”ہونہ۔“ میں جاؤں گا بڑی بیگم کے پاس؟“ حرا اس کی نقل اتار کر بولی تھیں۔ ”رشتے کے لیے آئے والوں کو تو وہ دروازے سے ہی داخل نہیں ہونے دیتی خدا! اس چکر میں نہ خود پڑو نہ نہیں پڑنے دو۔“ وہ عاجز آ کر بولی تھیں۔

”اچھا۔“ پھر بات کریں گے اپنی انہی تو میں نے ایک دوست سے سنے جانا ہے۔“ وہ اس بات کو ایک بار پھر ادھر اچھوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا اسے بے بسی سے دیکھ کر وہ کی تھیں۔

○ ☆ ○ ☆ ○ ☆ ○

”مگنی۔“ ڈاکٹر حیدر حیران ہی تو رہ گیا تھا۔

”ہاں اس میں اتنا حیران ہونے والی کون سی بات ہے ڈاکٹر دعا کی مگنی کو چھ ماہ ہوئے ہیں ان کا فانیسی امریکہ میں ہوتا ہے وہ بھی ڈاکٹر ہے اسپیشلائزیشن کے لیے گیا ہوا ہے دو سال کے لیے۔“ ڈاکٹر فارہ نے جو کڈاکٹر دعا کی دوست بھی تھی، تفصیل بتا رہی تھی اس نے اپنی دھن میں ڈاکٹر حیدر کے دھواں دھواں ہوتے چہرے کو نہیں دیکھا تھا جس نے بھی آخری

حریہ میں سے چار گھنٹے وہ پارلر میں ٹریننگ کلاس بھی لیتی تھی۔۔۔ درمیان میں گھر کا جب دل کرتا چکر لگا لیا کرتی تھی کہ پارلر کا ایک دروازہ ملاؤنچ میں ہی کھلتا تھا۔

”شاہ جہاں..... پہلے پانی لاؤ اور پھر چائے جلدی۔۔۔ آج بہت بڑی رہتا ہے میں نے چار پانچ برائے لڑکی اپا ہمنٹ ایک ہی ٹائم پر ہے۔“

”جیانے کو پانی آواز لگائی تھی اور کرنے والے انداز میں صوفے پر بٹھے گئی تھی بڑی بیگم نے غنودگی میں جاتی دعا کا سر آہستہ سے صوفے پر رکھا اور بجلی کی تیزی سے جیا کے پیچھاں کھڑی ہوئیں۔

”تمہاں ولینز..... سانس لینے کی بھی فرصت نہیں ہے اس وقت مجھے۔۔۔“ تیل والی بوتل کا ڈھکن کھلتے اور ماں کو اپنے پیچھے کد کر جیا جیتی۔

”ایک تو یہ چیخ کر بات مت کیا کرو جیا..... میرا پیچہ کل۔“ شفا کتاب پر جھکے جھکے ناگواری سے بولی۔ دعا بھی جو غنودگی میں جاری تھی سر جھٹک کر سیدھی ہوئی۔ بڑی بیگم نے جیا کی چیخ دیکھ کر خاطر میں لائے بغیر اس کو دعا بوس کر رکھا تھا۔

”غضب خدا کا..... لوگوں کی شکلیں سنوارتے سنوارتے اپنی حالت دیکھو راز..... رنگ کیسا سنو لایا ہے اور بال کن بالوں پر میری سالوں کی ہفت اور کچھ بحال خرچ ہوئی ہے اے خدا تجھ نہیں ہونے دوں گی..... خیر در جوشور چلایا ہو نہیں تو بھگا دیتا ہے میں نے تمہاری لہٹوں کو بھی۔“ بڑی بیگم کی دھمکی پر جیا دیک کر بیٹھ گئی تاہم موڑ خراب ہی تھا شاہ جہاں نے پانی اور چائے اکٹھی لا کر رکھی تھی۔

”رکھو ایک منٹ۔۔۔ فریج میں سے فالے کا شربت نکال کر دو اس کو..... اسی چائے نے سب کے رنگ کا جس مارو دیا ہے۔ چائے نہ ہوئی آئینہ بن ہوئی..... ہر وقت چائے..... ہر وقت چائے۔“

”تمہاں.....“ جیا کو اسی شاہ جہاں اس کی حالت سے خط لیتا ہوا چائے اٹھا کر کھائیں کر گیا تھا۔

”جانے سے پہلے بی لیتا چائے بھی..... لیکن پہلے شربت یہ تاثیر میں۔“ بڑی بیگم جیا کے سر کا مساج کرتے ہوئے آہستہ آہستہ اس کو شربت کی افادیت پر پکچھو دے رہی تھیں۔

”جیا..... اس پل دعا کی دھڑا دھڑا پکار پر شفا نے ٹھک سے اپنی کتاب بند کی اصفانے بھی ناگواری سے دعا کو دیکھا تھا جو اپنے نام کی ڈاک کھول کر اس پر جیسے جیسے نظر دوڑا اسی جی منہ کے ذریعے بکڑتے جا رہے تھے۔

”کیا ہے.....؟ ایسے بھائی ہیں جیسے عدالت میں مجرم کو بلایا جاتا ہے اپنی وارنٹ رو ب سیٹ کر رہی تھی۔“

”وارنٹ رو ب کی کچھ گتی یہ اس ماہ کار پورٹ کا ڈر ہے تمہارے انسٹیٹیوٹ کی طرف سے“ غضب خدا کا ایک مینیج میں سات چھوٹیاں اور چوچا ریشم شیدیہ ان میں پرفارمنس اتنی لوڑ۔۔۔“ دعا میں اس پل جیسے کوئی خوف اور دوس گھس گئی تھی۔

”وہ دعا آئی.....؟“ جیا بھلائی۔

”سوچو ڈس اپنا تنگ کیا۔ کیا ہے یہ؟“ مفا بھی لیپ ٹاپ کو بھول کر میدان میں آئی شفا کے بھی تاثرات دونوں بہنوں جیسے ہی تھے۔

”تمہاں.....“ جیانے رو ہنسی ہو کر بڑی بیگم کو مدد کے لیے پکارا۔

”ٹیمٹ تمہارے ہیں یا تمہاں کے.....؟“ شفا ڈھٹ کر بولی تھی۔

”میں نے بتایا تھا تمہاں کو۔“ وہ ہنسنی۔

”کیا بتایا تھا تمہاں کو..... اور ماں کا کیا اھل تمہاری اسٹڈیز سے؟“ دعا اس کار پورٹ کا ڈر لہرا کر بولی۔

”بھئی بات دراصل یہ ہے کہ جیابنتی پہلے سے نہیں کچھ سمجھتا رہی پڑھائی کی وہ ان کتابوں کو دیکھتی ہے تو اس کو نیند آنے لگتی ہے اور پڑھنے بیٹھتی ہے تو سر درد شروع ہو جاتا ہے۔“ بڑی بیگم تیل والی بوتل بند کر کے صوفے پر بیٹھی تھیں۔ جیاب کو بھی ہاتھ پکڑ کر ساتھ بٹھالیا وہ تو جیسے اسی ملک کو ہی ڈھونڈ رہی تھی فوراً ہی مظلوم بن کر ماں کے کندھے پر سر رکھ لیا۔ جبکہ جیاب کے علاوہ ان تینوں کے چہرے پر ناگواری اور غصے کے طے جلے تاثرات تھے۔

”اماں، مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ آپ اس کو جان بوجھ کر غلط قسم کی نفور سے دی ہیں؟“ دعا کا بس نہیں چل رہا تھا جیاب کو پکڑ کر وہ تھنری رسید کر رہے۔

”بھئی تم لوگوں کو شوق تھا پڑھنے کا تو تمہیں کب روکا میں نے سلم کے راستے پر چل کر کامائی کی منزل تلاش کرنے سے۔ اماں کا دل نہیں لگد ہا تو اسے بھی ویسے ہی آزادی ہے اپنی مرضی کا پروفیشن چننے کی۔“

”مائی ڈیر اماں! ماسٹریٹ کے ایجوکیشن کے بغیر پروفیشن نہیں بنے آج دنیا چاند پر چڑھی گئی اور ہماری ٹکی بہن میٹرک میں صرف فرسٹ ڈیٹن لے کر پروفیشن چننے کی بات کر رہی ہیں کیا بات ہے بھئی؟“ دعا کو سب سے زیادہ غصہ تھا جیاب اماں میں کچھ زیادہ ہی کس ٹکی تھی۔

”جیاب! ایسے چہننے سے کام نہیں چلے گا بتاؤ جو بھی پرابلم ہے انشینیوٹ چیلنج کرنا ہے تو وہ کرا دیتے ہیں؟“ صفا قدرے نرمی سے بولی تھی۔

”بھئی انشینیوٹ تو ٹھیک ہے۔“ وہ منہ مائی تھی۔

”اماں شاہ جہان کو کہیں مجھے جائے دے جائے میرے کمرز آگئے ہوں گے۔“ جیاب مسئلے کو وہیں چھوڑ کر کچر لگا کر جوتا پہن کر بغیر کوئی ہجرہ کیے چلتی ہی تھی۔

”دل لگتا ہے یا نہیں؟“ نیند آتی ہے یا سر درد اسٹینڈیز تو کمپینٹ کرتی پڑے گی ہر صورت نیکسٹ رپورٹ کارڈ ایسا ہوا تو میں تمہیں ہاسٹل بھجوا دوں گی اور اماں اس معاملے میں آپ چپ رہیں گی پلیز۔“ دعا کے فیصلے پر بڑی بیگم جو کچھ کہنے لگی تھیں چپ ہو گئی تھیں۔

”کسی قسم کی ہیلیپ چاہیے ہوگی تو میں پڑھا دوں گی ویسے بھی کل کے وائپو اسکے بعد میں فری ہوں۔“ شفا نے بھی اس بار نرمی سے بات کی تھی جبکہ صفا کی ایک ضروری کال پر وہ سب خاموش ہو گئی تھیں۔ بڑی بیگم اب بھی حیدر چھپتا کر اسے خاموش لسل دے رہی تھیں۔

”یا میرے مالک..... مجھے اس بٹلر نو لے کے ظلم سے بچالے۔“

جیاب نے دل ہی دل میں دعا کی تھی۔



آج ڈاکٹر حیدر کے دل کی کلی کھل گئی تھی کڈ انڈر دعا کی ڈیوٹی اس کے ساتھ تھی۔ حالانکہ اس کی منگنی کا سن کروہ کہتے ہی دن بے بسی و بے چل کی کیفیت میں رہا تھا مگر اس دل کا کیا کرتا جو ڈاکٹر دعا کو کچھ کر رہا تھا کہ ہیک ہیک جاتا اور وہ دل کی اس بے ایمانی پر حیران رہ گیا جب ڈیوٹی چارٹ پر اوور میں اپنی اور دعا کی ڈیوٹی کے بارے میں پڑھا۔

”اور سنایاں ڈاکٹر دعا۔“ گھر میں سب ٹھیک ہیں؟“ عادت سے مجبور ہو کر اس نے پوچھا جب بریک میں تھوڑا ٹائم ملا تھا کڈ دعا کو کچھ کر اس کا دل اس سے بات کرنے کو کھل جاتا تھا۔

”جی الحمد للہ۔“ دعا نے مختصر جواب دے کر بریک میز پر رکھا اور کرسی پر بیٹھ گئی اول ہی دل میں یہ دعا کرتے ہوئے کہ کاش یہ بندہ چپ کر کے بیٹھا رہے یا کوئی اور ہی اس وقت وہاں آ موجود ہو سوسا نے موبائل نکال کر خود کو قہقہہ داس میں

ایسی حقیقت کی داستان جو سورج کی روشنی میں
ہمیں کہیں دیکھائی نہیں دیتی لیکن بدرجہ اتم موجود ہے
اس طقت کی روداد جو آج کے دور میں اپنا آپ مسنوا چکی ہے
شب کی تاریکی میں، پردوں کے پیچھے جگمگ کرتی روشنیوں کی داستان

مصنفہ

صابرہ
قریشی

شب کی تاریکی

اس بیان کی گہرائی کے ساتھ ساتھ اس کی لطافت بھی

خواتین کی خود مختاری کے نام سے چلائی گئی تحریک نے
عورت کو کہاں پہنچایا عورت کی طاقت کی سرگوشٹ

شب کی تاریکی میں اپنی طاقت کی چکا چوند روشنی سے گہراہیوں کی دلدل
میں اپنے نام کی لٹاکر پر مدہوشی میں سرمست من چیلوں کی داستان
ہر ایکے دار اپنے، مکی روشنی سے شب کی تاریکیوں کو کیسے سنو کر رہا ہے جانے کے لیے
پڑھیں، موصوفہ صغیرہ قریشی کے مستملے لکھا گیا ایک سحر انگیز شاہکار ناول

ناقصہ
ناقصہ

کے صفحات پر بہت جلد ملاحظہ کرنا نہ بھولیں

www.naeyufaq.com. Email: editorufaq@naeyufaq.com

معروف ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔

”کتنے بہن بھائی ہیں ڈاکٹر دعا آپ لوگ؟“ ٹھٹھک سے اگلا سوال آیا۔ دعا دل میں جھنجھلا کر رہ گئی۔

کایا یوں بناؤ مجھے بیٹہ جائے۔

”ہاں ملال..... حیا سے کہیں جو دونوں کس میں اس کے ذمے لگا کر آئی تھی وہ تیار کر کے رکھے گی میں نے نیسٹ لینا جس کا..... آپ نے دوئی لے لی؟“ جواب میں بڑی بیگم نے کیا کہا تھا وہ نہیں سنا تھا جبکہ وہ ہدیہ کہہ رہی تھی۔

”کام کرنے مت کھڑی ہو جائیے گا بچن میں..... جیا کچھ نہ کچھ بنائے گی شاہ جہان کے ساتھ لڑ کر..... جی جی میں لیتی آؤں گی واپسی میں.....“ اور شکل ثابت ہوا دعا کے لیے کہ بکلی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے ڈاکٹر حیدر بڑے اشتیاق اور عقیدت سے اس کی گفتگو کر رہا تھا۔ اسی دوران چائے والے لڑکے نے چائے کی ٹرے لاکر ٹیبل پر رکھی۔

سنیکس بھی ساتھ ہی تھے..... دعا جو حیدر کے سولیات سے بچنے کے لیے کال لینی کرنے کا ارادہ رکھتی تھی اب اس کے انتہا کس سے نکلے کر کال کاٹ دی تھی۔ حیدر نے چائے کا کپ اور سنیکس کی پیٹ اس کے سامنے رکھی تھی۔

”سنیکس.....“ دعا نے چائے کا کپ اٹھا لیا تھا۔

”فاد کیا کرتے ہیں آپ کے؟“ ڈاکٹر حمید کے اگلے سوال پر دعا کے چہرے کے تاثرات عجیب سے ہو گئے تھے۔

”وہ سمجھ ہوگئی ہے ان کی ...“ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر سناٹ سے تاثرات ابھرے تھے۔

”لوہہ..... آئی ایم ریلی سوری.....“ وہ شرمندہ ہو کر محذرت کرنے لگا۔

”اے بسو کے۔“ کہہ کر دھانے چائے کا کپ میز پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”کہیں۔۔۔ ابھی تو کچھ نام ہے کیا میرا سوالیہ برا ٹک گیا آپ کو میں حوی کرتا ہوں۔“ ڈاکٹر حیدر گھبرا کر ساتھ ہی

کمز اور کیا تھا۔

”جہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں نے ڈاکٹر خالد سے ملنا ہے ایک کیس کے سلسلے میں پھر وارڈ میں ملے ہیں۔“

وہ قاتل اسٹیج پر اسکوپ اور بیگ اٹھا کر باہر چلی گئی تھی۔ ڈاکٹر حیدر غوث مل سانس لے کر دوبارہ بیٹھ گیا تھا ڈاکٹر دعا کی

ہم اسی میں گزارے گئے یہ پہل بھی اس کیدل کے نہاں خانوں میں ہمیشہ کی طرح محفوظ ہونے والے تھے۔

○..☆○☆..○

”میں کیا ہاؤں آپ کو کہہ لوں نے کیا حشر کیا ان خواتین کا بیچاری رو دینے کو میں.... آپ سب کو کال کرنے کی

کوشش کی مگر دعا اور صفا کا نمبر آف ملا شفا کو میں نے خود نہیں کمال کی کہ وہ دایا میں مصروف ہوئی اور ہر سے انہاں کو سنبھالوں

ادھر سے ان خواتین کو کہوں کہ خدا کے لیے واپس چلی جائیں کہ رشتہ لے کر آنا تو بہت بڑی بات ہے اور اے کھڑوینہ کر

بھی ممنوع ہے۔“ حیاتِ تیز بولتی ہوئی ان چادروں کو بتا رہی تھی چادروں کے چہروں پر الگ الگ تاثرات تھے۔

”شاہ جہان...“ جیانی نے سامنے سے کھڑے شاہ جہان کو جی سے پکارا تھا۔

”جی ہاں...“

”باہی کے بچے... تمہیں س لیے اسی اسٹرکشنز ڈیلی میس پر مبنی ہیں کہ تم منہ اٹھا کر مٹاشا دیتے رہو۔ جیائے

اس کا اثر ہوا ہوں لیا جبکہ باقی بہنوں کے چہروں پر ہی موم دیکھ کر جیسا کہ اسی کا اثر ہے۔

بابی .. کسی سے کیٹ ہٹا پھوڑ کے میں باہر سودا لینے لیا تھا کہ پیچھے وہ باجیاں مندیاں ہیں جب وہاں آیا ہوں

بیگم پوری غارم میں تھیں۔ "شاہ جہان کے جواب پر وہ نے اسے نکلیں دیکھائی تھیں۔
 "مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہی کہ ہمارے ارد گرد کس کو ہی اس فرما کر کہ شہزادہ کا ہوا ہے جو ہمارے گھر کا حصہ ہیں اس لیے جاننے والا کوئی یہاں قدم نہیں بھر رہا۔ پوری کی کوئی خواتین ہوں گی...." صفائی سوچتے ہوئے کہا۔
 "پہلے پہلے تو پوری بیگم نے تو واضح بھی کی چائے اور بسکٹس سے جب تک انہوں نے مدعا بیان نہیں کیا تھا مگر جیسے ہی وہ اس طرف آئیں وہاں میں دھماکے دھماکے..."

”بیک بک کم کیا کرو، مختصر بات کیا کرو۔ کس کے لیے پیغام لائی تھیں؟“ دُعا نے غصے سے پوچھا۔
 ”پیغام تو کوئی نہیں دے کے تھیں، اتنی بری حالت میں بھلا آپ کو کیا پیغام دیتیں؟“
 ”نہں کو کبوچل تم کر سہانی..... ورنہ میں اس کا وہی حشر کروں گی جو ماں نے ان عورتوں کا کیا ہے۔“ جیوا ساڑی تھی
 شاہ جہان کے بے سرو پا لگنے پر۔

”جہاں کے لیے رشہ لائی تھیں پار میں ایک دو بانائی ہوں گی شاید..... یہ تو ہے ہی جاہل اس پر پڑھے لکھے افاضاء ضائع مت کیا کریں اس کی موتی منحل کے مطابق سولہ پوچھا کریں۔“ حیانے پتا نہیں شاہ جہاں سے کب کا بدلہ چکا یا تھا جہاں شاہ جہاں نے منہ لٹکایا تھا۔

”کون سا میری کسمرک کا یہ حال کیا... اب کون سا ناگوار کر کے کامیرے پارلر... جانے کون تمہیں...؟“ وہ وہاں سی ہوئی۔

”بد نصیب“۔ شاہ جہاں نے ہی منہ میں بڑبڑایا تھا۔
 ”مجھے تو اس کی آج تک یہ لالچ کبھی نہیں آئی کہ رشہ میں ویسا نہ دوسرے سیدھے سجادہ انکار کر دیں دوسروں کی
 بے عزتی کرنے کی اور اپنی طبیعت خراب کرنے کی کیا ایک ہمتی ہے؟“۔ شعلہ کے انداز میں بے چارگی تھی اس لمحہ بڑی
 تپک کے ٹھٹھکانے کی آواز سن کر وہ سب چپ ہو کر رہ گئی تھیں۔
 ”۳“ نہیں لانا بیٹھیں۔۔۔ حیاتا تیری تھی کہ بی بی ثروت کو کیا تھا آپ کا۔۔۔ اب کسی طبیعت ہے آپ کی؟“ دوعانے
 آگے بڑھ کر ان کو تھا اور صوفے پر لایا تھا۔

”ضرورت ہی کیا ہے اماں..... اتنا پتھر ہونے کی کہ انسان کو اپنی جان کے لالے پڑ جائیں بھڑا میں جائیں۔“ صفا کا انداز سمجھانے والا تھا۔

”میں سمجھوں گی بھانڈ میں ان سب کو جو بھی میری بیٹیوں کا نام لے گا۔“ وہ زور سے بولی تھیں۔ ساری، ہنسنے
طویل سانس لی تھی، اماں اس معاملے پر کوئی بات سننے پر بھی آمادہ ہی نہیں ہوئی تھیں۔

”یہ ساری دنیا میری بیٹیوں کی دُشمن ہے۔۔۔۔۔ اسی دنیا نے تل کر پہلے سرین کی اور اس کی بیٹیوں کا تشاؤ کیا پھر میری دو بیو کو اس دنیا نے تل کرے با دو کروایا۔ ہائے دو لیجئے۔ بڑی تنگم دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔ ساری ہی ان کو سنبھالنے کے لیے ان کی طرف لپکی تھیں۔

”اب یہ دنیا میرے جگر کے کٹڑوں کا وہی حال کرنا چاہتی ہے جس نے جس نے دلوں کی مٹس ہر اس بندے کا وہی حال کروں گی جو میری بچوں کا نام لگا۔“ ”دن۔“ ”ہنہ ساری دنیا میری بچوں کی دُن۔“ ”ہنہ تم سب کا وہی حال کرنا چاہتی ہے نہیں ہونے دلوں کی مٹس نہیں ہونے دلوں گی۔“ وہ نہانی انداز میں کہہ رہی تھیں۔

”صفا جلدی سے آپرٹس لاؤ۔“ دعا نے ان کی نبض پکڑتے ہوئے کہا تھا۔

”ہاں۔۔۔ آپ تسلی رکھیں! ہم اپنی زندگی میں بہت خوش اور مطمئن ہیں اور ہم آپ کو کبھی بھی چھوڑ کر نہیں جائیں گی! آپ اس طرح مت سوچا کریں! یہ تو آپ اپنی طبیعت بگاڑ لیتی ہیں۔۔۔ آپ کو کچھ ہو گیا تو ہم کیا کریں گی۔“

شفان کے قدموں میں بیٹھ کر ان کے ہاتھ قاضی مسان سے کہہ رہی تھی۔۔۔ بڑی جینکے سر ہلایا تھا اور اب گہرے گہرے سانس لے رہی تھیں۔

”تم لوگ میری بہت قیمتی متاع ہو جس کو میں نے دنیا کی نظر سے بچا کر رکھا ہے تم لوگوں کو گرم ہوا بھی چھوئے میں نہیں برواشت کر سکتی..... یہاں لوگ میری متاع کو بھی مجھ سے چھیننا جاتے ہیں کیوں نہیں چھین لینے دیتے یہ لوگ مجھے کیوں نہیں ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیتے۔“ صوفی کی بیک پر سر نہ لگائے دھا ہٹا ہٹا ہول رہی تھیں۔

”ہاں... کسی کی بھی جرات نہیں ہے آپ کی متاع کو آپ سے چھیننے کی ریلیکس کریں خود کو شاہاں، ہر ماں بنیاں ہی ایک دوسرے کا ہر رشتہ ہیں خدا کی قسم ہمیں آپ کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔“ دعا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں اشفا پانی کا گلاس لے آئی تھی۔ دعا جانے اپنے میڈیٹل ہاؤس سے ایک اینٹی ڈپریشن ڈاکٹر کو کھلائی تھی اور اب وہ ان کا دھیان بنائے گا اور ادھر کی باتیں کر رہی تھیں تاوقت یہ کہ ان کی حالت نہ بدل جاتی... ہر بار ایسی ہی صورت حال میں ان سب کو ان ہی حالات سے گزرنا پڑتا تھا۔

○.....☆○☆ .. ○

”کیسے؟“ ”جیابھی اماں کی کھل والی حالت کے بعد پریشان ہی تھی کہ اس بار کے دورے سے اماں اب تک بڑھ چالی ہیں۔“

”میں جانتا ہوں کہ آئی نسرین نے بہت کٹھن وقت دیکھا ہے بہت ہمت اور حوصلے سے مرانا دار زندگی کی کٹھنائیوں کا مقابلہ کر کے تم سب کو ایک بہترین زندگی دی اور بہترین انسان بنایا لیکن اس سارے سلسلے میں آئی خراب حسین کی مشق تو ہیں لیکن...“ وہ سوچ سوچ کر بول رہا تھا۔

”لیکن...؟“ حیا کا اعجاز بچھا بچھا سا تھا۔

”مجھے لگتا ہے کہ آئی کو کچھ نفسیات مرض بھی لاحق ہو گئے ہیں اور ان کا علاج ہونا چاہیے تاکہ ان کے نظریات خیالات جو اس بیماری کی وجہ سے تبدیل ہوئے ہیں ان میں ان کا ساتھ دیا جائے۔“

”مطلب...؟“ حیا کے لہجے میں حیرت تھی۔

”مطلب یہ کہ دنیا میں ہر انسان ہی حالات کی چٹکی میں پھنسا ہوا ہے کبھی زیادہ کبھی کم... کچھ لوگوں کا نئی نرسن کی طرح زیادہ سفر کرنا پڑتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ جیسے آئی کے ساتھ ہوا یا جیسے دو دیوہ کے ساتھ ہوا ویسے ہی لوگوں کے ساتھ بھی ہو... تم سب پر مبنی لکھی سمجھد اور ان کے اس نظریے سے سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں کوراج کرنے کی بجائے ان کی برین واشنگ کرو۔ لوگ ظالم نہیں ہیں آئی کی سوچ نے ان کو ظالم سمجھ رکھا ہے دعا ماشاء اللہ سے ڈاکٹر سے وہ اس سلسلے میں ان کی خود بھی مدد کر سکتی ہے اور کسی بھی سائیکالٹرسٹ سے ان کا علاج کر سکتی ہے ایسے تو زندگی تم سب کے لیے بہت مشغ ہوجائے گی زندگی کو ایسے نہیں برتا جاتا جیسے آئی برتا چاہتی

نے تبصرہ کیا کہ مسئلہ اس کی سمجھ میں آیا تھا۔

”اگر وہ لوگ تھوڑے بہت تمہارے رشتہ دار ہیں تو پھر برادر کی بیویوں کو لے جاؤ وہ ان کو سمجھائیں کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ کوئی شرانگلتا میں منوانے کی کوشش کریں، کوئی قتل ہوگا۔“ عمر پر جوش ہوا۔
 ”برادر سے تو عرصہ ہوا انہوں نے تعلق ہی ختم کر دیا۔ آج اب بھی ٹینڈو دینا بھی۔۔۔۔۔“
 ”بس بھائی۔۔۔۔۔ پھر تو اس لڑکی پر فاتحہ پڑھ میرے بھائی۔“ عمر نے مشورہ دیا۔

”پھر تو یہی مشورہ اپنے آپ کو بھی دے۔۔۔۔۔ میرے معاملے میں لڑکی کی املاں کا مسئلہ ہے۔۔۔۔۔ تو میرے معاملے میں لڑکی اڑیل ہے۔۔۔۔۔ تجھے بھی پتا ہے پیارے بیدل کے معاملے ہیں دل کے۔۔۔۔۔ اور بیدل سے بڑھ کر ضدی اور اڑیل چیز ہے ہی نہیں دینا میں۔“ وہ اب جیسے اپنے آپ پر ہنس رہا تھا۔

”میں یہاں تم سے تیرا مسئلہ سننے آیا ہوں اور تو نے مجھے میرے مسئلے میں الجھا دیا۔۔۔۔۔ تو پتا۔۔۔۔۔ ناراض حسینہ کی کیا اسٹوری ہے؟“

”کہاں تک سنو گے؟ کہاں تک سنائیں۔۔۔۔۔؟“ عمر نے بات ہنسی میں اڑائی تھی۔

○...☆○☆○...○

”اماں۔۔۔۔۔ ایک بات پوچھوں؟“ حیا بڑی بیگم کی گود میں سر رکھ کر لکٹی تھی وہیں لاؤنچ میں باقی ساری بھی موجود تھیں جیسا شفا کا پیش کردہ ہی تھی صفا کا آج کوئی آفس ورک نہیں تھا سو وہ موبائل ہاتھ میں لیے کپڑوں کی کسی لیکشن کو دیکھنے میں مصروف تھی۔۔۔۔۔ دعا بھی ڈھولی سے لوٹنے والی تھی اس کے آنے پر ہی کھانا کھایا جاتا تھا شاہ جہاں کو نے میں بیٹھا ایل ای ڈی پر نظرس گاڑے ہوئے تھا جہاں لادو حنا سے پھر ہر ایک فلم چل رہی تھی۔

”ہم کو لادو تھے بابا کی تو بھی تو ایسا ہوا ہوگا کہ ان کو ہم پر بہانا آیا ہو۔۔۔۔۔ کوئی بھی رشتہ ہو اس کے درمیان ہمیشہ ایک ہی جذبہ نہیں رہتا۔۔۔۔۔ جذبیوں میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے کوئی اپنی اولاد سے عمر بھر کیسے نفرت کر سکتا ہے؟ کچھ مل تو ایسے آئے ہوں گے ان کی زندگی میں جب انہیں ہم پر بہانا آ ہوگا۔“ حیا کی آواز میں جو حسرت اور عروسی تھی اس نے اس کی بہنوں کو جو نکلی تھی تھا کہ بڑی بیگم کے ہاتھ میں اس کے سر میں ساکت ہوئے تھے۔

”حیا۔۔۔۔۔ تم کیا املاں کو پریشان کر رہی ہو؟ منقول سوالات کر کے۔۔۔۔۔ اٹھو اور اپنی بکس لے کر بیٹھ۔“ صفائے ڈاسٹے والے اعزاز میں کہا تھا۔

”اماں۔۔۔۔۔ حیا نے منہ سورا۔

”تھیں بھئی۔۔۔۔۔ کوئی پریشان نہیں کیا اس نے؟ ذہن میں آیا ہوا سوال ہی تو پوچھا ہے اس نے۔۔۔۔۔“ بڑی بیگم نے رسالہ سے کہا۔

”نور میں نے تو تم سب کی تربیت ہی اس بیچ پر کی ہے کہ اپنے ذہن کی ہر الجھن ہر سوال کو باہر نکال کر اس کا جواب ڈھونڈ لو اور اس کا حل تلاش کرو پھر اگر چچاں اپنی ہر الجھن اپنی ماں سے بیان کرنے لگیں تو معاشرے میں رتو کوئی نیکی اپنی جھٹن کو باہر نکالنے کے لیے کوئی جس زدہ روزن ڈھونڈے نہ ہی کوئی چورہ روزہ۔۔۔۔۔ جس دن اس معاشرے کی ہر ماں اپنے بچوں کی نیکی بن گئی سمجھو کہ معاشرہ انتشار سے نکل گیا دنیا جنت بن جائے گی۔“ بڑی بیگم بہت پیار سے پھر حیا کے بالوں میں اگھیاں بھیرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

”اور سچ۔۔۔۔۔ جہاں تک سوال ہے تمہارے اس سوال کا تو اپنے خون کے رشتوں کے لیے تو محبت کے سوتے کہیں اعلیٰ سے ہی پھونکتے ہیں۔۔۔۔۔ تمہارے بابا کے دل میں بھی یہی تقیہ محبت ہوگی تم لوگوں کے لیے۔“ وہ جیسے کسی عجیب سے

ایشاء گل
دوستی ہوگی آخر

وہ ہوا تھی، شام ہی سے راستے خالی ہو گئے
وہ گھٹا برسی کہ سارا شہر جل تھل ہو گیا
میں اکیلا اور سفر کی شام سے رنگوں میں ڈھلی
پھر یہ منظر نظروں سے بھی اوجھل ہو گیا

جاری رہیو اپنی ماں کے منہ سے اپنی شان میں نکلتے
قصیدے سن کر بڑبڑائی۔

”جہاں نہیں کب سنے گی یہ کسی کی اللہ ہی حافظ ہے اس
لڑکی کا تو خیر ماہِ حضور میں بھجوانی ہول چائے۔“ حمیرا رینو
کی مزید تعریف کرتیں پلٹ گئیں۔

”اف میں کب تک پھنسی رہوں گی یہاں اگر تھوڑی دیر بھی اور رک تو فوت ہو جاؤں گی اور“ اور سہ آگے اس کی زبان کو جسے لقو، ہومیا آ نکلیں خوف کے مارے سہنے کو آ نکلیں جسم کا چہرے لگا کیونکہ لال بیگ اپنی کڑی آنکھوں سے اسے ٹھوٹا رک کر اس کی طرف ہی آ رہا تھا۔ پورا خاندان جانتا تھا کہ ریونڈیزم کیڑے کوڑوں سے کتنا ذوقی ہے بلکہ دور سے دیکھتے ہی بے ہوش ہونے اور

ہماری ہی حال چلتی وہ ملاوٹے کمرے کی دہلیز تک رہی اور بڑی بڑی آنکھیں ہٹا کر دیکھا۔ کمرہ خالی تھا یعنی راستہ صاف تھا۔ اب کے اس نے بڑی بڑی آنکھوں کو زخم کرتے ہوئے قدرے چھوٹا کیا اور مطلوبہ چیز نظر آتے ہی ایک ہی جھٹکے لگا لی اور اس تک جا پہنچی فوراً سے اس چیز پر ہاتھ صاف کیا اور ”مڑے مڑے“ کہتی واپس پلٹنے لگی مگر کسی کے کھانسنے کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

”لوہ تیری یہ تو دادا ہیں اب کیا کروں... کیا کروں... ہاں یہاں چھپ جانی ہوں۔“ اس نے سوچنے میں زیادہ وقت برداشت کیا اور فوراً سے پہلے بیڑ کے نیچے گھس گئی مگر یہ کیا۔۔۔ اپنی اتنی مٹی اور جالے۔۔۔ بائشکل اس نے اپنی کھاسی کا گھاگھوٹا تھا۔

”ارے بھئی میزی چائے نہیں آئی ابھی تک۔ کہا بھی تھا کہ کمرے میں جھجوا دیتا“ دادا صاحب قدرے اونچا بلوے تو روڑا دے کے باہر سے گزرتیں میرا نے دک کر اندر جھانکا۔

”تو یہ ہے ایک کام کہا تھا رینو کو وہ بھی کرتے ہوئے
موت آئی ہے اس لڑکی کو اور اب مانجانے کہاں دفعان
ہوئی ہے۔“ جبکہ بیڈ کے نیچے تقریباً سانس روکے ہے

پاس سے دیکھتے ہی مرنے کے قریب پہنچ جاتی ہے۔

”تم جیسا طوفان تو سات سلسلوں کو مار کے بھی نہیں مارتا۔“ سامنے کھڑا مضبوط اور چمڑے سینے والا مرد یعنی زوہاب اجمان حسرت اور افسوس سے بولا تھا۔ رینو نے سر اٹھا کر نا بھیجی سے اسے دیکھا اور پھر بولی۔

”آپ نے مجھے طوفان کہا۔“ آواز میں صدمہ تھا جبکہ زوہاب نے اس کی کم عقلی پر افسوس کرتے ہوئے اسے دیکھا کیونکہ رینو نے اس کی پوری بات کو سمجھا ہی نہیں تھا ورنہ صدمہ اس سے بھی ڈھل ہوتا اور وہ اس کی بات کو غلط ثابت کرتے ہوئے اس صدمے سے واقعی مر جاتی۔ رینو تو ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی تھی اس سے پوچھنا بے کاری تھا مگر پھر بھی زوہاب نے پوچھ لیا۔

”یوں آندھی طوفان کی طرح زینے کیوں اتر رہی تھیں؟“ وہ وہ میں۔ اس کی زبان لڑکھرائی۔

”کیا وہ میں سیدی طرح ہٹاؤ پھر کوئی شرارت کر کے آتی ہو پھر کوئی کام خراب کیا ہے۔“ زوہاب نے کڑی

”اللہ جی مجھے بچا لیں آج کے بعد کوئی چوری والا کام نہیں کروں گی پلیز پلیز۔“ وہ روتے ہوئے دعا کر رہی تھی اور جب ہی اس کے کانوں میں آواز آئی اس نے غور کیا تو وہ دادا کے خرافوں کی آواز تھی۔

”یہ تو سو بھی گئے ہائے شکر ہے، لگ۔“ وہ شکر ادا کرتی بیڈ کے نیچے سے فوراً رول ہوتی نکلی مگر پھر بھی احتیاط سے سر اٹھا کر کے دادا کو دیکھا جو واقعی سو گئے تھے اس نے پھر یہاں دیکھا نہ وہاں اور غریب سے کمرے سے باہر بھاگی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی باہر آئی اور برق رفتاری سے بیڑھیاں اترنے لگی مگر آخری سیڑھی اترنے کی دیر تھی کہ کسی وجود سے ایک زور دار ٹکڑ کھا کر لڑکھرائی ہوئی دھڑام سے چپکے ناکلڑ والے فرش پر جا گرے۔

”اولی ماں۔۔۔ مر گئی۔“ گھبراہٹ بکڑے وہ زور سے چلائی ہاتھ میں بکڑا چشمہ جو وہ دادا کے کمرے سے چوری کر کے لائی تھی چھوٹ کر زور جا گھڑا تھا۔



”نہنہ۔“ ہاتھ نہیں کیا سمجھتے ہیں خود کو گھمنڈی کہیں
 کے۔“ وہ تلملائی ہوئی آگے بڑھی اور جبکہ کرچہ اٹھایا
 مگر شوخی قسمت کہ جسے کی دلوں آنکھیں زخمی ہو چکی
 تھیں مگر ہاتھ سلامت تھے۔

”ہائے ربایہ تو ٹوٹ گیا اگر دادا کو پتا چلا تو... کیسے پتا
 چلے گا کسی نے کون سا اسے میرے پاس دیکھا ہے۔“

ساتھی وہ مطمئن ہوئی۔ بات اصل میں یہ تھی کہ ریو
 میڈم کے کالج کے ٹیٹ میں پچھتر فیروں میں سے کسی
 میں نہیں تو کسی میں ہیں آئے تھے اور آج دادا حضور نے
 اس کے ٹیٹ چیک کرنے تھے یعنی آج اس کی کلاس
 لگنے کا دن تھا۔ دادا کی نزدیک کی نظر چونکہ کمزوری بلکہ کافی
 کمزور تو اس چیز کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ریو نے ان کے
 مونے پیشوں والے جسے کو ”خشی منی“ چوری کے زمرے
 میں سے ہوئے غائب کر دیا مگر یہ کام جتنا اس نے
 آسان سمجھا تھا اتنا تھا نہیں اس دوران اسے دو دفعہ پھنسا
 ہوا ایک ہار بیڈ کے نیچے تو ایک بار زوہاب کے سامنے مگر جو
 خشی تھا اب وہ مطمئن تھی۔ کل پر سون تک وہ زخمی چشمہ
 واپس اپنی اصل حالت میں ہی جاتا تھا۔

ریو یعنی باپیاں اس گھر بھری انگوٹھی اور افلاطون لڑکی تھی
 انیس سال کی تھی اور ایف اسے کر رہی تھی۔ بڑھائی میں
 بس پوری سوری ہی تھی مگر اسے لائق نمبر سے لے کر پاس ہو
 ہی جاتی تھی۔ کام کاج کوئی آتا نہیں تھا تب ہی ٹی ٹی
 حرام کے ساتھ ساتھ ریو فوف اور کم عقل کے القابات سے
 بھی مشہور تھی مختصر یہ کہ اس کا شمار اچھے بگل، پوری ٹی اور
 معصومیت بھری حسین صورت والی لڑکیوں میں ہوتا تھا
 جبکہ وہ ریو طرف زوہاب اور بلو یعنی بابر دلوں بھائی ریو
 کے تایا زاد تھے۔ زوہاب کا شمار کھدار سلجھے ہوئے چنڈم
 مردوں میں ہوتا تھا جبکہ بلو ابھی ساتویں جماعت میں تھا
 وہ چھوٹا مگر تیز طرار تھا۔ ریو کے کاناٹوں کی خبریں اکثر
 اسی کے ذریعے گھر والوں کے کانوں تک پہنچتی تھیں۔



”اماں کب آئے گی ہماری گائے۔“

نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔
 ”نہنہ نہیں تو... کچھ بھی تو نہیں کیا میں نے آپ
 چاہیں تو قسم لے لیں۔“ پیر کا درو بھلائے وہ یکدم اٹھ
 کھڑی ہوئی اور تیزی سے بولی۔

”اچھا تو پھر کھاؤ قسم۔“ زوہاب بھی ڈھیٹ بھاڑ سے
 سے بولا۔ ریو نے نظریں جھکاتے ہوئے تنہا ٹکڑے ٹکڑے
 میں تنہی کٹتی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔ یا اللہ اس ٹکی
 مزاج، کھڑوس، اکثر و انسان کو ہمارے گھر ہی پیدا کرنا تھا۔
 ”کیا ہوا... ہو گئی جی کل، اڑے گئے طوطے۔“

”آپ کی قسم زوہاب بھائی۔“ زوہاب کی بات منہ
 میں ہی دھوڑ رہی جب اس نے جھٹ سے اس کی قسم کھائی
 تھی اور زوہاب کے گویا اپنے طوطے اڑ گئے وہ ہکا بکا کھڑا
 رہ گیا۔ ریو کوئی شرارت نہ کر سکتا تھا ابھی نہیں سکتا تھا۔
 ”واپس لو اپنی قسم۔“ وہ غصے سے بولا۔

”کیوں زوہاب بھائی آپ نے خود ہی تو...“
 ”وہ لگاؤں گا نہیں۔“ کیا کہا نہ نہیں واپس لو اپنی
 قسم۔“ اس کی جھوٹی قسم اسے اوپر ہی نہ پہنچا دے کیونکہ
 یقین تو اسے ایک پر حلف بھی نہیں تھا ریو پ۔

”اوکے اوکے میں اپنی قسم واپس لیتی ہوں لیکن...“
 میں نے واقعی کوئی شرارت نہیں کی۔“ اور وہ سچ ہی تو کہہ
 رہی تھی اس نے نہ ہی کوئی شرارت کی تھی نہ ہی کوئی کام
 خراب کیا تھا اس نے تو خشی منی کی چوری کی تھی۔

”اور یہ دو پٹاؤ ہنگ سے لیا کرو۔“ بڑی ہو گئی ہو
 اب تم بچی نہیں ہو جو ننھے سر گھر میں گھومتی رہتی
 ہو۔“ زوہاب نے اس کے مفلک کی صورت میں لیے دو پٹے
 کو دیکھتے ہوئے ناگواری سے کہا اوتا گے بڑھ گیا۔ ریو
 نے اسے دو پٹے کی طرف دیکھا جس کے اس طرح لینے
 میں اسے کوئی خرابی نظر نہیں آئی تھی۔ مانا وہ شرارتی کم عقل
 تھی لیکن پر کرتا پستی تھی مفلک کی صورت میں دو پٹا لیتی تھی
 مگر شرارتوں پہ ڈانٹ کے علاوہ اسے کسی بڑے نے آج
 تک کپڑوں کے معاملے میں نہیں ٹوکا تھا کہ یہ کیوں پہنایا
 ایسے دو پٹا کیوں لیا۔

نال عجیب باتیں کرتی ہیں۔ ”زنونہ بھی منہ میں بڑبڑاتی۔
 ”گورا گھر سر پر اٹھائے رکھتے ہو تم دونوں۔“
 ”گھر تو امان آ پائے رکھتی ہیں سچ تو میرے تو
 دوست بھی ان ہی کی وجہ سے میرے گھر نہیں آتے کہتے
 ہیں کہ تمہاری آ پاپوری ڈائن ہیں ڈائن۔“ بیلو معصومانہ
 لہجے میں بظاہر حیران سے بولا مگر سنارے نوکور ہاتھارے زلو کرنت
 کھا کر اچھلی۔ حیرانے بھی بیلو کو گھورا۔
 ”کیا کہا تم نے میں ڈائن ہوں؟“

”آ پائیں نہیں میرے دوست کہتے ہیں۔“ وہ لا پرواہ
 انداز میں بتاتا ایک اٹھائے چل پڑا مگر وہ تو تھکے سے ہی
 اکڑ گئی۔

”ایسی کی تمہاری دوستوں کی ایک بار نظر تو
 آئیں مجھے۔ پھر ایسا حشر کروں گی کہ میرا نام بھی ڈائن
 میرا مطلب ہے کہ ریونہ نہیں۔“ جیسے سے چلائی ریونہ نے
 بڑبڑا کر اپنا نام درست کیا اور تب ہی باہر گیٹ کھلنے کی آواز
 آئی۔

”گنا سے میری گائے آگئی۔“ وہ جوش سے کہتی
 صوفے سے نیچے کودی باہر کو بھاگی۔

”آگئی میری گائے آ آ۔۔۔ اسے یہ کیا میری
 گائے کہاں ہے؟“
 گیٹ سے اٹھاتے زوہاب اور نادر نے نا سمجھی سے
 اسے دیکھا اور پھر بولے۔

”لوہ اچھا تم قربانی کے جانور کی بات کر رہی ہو وہ
 تو یہ ہا۔“

”زہا مطلب؟“ زنونہ نے نا سمجھی سے اٹھ کر ادھر
 دیکھا۔ نادر نے اپنے ساتھ کھڑے جانور کی سمت اشارہ کیا
 تو وہ بے ہوش ہوتے ہوتے ہنسی۔

”یا اللہ یہ لہاف۔“ وہ رونی صورت بناتی
 چلائی ہوئی وہیں گھاس پر چبھ گئی۔ زوہاب کا دل چاہا
 قربان بڑی اینٹ اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے ڈرانا
 نہیں کی۔

”کیا ہوا بیٹا۔ بکرا پسند نہیں آیا؟“ نادر نے محبت

صبح سے ایک سو ایک پار پوچھے جانے والا سوال وہ
 اب ایک سو دو بار پوچھ چکی تھی جبکہ ”آ جاؤ گی زوہاب اور
 تمہارے اپا لینے گئے تو ہیں۔“ یہ جواب دے دے کر حیران
 تنگ آ چکی تھیں اور اب اس کے سوال کو ان سنا کیے جارہی
 تھیں۔

”رائی آ پائے۔“ ویسے آپ کو کیا لگتا ہے بھائی کس رنگ
 کی گائے لے کر آئیں گے۔“ بیلو اسکول سے سیدھا اسی
 کے پاس آ بیٹھا تھا۔

”پہلی بات تو یہ کہ تمہیں ہزار دفعہ منع کیا ہے کہ مجھے پا
 مت کہا کر اور رائی تو بالکل مت کہا کر ورنہ نام ہے میرا
 لوگے۔“ زنونہ نے حیرانہ انداز میں کہا۔

”لوگے رائی آ پائے۔“ بیلو کی جلدانی مسکراہٹ اس کو مدید
 لگا گئی تھی۔

”مردم۔۔۔“ وہ ہولے سے بڑبڑاتی۔
 ”اچھا دوسری بات تو بتائیں۔“ بیلو نے اس کا کندھا
 جھنجھوڑا۔

”دوسری بات یہ کہ گائے تو سفید رنگ کی ہی آئے گی
 کہہ چکی ہوں میں اب اسے۔“ وہ اتر کر بولی اور شان بے
 نیازی سے اپنے کندھوں تک اتارے بال جھٹکے۔

”کیوں آ پائیں نے بھی تو بھائی سے کہا تھا کہ گائے
 براؤن رنگ کی ہونی چاہیے۔۔۔ سو گائے تو براؤن رنگ کی
 ہی آئے گی۔“ بیلو بھی اسی کے انداز میں بولا۔

”زیادہ دانت دکھانے اور خوش ہونے کی ضرورت
 نہیں کیونکہ گائے تو سفید ہی آئے گی۔“

”نہیں براؤن۔“

”جس سفید۔“

”نہیں براؤن۔۔۔“

”اوہو چپ کر جاؤ تم دونوں۔“ حیران جھنجھلا کر بولیں تو
 دونوں کی بوکی بند ہوئی۔

”جب دیکھو لڑتے ہی رہتے ہو کبھی تو زبان منہ میں
 رکھنا پڑے۔“

”ومنہ میں ہی تو رکھی ہوئی ہے زبان یہ تائی اماں بھی

چاہی مگر حمیرا کی تیوری دیکھ کر وہیں رک گئی۔

”کیا مصیبت ہے تحصیل رہی ہوں۔“ وہ بڑبڑائی۔

”مقیبیت تو جب کہنا جب سسرال میں کوئی کام
ڈھنک سے نہیں کر پاؤ گی دیکنا پھر یہی ماں تمہیں یاد
آئے گی جو ہر وقت کہتی رہتی ہے کہ تھوڑے ہاتھ چیر ہلا لیا
کہو کچھ کر لیا کرف“

”تو کیا ہے ملاں..... ہلائی تو ہوں ہاتھ میرا چھڑا آپ لوگ ہی کہتے ہو کہ رتوں تک کر کہیں بیٹھ بھی جایا کرو۔“ وہ سست دروی سے مڑے دانے لگا کھائی بولی تو حمیرا نے اپنا سر چھٹا لیا۔

”چچی اماں کہاں ہیں؟“ کا اونچ کے دروازے سے
 اعتماد آتے ہوئے زوہاب نے پوچھا وہ ابھی آفس سے لوٹا
 تھا۔

”بیٹا آتا تو سوری ہیں۔“ وہ مسکرا کر گویا ہوئیں۔

”بس... بس میں پتو مجھے چھ چڑھتی ہے کہ میری
اماں پورے خاندان سے شیریں بن کے بات کریں گی مگر
میری شکل دیکھتے ہی ان میں ہلاکو خان کی روح آجاتی
ہے۔“

”یہ تم کیا منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہی ہو“ زینو کی بڑبڑاہٹ ان کے کانوں تک پہنچی مگر نفسوں کی سمجھ میں نہ آئی۔

”کچھ نہیں اہل... کسی تو مجھ پر نظر رکھنا بند کر دیا کریں۔“ وہ جھک ہوئی رخ پھیر گئی کیونکہ حادثہ کے احوال مجبور ہو کر اب اس نے بڑبڑاتا تو حق ہی سہا ہر حق کہ رخ پھیر لے۔ ”اچھا ٹھیک ہے تیز ہاتھ چلاؤ۔“ وہ کہتیں مکن میں چلی گئیں۔

”کیا کر رہی ہو ڈیئر کزن...“ زوہاب نے فرصت سے ہنستے ہوئے پوچھا۔

”بڑے آئے ڈیئر کرن کے کچھ گتے۔“ پھر وہی

”مشرچھیل رہی ہوں کھائیں گے کیا؟“ رینو نے پتی بوٹی سکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

جبکہ وہ زور سے ریموٹ شیشے کی میز پر پختی اُٹھی اور لان کی طرف چل پڑی جس کے دائیں جانب لگے شیشوں اور کم کھاس والے حصے میں بکرا صاحب تشریف فرما تھے۔ اس سے چار فٹ دور کھڑی وہ پہلے تو اسے گھورتی رہی اور پھر تھک ہار کر برتن میں بڑا پانی اس کے گتے کے گرد اُتھا۔

”کو خود ہی بچ۔۔۔ مجھ سے نہیں ہوتی تمہاری خدمتیں۔“ وہ ناک سے کھسی اڑائی ایک سائیکل پہ ہو گئی۔ ”کتنا حوا تا ناں اگر اس کی جگہ وہ سفید گائے ہوتی اور میں اسے کھانا کھلاتی پانی پلاتی باہر گھماتی اور مہندی لگاتی۔“ وہ حسرت سے سوچی رہی جب اسے اپنے قریب سے بیلو کی آواز سنائی دی۔

”رانی آپا اس کا نام کیا ہے؟“ وہ ناجانے کب آپکا

"بکرا" وہ میزاریت کے پوتی۔

”اف میرا مطلب ہے جیسے آپ کا میرا نام سب کا کوئی نہ کوئی نام ہے اسی طرح اس کا بھی تو کوئی نام رکھا گیا ہوگا۔ آپ نے بتائیں کیا ہے اس کا نام؟“ دوسرے ہاتھ دانت بولا۔

”نہرے ارے۔۔۔ میں کیوں رکھنے لگی اس کا کوئی نام
 ہے یہ میرا بکرا نہیں ہے ہوئی نہیں سکتا ہے تمہارا اور تمہارے اس
 لاڈ لے بھائی کا بکرا ہے سو تم لوگ ہی رکھتے پھر دو نام میں
 جاری ہوں۔“ وہ پیر بخشتی چل پڑی۔

”اچھا ایسا ہے تو پھر میں دنا م کیسا رہے گا۔“ بیلو پرسوج لہجے میں خود سے ہی ہم کام تھا مگر جہلی ہوئی رینو کے کانوں میں اس کے الفاظ صاف پڑے تھے۔ لارنچ میں آکر وہ صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

”یہ چٹوڑو بنو یہ مٹر نکالو کبھی کوئی کام خود سے بھی کر لیا کرو صدائیں اوجڑا کر سام ہی رہتا ہے کیا۔“ وہ ابھی سکون کی سانس بھی نہ لے پائی تھی کہ حمیرا نے مڑول سے بھری گھڑی اس کی گود میں رکھ دی۔

”اماں مجھ سے نہیں چھیلے جاتے یہ مٹر ڈر۔“

اس نے منہ بسورتے ہوئے ٹوٹری پرے کھسکانی

”مغرور مگر... کیا تم نے مڑھیلنے سے پہلے ہاتھ دھوئے تھے؟“ اس نے مسکرا کر پوچھا۔

”کیا مطلب ہے آپ کا کہ میں گندی ہوں صفائی سے کام نہیں کرتی۔“ اس نے مغرور چہرے پر لڑکھائی کر کے کہا جیسے ہاتھوں میں مڑھیل بلکہ زہاب کی گردن ہو۔

”میرا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے میں تو بس یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ اگر ہاتھ صاف ہیں تو پھر وہ کیا لگا ہے تمہارے ہاتھ پر؟“ زہاب نے انگلی سے رینو کے دائیں ہاتھ کی پشت کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے اشارے کی سمت دیکھتے ہوئے

جب رینو کی نظر اپنے ہاتھ کی پشت پر پڑی تو جیج داری اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ گو میں بڑی نوکری اب فرش پر اوندھے منہ پڑی تھی جس سے مڑھیل کر ارد گرد پھیل چکے تھے۔

”ہائے رہا کیا ہو گیا۔“ حمیرا بے اختیار دل پر ہاتھ رکھتیں مگر سہ سے برآمد ہوئی تھیں۔

”کچھ نہیں چچی بس آپ کی بہادر بیٹی ایک چھوٹے سے کینڑے سے ڈر گئی۔“ زہاب نے مزے سے سونے کی بیک سے ٹپک لگاتے ہوئے رینو کی اڑی ہوئی رنگت کو انجوائے کرتے ہوئے بتایا جواب اپنے ہاتھ کی پشت کو

دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ کی پشت پر ہنر رنگ کا چھوٹا سا کینڑا تھا جو کتاب فرش پر گرا رخص کر رہا تھا۔ رینو نے اسے دیکھ کر کچھ کیلی اور ہاتھ دھونے سنگ کی طرف بھاگی۔

”پتا نہیں کیا بنے گا اس لڑکی کا۔“ وہ بس انھوس سے سر ہلا کر کہہ گئیں۔

”آپ بے فکر ہیں چچی... کچھ نہ کچھ تو بن ہی جاؤ گا اس لڑکی کا۔“ وہ بھی رینو کی طرح بڑبڑا کر رہی رہ گیا جبکہ حمیرا اگرے ہوئے مڑھ اور دانے اٹھا کر نوکری میں رکھنے لگیں۔ زہاب نے بھی ان کی مدد کو دانی تو وہ نوکری لیے

مکین میں چلی گئیں جانتی تھیں کہ اب چاہے کچھ بھی ہو جاؤ رینو مڑھوں کی شکل تک نہیں دیکھے گی۔

”ہاں تو ڈیر کزن دھواؤں ہاتھ۔“ کچھ ہی دیر بعد وہ واپس آئی تو زہاب اپنی بچائی ہوئی مسکراہٹ دبا رہا ہوا بولا۔

”آپ بہت برے ہیں زہاب بھائی۔“ وہ ناراضی سے بولی۔

”برا ہوں پھر بھی لڑکیاں مرنی ہیں مجھ پر۔“ وہ فرضی کار اڑاتے ہوئے بولا۔

”اللہ رحم کرے ان لڑکیوں پر۔“ وہ ہولے سے بولی تھی مگر زہاب سن چکا تھا تب ہی مسکراہٹ اور بھی گہری ہوئی۔

”ویسے تمہیں میرا ہاتھ کیا لگا۔“ اس نے قریب آ کر پوچھا تو وہ ناگہی سے اس کو دیکھنے لگی تھی۔

”ارے میرا مطلب ہے کہ کب لگا کیا لگا؟“

”پتا نہیں۔“ وہ زوشے پن سے رخ پھیر گئی۔

”تمہیں سفید رنگ اتنا ہی پسند تھا تو پہلے بتا دیتی میں کچھ بھی کرتا مگر سفید بکرا ضرور لے کرتا۔“ کتنا اپنا بیت بھرا انداز تھا۔ وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

”کیا سوچ رہی ہو رینو۔“

”جو بھی سوچوں آپ کو کیا ہونہ۔“ نغوت سے کہتے ہوئے اس نے لی وی کا ریسورٹ پھر سے اٹھالیا تھا۔

”ہاں بھلا مجھے کیا۔“ زہاب بھی ملال پر اداسی سے شانے اچکا تا چلا گیا تھا۔



عید آنے میں ابھی دو ہفتے باقی تھے مگر جیسے جیسے دن گزر رہے تھے رینو کا منہ اور بھی اترتا جا رہا تھا۔ جو اس نے مانگا تھا وہ تو اسے ملا نہیں جب جب بکریے کو دیکھتی دل جل اٹھتا تھا۔

”یوں منہ پھلائے کیوں بیٹھی ہو رینو۔ لوگ تو قربانی کے جانور کو اتنی محبت دیتے ہیں اتنا خیال رکھتے ہیں کھلاتے پلاتے اور گھماتے ہیں ٹھیک تم ہو کہ وہ دور دور سے اسے کھتی راتی ہو کھی پاس جا کے اس کا حال احوال ہی پوچھ

لیا کہ کون سا بھرا خوش ہی ہو جاؤ گا۔“ زہاب ایک بار پھر اس کو تپاتا لاؤنج کی جانب بڑھ گیا جبکہ وہ پیچھے خنجر نظر آ رہی تھی۔

سے اسے گھورتی رہی مگر نظروں کا زوبیہ بدلا غصے بھری

لگا ہوں میں شدید قسم والی محبت کا سمندر تھا جس میں مارنے لگا اور پھر ایک دم سے وہ چلا آگئی۔ ”ہائے بکرا... میرا پیدا...“

”یہ تمہیں کیا ہو گیا یوں بھرموں کی طرح سر جھکائے کیوں کھڑی ہو“ پھر سے کوئی الٹا کارنامہ سر انجام دے کر آئی ہو؟“ وہ ذرا سی آنکھوں میں آنسو لے آئی تھی۔

”اماں، تائی اماں، تائی اماں“ وہ اہل میں ”اس نے نظریں اٹھا کے ایک نظر دیکھ کسی کا نام لینا بھول تو نہیں گئی مگر نہیں سب سی پورے تھے جبکہ سب اپنے اپنے نام کی پکار پر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔“

”وہ بات یہ ہے کہ۔“

”کیا وہ وہ لگا رہی ہے جو بولنا ہے جلدی بولو“

”اماں وہ کبھی اڑی ہوئیں۔“

”اماں وہ کبھی اڑی ہوئیں۔“

”اماں وہ کبھی اڑی ہوئیں۔“

”اماں وہ کبھی اڑی ہوئیں۔“

”اماں وہ کبھی اڑی ہوئیں۔“

”کتنی برا بھلا کہا تمہیں، نہیں بلکہ اسے جو تمہیں لایا آئی اسی سوری زوہاب بھائی صحیح کہتے ہیں مجھے تمہیں کھانا چاہیے پلانا چاہیے اور اور اور کھانا بھی چاہیے، نو کھاؤ، ارے کھاؤ ناں۔“ وہ زبردستی اسے کھلانے لگی۔ ”اچھا اور میں کھانا کیا چلوں ٹھیک۔“ سب آؤ تمہیں باہر کی سیر کروا کر لادوں۔“ انداز معافی خیر تھا۔ بکرا میں میں کرنے لگا شاید سیر کا سن کر خوش ہوا تھا یا رینو کے چہرے کے عجیب خطرناک رنگوں کو دیکھ کر خوفزدہ۔ رینو نے اس کی ری کھولی اور بولی۔

”چل میرے کمرے آنکھی سیر کے لیے تیار ہو جا۔“ اور پھر وہ بیرونی گیٹ عبور کر گئی۔

”کالونی کی کشادہ سڑک سے ڈھکی چلی میں چلتی وہ آخر تک آئی گردن گھما کے دائیں بائیں بنے ہوئے بڑے بڑے بیٹھے نما گروں کو دیکھا گلی بالکل سنسان تھی۔ رینو کے لبوں پہ شیطانی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے ایک دم سے ری چھوڑی اور بولی۔

”جا بکریے جاتی لے اپنی زندگی مکر مر کے میرے گھر مت آئیو اگے چل چل شاہاش بھاگ جا آج سے تو آزاد ہے۔“

بکرا یہاں وہاں موٹوں کی طرح دیکتا دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگا۔ رینو نے طویل سانس لی ہاتھ جھائے اور وہاں چل پڑی۔ گھر میں معمول کے مطابق نیم خاموشی تھی۔ حمیرا جاول جن رتی تھیں ہز وہاب آنکھیں موندے صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا جبکہ حمیرا ملازمہ یہ چھت سے سوکھے کپڑے لانے کا آرڈر جاری کر رہی تھیں۔ حامد (تایا بابا) فون پر کسی سے بات کرتے ہوئے ان سے ذرا فاصلے پر بیٹھے تھے جبکہ دادا اپنا حقہ لیے لاونچ میں دھواں اڑا رہے تھے، مادر گھر پر نہیں تھے جبکہ بیلو بھی غائب تھا۔ وہ زبردستی کی شرمندگی

مصنوعی خوشی سے چلا آئی۔

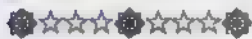
”کہاں سے ملا یہ آپ کو...؟“ دل میں اسکا سوال
 زبان پہ آیا۔ ”مجھے نہیں بلکہ یہلو کو ملا ہے باہر ہی تھا یہ...“
 جب میں نکلا تو یہ بکرے کے ساتھ آتا دکھائی دیا تم مزید
 شرمندہ نہ ہوتی رہو سوچا ہمیں فوراً بتا دوں۔“
 ”تم تو عرض جاؤ یہلو کے بچے۔“ رینو نے دانت
 چکچکایئے۔

”تمہیں خوشی ہوئی ناں اسے دیکھ کر؟“ زوہاب اب
 کہ اس کے چہرے پر نظریں گاڑے اسے بخور دیکھ رہا
 تھا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں بہت خوشی ہوئی میں مل کر آتی ہوں۔“ یہ کہتی ہوئی وہ دروازے سے باہر آئی اور نظر جبا کھا جانے والی نظروں سے بھلو کر گھومتے ہوئے دیکھا اور ایک ہی جھپٹے سے اس سے رسی لی اور بکرے کو باہر نکلنے چلی گئی۔

”آپ اسے دیں آپ..... میں باغ لیتا ہوں یہاں
 کتاب کے ہاتھوں بکرا پھر سے فرار ہو جائے بہت چھپے
 یاد لگتا ہے تو مجھے۔“ بلو معالیٰ خیر اعزاز میں بولا مگر اس
 نے کچھ خاص توجہ نہ دی۔

”تو پکڑو مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تم ہی پانڈو۔“ رینو نے دسی اس کے ہاتھ میں تھمائی وہ دکھادو بس گھر والوں کو دکھانے کے لیے تھامو اس کا کون سا دل بھلا جا رہا تھا بکری کے لیے۔



نہند میں ڈوبی آنکھیں ملتی وہ سیر حیاں اتر رہی تھی
جب سیر حیاں کے بالکل ساتھ نے جمیرا کے کمرے کے
آدھ کھلے دروازے سے اسے اپنے نام کی پکار سنا لی وہی تو
وہ اپنی تجسس فطرت کے باعث باخفا روہیں ٹھہری۔
”گھر کی بیٹی ہے دھیمی بھالی ہے تم کیا کہتے ہو۔“
جمیرا از وہاب سے گھر کی بیٹی کے بارے میں رائے لے
رہی تھیں جبکہ گھر کی بیٹی پر وہاب کا ماتھا ٹکا۔

”گھر کی بچی مطلب رینو... اہاں آپ رینو کی بات کر رہی ہیں۔“ وہ حیران ہوا تھا اتنا جتنا ہو سکتا تھا۔

لے کر گئی تھی زوہاب بھائی نے ہی کہا تھا اسے گھماؤ پھراؤ
یہی کیا میں نے گمراہ اس وہ مجھ سے دسی پھڑکا کر بھاگ نکلا
میں اس کے پیچھے بھاگی مگر وہ پوری طرح سے میرے
ہاتھ سے نکل چکا تھا اور پھر اسے یہ زوہاب بھائی
کہاں گئے۔ بولتے بولتے اس نے نظریں زوہاب کی
طرف دوڑانا چاہیں تو وہ وہاں تھا ہی نہیں شاید اس کی بات
شروع ہوتے ہی باہر بھاگ گیا تھا۔

”رہو... رنو تمہارا میں کیا کروں کب عقل آئے گی تمہیں اگر اتنا ہی دل تھا اسے گھمانے کا تو کسی کو ساتھ لے جاتی۔“ تمیر اشدہ رنج و غم میں غائب ہو گئیں۔

”میں مجھے کیا پتا تھا کہ وہ بھاگ جائے گا مگر..... نہیں
آپ سب کا صرف مجھ پہ ہی بس چلے ہے ہر وقت ڈانٹتے
ہیں ہا کر رہے تھے۔“ وہ دہائی سی ہوتی سیڑھیاں چڑھنے
لگی تھی۔

”بس بھی کر دیا کرو حیرا۔ بچی ہے ہو جاتی ہیں
 غلطیاں جان بوجھ کر تھوڑی نہ کیا ہے اس نے مل جائے گا
 بکرا نگر نہ کرو۔“ دادا صاحب بولے تو حیرا چپ کر گئیں۔
 وہ کمرے میں آئی تو روزانہ ہند کر کے ”پانا“ کا ترہ لگائی بیٹھ
 پرچہ دھکی اور اچھلنے لگی ”کیا بکرا ارے کیا بکرا۔“ وہاں الہا
 کر بولنے لگی مگر اچانک سے ایک جالی پھینچی آواز اس
 کے کانوں سے نکل گئی۔

”میں میں۔“ اچھلتی ہوئی دودھ حرام سے بیڈپ گرمی اور دھواڑیں مار مار کر رونے لگی۔

”زیور ہو.....“ کہو اب اس کو نکال رہا تھا۔
 ”اللہ جی کہیں بکرے نے میری شکایت تو نہیں لگا دی۔“ اس نے دل میں سوچا۔

”رہنہ نچاؤ۔ آواز ایک بار پھر پڑی تو اپنی بے وقوفانہ سوچ کو ترک کرتی وہ جلدی میں اٹی چل پھروں میں لڑاؤ اسی نچائی تھی۔“

”جی زوہاب بھائی“ وہ انجان بنی پوچھنے لگی۔
 ”کبرال گیا ہے رینو۔“ زوہاب نے دروازے کے
 پار بکمرے کی طرف اشارہ کیا تو رینو ”ہائے اللہ جی۔“

”ہاں تو اور کس کی کر رہی ہوں۔“

سمجھانا چاہتا تھا۔

”بالکل اماں بچی ہے اور اس نے بچی ہی رہنا ہے برائے مہربانی آپ اس ڈفر کو میرے کلمے مت ڈالیں مجھے سبھی ہوئی، کم بولنے والی بچہ اور گھر بیٹوں کی چاہیے تا کہ اس ریو بھیسی ٹاک میں دم کیے رکھنے والی، پچکانہ حرکتیں کرنے والی پھوہڑ لڑکی۔“ مزید اس سے سنا ہی نہ گیا وہ غصے اور دکھ سے تیز تیز قدم اٹھائی لاؤنج کی طرف بڑھ گئی تھی۔ ریو کے سماعت میں اپنی دوستوں کی باتیں گردش کر رہی تھیں۔

”ہائے ریو کتنا ہینڈم کزن ہے تمہارا لڑکی کتنی خوش قسمت ہو تم میری ماں تو ایسے ہینڈم بندے کو اپنے قابو میں کر لو یہ نہ ہو کوئی اور بے اڑے اسے دیے بھی اس جیسے بندے سے تو ہر دوسری لڑکی خدا ہو جاتی ہوگی۔“

زوہاب اکثر اسے کالج سے یک کر نے آ جاتا تھا اور ایسے میں اس کی دوستیاں اسے دیکھ دیکھ کر ایسی ٹھنڈی آہیں اور اس کے کان بھرتی تھیں کہ ریو جمل کر رہ جاتی اور چپ کر جاتی اتنے ہی پسند آگئے جس تو تم لوگ ہی رکھ لو دنیا جہاں کے اکڑو اور ہلا مارے انسان کا میں تو بھی اپنے پے باندھنے کا نہ سوچوں مگر ج تو یہ تھا کہ ان لڑکیوں کی باتوں نے اس کا دل وہ مارا تھا کہ نہیں زوہاب کی طرف موڑ ضرور دیا تھا۔ وہ خیالوں ہی خیالوں میں خود کو زوہاب کے ساتھ دیکھنے لگی تھی مگر جب جب وہ اس پر غصہ کرتا رعب جھاڑتا تب اس کی یہ خواہش نوٹ کر چٹکانا چور ہو جاتی مگر آج تو زوہاب نے حد ہی کر دی تھی اس نازک سے دل کی لڑکی کے دل کو توڑ دیا تھا۔ وہ روئی ہوئی کب بکری کے پاس آ جیٹھی اسے پتائی نہ چلا۔

”تمہیں پتا ہے آج انہوں نے میرے بارے میں کیا کہا بلکہ یہ پوچھو کہ کیا کیا نہیں کہا میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ مجھ سے اتنے تنگ ہیں مجھ سے اتنی خار کھاتے ہیں۔“ وہ اپنا دل اس کے سامنے بکا کر رہی تھی اور کھڑے ہو کر ادھر ادھر تکٹا بکرا اس کے پاس بیٹھ گیا اور خاموشی سے اسے سننے لگا۔

”توبہ ہے اماں۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو آپ اس طوفان کو میرے سر پر مسلط کرنے کا سوچ بھی کیسے سکتی ہیں وہ لڑکی ہر دو صحت بعد کوئی نہ کوئی انسیدھا کا نا مہر انعام دے کر گھر بھر کی ملا تیں اکٹھی کرتی ہے اس کم عقل، لنگی لڑکی کو آپ میری بیوی بنانے کا سوچ رہی ہیں نونیور میں اس پاگل کو اپنی لائف پارٹنر کے طور پر ایکسپٹ کر رہی نہیں سکتا پوری افلاطون ہے وہ تو اماں مجھے ہر جگہ اپنی انسٹل نہیں کروانی۔“ وہ اور بھی جانے کیا کچھ بولے جا رہا تھا۔ ریو کو لگا کسی نے گرم کھولنا پانی اس پہ اٹھیل دیا ہو اور وہ گرم پانی ہی تو تھا جو اس کی آنکھ کے کنارے سے ہوتا چہرے پر لکیر چھوڑتا جا رہا تھا۔

”کیا میں اتنی بے وقعت ہوں۔“ کیا میں واقعی پاگل ہوں جو وہ مجھے اپنے لائق نہیں سمجھتے؟“ دل نے سوال کیا تھا۔

”اب ایسی بھی بات نہیں ہے زوہاب۔ مانا کہ بہت شرارتی ہے کلک کر تہمتیں نہیں کالنی بچکانا ہے اس میں مگر اس کی عمر بھی تو دیکھو انیس سال کی ہے ابھی اور ہم کون سا تمہاری آج ہی شادی کر رہے ہیں کچھ وقت گزرنے دو خود ہی سمجھدار ہو جائے گی اور تمہارے رعب میں دیکھو کیسے آ جاتی ہے ویسے سمجھدار نہ ہوئی تو تمہارے ساتھ رہ کر تو ہو ہی جائے گی۔“ وہ اسے منانا چاہ رہی تھیں۔

”اماں مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں اس پر رعب جھاڑنے کے علاوہ اور ویسے بھی میں نے کوئی ٹھیکہ نہیں لے رکھا ہے سدا سدا نے کا ہیوی لائی ہے کوئی بکری ہوئی اسٹوڈنٹ نہیں جسے نیچر بن کے ہر وقت سمجھانا رہوں ڈائنارہوں بالفرض ایسا کر بھی لیتا ہوں تو کوئی فائدہ بھی تو ہو کیونکہ اس پہ تو کوئی اثر ہی نہیں ہوتا وہ تو ہے ہی سدا کی ڈھیٹ ہڈی۔“ وہ ہیزا ریت اور نا پسندیدگی سے بول رہا تھا۔

”اتنی ڈھیٹ بھی نہیں ہے جتنا تم کہہ رہے ہو پیار سے سمجھ جاتی ہے بہت تیز دار بچی ہے۔“ سمجھانے سے

”انہوں نے کہا میں پاگل ہوں۔ تم ہی بتاؤ کیا میں پاگل ہوں؟“ لمبے بھر کے لیے اس نے رک کر بکھرے غمی طرف دیکھا جس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ یوں جیسے سر سے نکھیں اڑا رہا ہو رینو کو ملی ہوئی کہ وہ نا صرف اس کی بات سن رہا ہے بلکہ جواب بھی دے رہا ہے۔

”لیکن انہوں نے مجھے پاگل کہا نہ صرف پاگل ذفرہ کم عقل، تنگی، پھوہڑ طوفان اور بہت بولنے والی بھی، کیا میں بہت بولتی ہوں؟“ رینو کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ ”اور یہ بھی کہ میں ان کے لیے بے عزتی کا باعث ہوں۔“ سہ خری جملہ بولتے ہوئے اس کی آواز کچھ زیادہ ہی بھرا گئی تھی وہ حقیقی معنوں میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

”بہت برے ہیں وہ۔ کیا سمجھتے ہیں خود کو کہ وہ نہیں ملیں گے تو مر جاؤں گی ہونہ۔ رینو کی کے لیے نہیں مرنی پڑتا ہے مجھے رجحانٹ کرنے والے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ان کی رجحانٹن سے میری بلا سے جس سے مرضی شادی کریں ساتھ میں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ بکھرے کے کان کے قریب ہو کر چلائی تھی گویا بزدلی اس کے کانوں میں اپنے الفاظ اٹھیلنے کی کوشش کر رہی ہو۔ بکھرے نے ایک دھڑکھڑا کر اپنی بڑی بڑی کچے جھکی بھوری آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر اس کے سامنے اٹھا ہوا سر جھکا گیا گویا اقرار کیا تھا کہ وہ سن رہا ہے سب سن رہا ہے۔

”رینو کوئی گری پڑی نہیں ہے میری بھی کوئی عزت ہے بلکہ بہت عزت ہے اب میں آپس بتاؤں گی کہ رینو اصل میں ہے کیسی ہونہ بڑے آئے نواب کے بچے۔“

اس نے ناک سے مکھی اڑائی سوسو کرتے ہوئے آنسو صاف کیے اور اٹھ کھڑی ہوئی جانے سے پہلے ایک نظر بکھرے کی طرف دیکھا جو ابھی تک سر جھکائے ہوئے تھا شاید رینو سے ڈرتا تھا یا واقعی اس کی عزت کرتا تھا مگر رینو کو اس لمبے وہ بہت اچھا لگا تھا۔ وہ منونیت بھری نظروں سے

اسے دیکھ گئی۔ کبھی کبھی دل کا غم ہلکا کرنے کے لیے بے جان چیزوں تک کا سہارا لینا پڑتا ہے جو ہمیں چپ کر کے سنیں یہ تو بھر بھی جاندار تھا اس کی زبان نہ سمجھ سکتا تھا نہ ہی بول سکتا تھا تو پھر کیا ہوا اسے خاموشی سے سن تو سکتا تھا ناں۔ رینو کا دل قدرے ہلکا ہوا تھا۔ وہ پیار سے بکھرے کے دونوں کان چھینچی ”اتنے بڑے بھی نہیں ہوتے۔“ کہتی ہوئی واپس اندر چلی گئی تھی۔ اندر قدم رکھا ہی تھا کہ کمرے سے نکلتا زوہاب دکھائی دیا۔ ایک زخمی نگاہ اس پر ڈال کر وہ آگے بڑھ گئی زوہاب بھی اس کی طرف دیکھ چکا تھا۔ رینو کی سرخ جلتی آنکھوں کو دیکھ کر اسے بے چینی سی ہوئی تھی مگر چپ رہا تھا۔

رات کے کھانے چیرا خوش خوشی سب کو بتا رہی تھیں کہ آج کھانے میں رینو نے اس کی کٹی مدد کر والی ہے۔

”ارے واہ مدد سورج آج کہاں سے نکل آیا۔“ بھی مجھے تو رینو سے گھر کے کاموں کی بالکل توقع نہیں تھی۔ ”زوہاب نے جیکے شراہنی لیے میں مصنوعی حیرت ظاہر کی تو سب ہنس پڑے جبکہ رینو کا دل اندر تک چھلنی ہو گیا تھا۔

”امید تو مجھے بھی آپ سے نہیں تھی کہ آپ مجھے اتنا ملائی اور پھوہڑ سمجھتے ہیں۔“ اس کو کھانا سرو کرتے ہوئے رینو نے ہلکے مگر کاک دار لہجے میں طنز کیا جس پر زوہاب نے ایک جھٹکے سے سراٹھ کر اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں صبح والی زخمی پن تھا جبکہ رینو نے نظریں تک ملائے کی زحمت نہ کی اور باتوں کو روٹیاں دینے لگی۔ آج سے پہلے وہ صرف مزے سے بیٹھ کر کھاتی تھی مگر آج نہ صرف کھانا بنانے میں سر توڑ مدد کی بلکہ سب کو سرو بھی کر رہی تھی۔ زوہاب وقفہ وقفہ سے رینو کو دیکھ رہا تھا جو آج معمول کے برعکس بالکل نہیں بول رہی تھی اور ٹھیک سے کھا بھی نہیں رہی تھی مگر کسی کا دھیان اس کی طرف نہیں تھا سوائے زوہاب کے اور پھر روز کا کبھی معمول بن گیا رینو کی کالج سے پھیناں تھیں مگر اپنی دیر تک سونے کی عادت کے برعکس وہ صبح ہی اٹھ جاتی تھی اور حیرا کے ساتھ مل کر

ان کا ہاتھ بٹائی کام کبھی کام والی کے سر پر کھڑے ہو کر صفائی کرواتی مگر پھر اسے یوں دیکھ کہ بہت خوش تھا مگر کسی نے وجہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی سوائے زوہاب کے جو جانتا تھا کہ وہ خود بخود سدھر جائے وہ بھی یوں اچانک یہ ہو نہیں سکتا ضرور کوئی وجہ ہے اس کے پیچھے اور وہ وجہ وہ جانتا تھا۔

”ریونم اتنا کیسے بدل گئی ہوں۔“ ناپیلے کی طرح شور مچاتی ہونا کوئی شرارت کرتی ہونا کوئی توڑ پھوڑ۔“ آخری لفظوں پر وہ ہلکے سے ہنستا تھا۔

”جب مان ٹوٹا ہے تو چیزیں اور انسان یوں ہی ملنا کھا جاتے ہیں۔“ اور اتنا بول کر وہ رک نہیں بلکہ باہر بکھرے کے پاس چلی آئی جبکہ اپنے پیچھے زوہاب کو اپنی بات کی گہرائی میں غوطہ کھانے کے لیے چھوڑ آئی تھی۔ زوہاب نے سختی سے آنکھیں میچیں ریون کی بات اندر کہیں بہت اندر زور سے لگی تھی۔ وہ یہ بھی نوٹ کر رہا تھا کہ وہ آج کل اس بکھرے کے پاس کچھ زیادہ ہی رہنے لگی ہے جسے وہ کتنا ناپسند کرتی تھی یعنی وہ سب دکھ و انہیں گریہ تھی بلکہ واقعی بدل گئی تھی۔

”میں نے کبھی ان کے بارے میں اس نظریے سے نہیں سوچا شورو۔“ بے اختیار اس کے منہ سے شیر نکلا تھا اور ہاتھ اس کی پیٹھ پر غر سار گیا۔ ”مگر میرے دل نے سوچا تھا کہیں دور اندر میرا دل ان کے لیے دھڑکتا تھا مگر انہوں نے اس دھڑکن کو اپنے لفظوں کے کانوں سے منسلک کر رکھ دیا گلا ہی گھونٹ دیا میرے جذبات کا۔“ میں نے بھی نہیں ہوں شیر و میں کم عقل بھی نہیں ہوں میں سب سمجھتی ہوں بس لا پرواہ ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس قدر سخت لفظوں میں میری ذہانت کی پہچان کر رہا میں۔“ اس کی آواز بھرا گئی بلکہ زکڑ گئی۔ ”آکھ سے آسٹوٹا اور بکھرے کی پیٹھ پر جا گر۔“

”اتنا کچھ کہہ دیا انہوں نے میرے بارے میں مگر پھر بھی میرے دل کی منہ پر بیٹھ وہ شخص اترتا کیوں نہیں ہے مجھے ان کی باتوں کا دکھ ہے بہت غصہ ہے

مگر پھر بھی دل ان ہی کے لیے کیوں چلتا ہے جب یہ سوچتی ہوں کہ وہ اپنی زندگی میں کسی اور لڑکی کو شامل کر لیں گے تو دل ڈوب سا جاتا ہے۔“ وہ بکھرے کے قدموں میں بیٹھی تو بکھرے نے اس کے کندھے سے سر جوڑ دیا اور اس کا ہر دوہن گیا۔

”دیکھو تو میری سیلف رسیکٹ ابھی بھی دل کہتا ہے کہ اس کے ساتھ پیسے ہی ہو جاؤ اس سے باتیں کیا کرو مگر نہیں انہوں نے میرا دل توڑا ہے اب چاہے کچھ بھی ہو میں ان سے کبھی بات نہیں کروں گی انہیں میں پسند نہیں ہوں بری ہوں مکی پاگل ان کی بے عزتی کا باعث بنتی ہوں مائل تو پھر یوں ہی سکتی۔“ وہ بے رحمی سے اپنی آنکھیں ملتی آنسو پھونکتی تھی۔ ”ایک بات بولوں شورو۔“ ”وہ جانتے جاتے رک کر اس کے پاس آئی تھی۔“ یہ باتیں راز ہیں اور راز ہی رہنی چاہئیں تم کسی کو بتاؤ گے تو کہیں مائل میں جاتی ہوں تم کسی کو کہیں بتاؤ گے کیونکہ تم میرے دوست ہو شیر و اور بہت اچھے ہو۔“

”یہ آپ کا دوست کب سے بن گیا بھلا۔“ ”بلو ایک سے آٹھ۔“

”تم کب آئے۔“ ”ریون نے اس کے چہرے سے کھوجنا چاہا کہ اس نے کچھ سنا تو نہیں ہے۔“ ”تب ہی جب آپ اسے اپنا دوست کہہ رہی تھیں مگر یہ آپ کا کہیں میرا دوست ہے اور اس کا نام بھی میں نے رکھا تھا تو آپ اسے شیر و کیوں کہتی ہیں۔“ وہ براہ راست گیا تھا۔ ریون کچھ بھی نہ بولی بلکہ چپ چاپ اندر چلی گئی جبکہ بلو حیران کھڑا رہا کہ اسے کوئی بحث کیوں نہیں کی۔

”چلو ہیرو تمہیں سیر کروا کے لاؤں۔“ وہ بکھرے کی بیٹھ تھپتھا تا ہوا۔ تو اس نے رخ پھر لیا یوں جیسے اسے ہلو کا خور سے بے تکلف ہونا پسند نہ آیا ہو۔ شام ہوئی تو زوہاب چہرے پر خوش گواری لیے لاؤنج میں داخل ہوا اور ریون کو آوازیں دینے لگا۔ ریون ہاتھ میں چھری ہے جس سے غالباً وہ ہنری کاٹ رہی تھی جن سے نمودار ہوئی۔

”جی فرمائیں۔“ وہ خود کو بے انتہا مصروف خاطر

کرتی ہوئی بولی تھی جبکہ زوہاب اس کی مصروفیت کو خاطر میں لائے بغیر اس کا ہاتھ پکڑے لاؤنج کے دروازے کی طرف بڑھا۔

”کہاں لے جا رہے ہیں آپ مجھے... ہاتھ چھوڑیں میرا“ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور اسی دوران چھری کی نوک زوہاب کی تھیلی پر ٹکی تھی مگر رینو نے دیکھا تا زوہاب نے پرواہ کی بلکہ زوہاب کی حیرت تو سوا گئی۔ مگر چہاں کے ہاتھ پکڑنے سے رینو کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی تھیں مگر اس کا زوہاب پہ غصہ ابھی تک قائم تھا۔

”میں تو بس تمہیں تمہارا سر پرانڈو دکھانا“ وہ بات کی بات اور حوری ہی چھوڑ گیا۔ وہ ابھی تک رینو کے غصے اور جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوانے پہ حیران تھا۔ ”رینو بات تو سنو“ وہ داکھس چکن کی طرف بڑھی بغیر اس کی سر پرانڈو والی بات پہ توجہ دیے تو زوہاب نے پکارا وہ یکدم چلی اس کے قریب آئی اور ایک ایک لفظ چباتی ہوئی بولی۔

”رانیہ نام ہے میرا... آئندہ مجھے رینو کہنے کی رحمت مت کیجئے گا ویسے بھی رینو تو باگل کم عقل ٹکی تھی تاں مگر رانیہ نہیں۔“ وہ ناچا جتے ہوئے بھی بہت کچھ جتنی پٹت گئی۔ زوہاب نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اداسی سے مسکرایا۔

”باگل تم نہیں بلکہ میں تمہارے رینو جو تمہیں رانیہ بتانے چھا تھا مگر مجھے کیا پتا تھا کہ تمہیں رانیہ بنا دیکھ کر سب سے زیادہ تکلیف مجھے ہی ہونے والی ہے۔“

اتنے جوش سے وہ رینو کو لیتے آتا تھا مگر اب سارا موڈ غارت ہو چکا تھا۔ تھیلی سے پگھلیں تھیں خون کی پوندوں کو اس نے ایک نظر دیکھا اور پھر نظر انداز کر تالان کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”رانی آپا جلدی بہراؤ ناں دیکھو بھائی کیا لے کر آئے ہیں۔“ وہ چکن میں آئی چھری کا ڈنٹر برتنی اور سنگ کی ٹوٹی ٹھولے چہرے پہ پانی ڈالنے لگی۔ آنکھوں میں نمی سی اتر آئی تھی۔ ”تمہارا سے بھائی کچھ بھی لائیں میری بلا

سے مجھے کچھ بھی نہیں دیکھنا۔“ بھلو اس کو بلانے چکن میں آیا تھا۔ وہ اس کو دیکھ کر غصہ سے بولی تھی پر بھلو اسے کھینچتا ہوا باہر لے گیا تھا۔ وہ لان کے اس حصے کی جانب آئی جہاں بکرا بندھا ہوا تھا تو آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بکرے سے قدرے فاصلے پر بالکل ویسی ہی سفید گائے بندھی ہوئی تھی جیسی اس نے دیکھی تھی۔

”چلو میری نہ کسی مگر آپ کی پسند کی گائے تو آہی گئی بھائی اور چاچا بتا رہے تھے کہ گائے تو انہوں نے لائی ہی تھی بس آپ سے انہوں نے مذاق کیا تھا۔“ بھلو کچھ کچھ اداسی اور کچھ خوشی سے بولا مگر رینو اس کی سن کہاں رہی تھی۔ وہ گائے جس کے لیے اس نے پورا گھر سر پر اٹھائے رکھا جس کے نا آنے پر بچوں کی طرح اسی گھاس پر بیٹھ کے روٹی آج بپ وہ اس کے سامنے تھی تو اسے خوش کیوں نہیں ہو رہی تھی بلکہ چہرہ کچھ اداس بھی اتر گیا تھا۔ بے اختیار اس کی نظریں موٹی تازی خوب صورت سفید گائے سے ہوتی چھوٹے کالے بکرے پر جا خریں تو اسے اپنے ناخوش ہونے کی وجہ سمجھ میں آگئی تھی۔

وہ بکرا جو کب سے میں میں کر رہا تھا اب یوں ایک دم بے چپ کیوں کر گیا تھا اس کی وجہ بھی اسے سمجھ میں آگئی تھی۔ رینو نے دوبارہ گائے کی طرف دیکھ بھی نہیں کیونکہ اسے گائے نہیں چاہیے تھی اسے اپنا بکرا چاہیے تھا۔ وہ خاموشی سے بکرے کے پاس آئی گھنٹوں کے بل زمین پر بیٹھی اور اس کے گلے میں ہانپیں ڈال کر دل ہی دل میں آسودہ ہانے لگی۔

بکرا پھر سے بول اٹھا بلکہ خوشی سے جھوم اٹھا اسے بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اس کی دوست سنے دوست بالکل نہیں بنارہی جبکہ بھلو اور دور کھڑا زوہاب یہ منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے۔ رینو اپنی من پسند گائے کو نظر انداز کیے اس بکرے کو گلے لگائے ہوئے تھی جسے اپنی نا پسندیدگی کے باعث دو ہفتے پہلے اس نے چوری چھپے بھگا دیا تھا۔



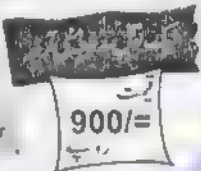
آج عید تھی۔ وہ عید جس میں پہلے قربانی کے جانور

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا



ڈاکٹر صاحب مرحوم 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور 20 سال سے زائد عرصہ "ماہنامہ آنجل" کے معروف سلسلے "آپ کی صحت" کے ذریعے قارئین کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے رہے۔ مندرجہ ذیل دوائیں ڈاکٹر صاحب کے 50 سالہ طبی تجربے کا نچوڑ ہیں۔

چہرے و دیگر غرضوری بالوں کا مستقل خاتمہ



بڑا دست کلینک سے لینے پر قیمت = 800 روپے

قدرتی بال، سر کی رونق، بحال



بڑا دست کلینک سے لینے پر قیمت = 500 روپے

ایفروڈائٹ بین کٹر



بڑا دست کلینک سے لینے پر قیمت = 500 روپے

ایفروڈائٹ بریسٹ پیوٹی



بڑا دست کلینک سے لینے پر قیمت = 500 روپے

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: کان پور 9، مینشن پیس 1-SA-15 (ST-15)
تک 148، شان آباد س 2، روڈ، کراچی 75850
فون نمبر 021-36997059، 10 ص 9 بجے
مئی 2021 کو صورت میں نیا پرومادھ کریں

ذریعہ جرائی

محمد ہاشم مرزا
محمد آصف مرزا
محمد عمر مرزا

مئی 2021 کو صورت میں نیا پرومادھ کریں
0320-1290119

اس کی کھائی تمام لی۔

کچھ زیادہ ہی بول گیا کچھ زیادہ ہی بھاری الفاظ میں نے یہ ضرور چاہا تھا کہ تم خود کو بدلو مگر تم نے جس طرح خود کو بدلہ مجھے پل پل کی لگا کہ تم مجھ سے بدلہ لے رہی ہو۔ میں تمہارا یہ بدلاؤ دیکھوں گا میں نے بھی نہیں سوچا

”وہ سب میں نے جان بوجھ کر کہا تھا رینو“ وہ ایک دم رکی۔ اس کے کھائی پکڑنے پر نہیں بلکہ اس کے الفاظ سن کر حیرت زدہ ہی وہ ٹپٹی۔

”کیا کیا آپ نے۔۔۔“ آپ نے وہ سب جان بوجھ کر کہا۔ ”صدمے کے بارے اس کی آواز ہی اٹک گئی۔ زوہاب نے شرمندگی سے سر جھکا دیا۔

”آپ کو پتا بھی ہے آپ کے ان لفظوں سے میرے دل پر کیا گزری گی میری کیا حالت ہوئی گی مجھے اپنا آپ کس قدر بے کار لگا تھا مگر نہیں آپ کو کیوں پتا ہوگا آپ کو ذرا بھی احساس ہوتا تو آپ ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالتے۔“ وہ درد سے چلائی۔

”ایم سوری دینو پر میں۔۔۔“

”کیا سوری ہاں کیا سوری۔۔۔ آپ کے ایک سوری کہہ دینے سے میرا ٹوٹا ہوا دل جڑ جائے گا کیا۔۔۔ جو تکلیف مجھے ملی اس کا ازالہ ہو جائے گا کیا۔۔۔ مگر زورے لوں میں جو رینو کہیں کھوی گئی ہے وہ لوٹ آئے گی۔۔۔؟“

جواب دیں۔ ”رینو غصہ سے اس سے جواب مانگ رہی تھی۔ زوہاب کا دل کٹ سا گیا رینو کو اس نے اس سے پہلے اس طرح روتے اور تکلیف سے چلاتے نہیں دیکھا تھا۔ رینو کا یہ انداز اس کے لیے مکمل طور پر نیا تھا۔

”میں غلط تھا رینو۔۔۔۔۔ مجھے لائف پارٹنر کے طور پر ایک سہمی ہوئی کم بولنے والی سپورٹور کھریلو لڑکی چاہیے مجھے وہ نہیں چاہیے رینو مجھے تو تم چاہیے ہو صرف تم۔“ زوہاب شدت جذبات سے بولا تو روتی ہوئی رینو کے کمانسوؤں کو فورا بیک لگے تھے وہ ٹپٹکی پائیدار سے گئی تھی۔ یہ وہ کیا کہہ رہا تھا اسے رینو چاہیے تھی۔

”مگر میں نے اپنی ہی وجہ سے رینو کو کھودیا جس وقت میں امان سے بات کر رہا تھا میں انہیں بھینچا ہوا ہی بولتا مگر پھر آئینے سے تم مجھے دو دروازے کے پار کھڑی نظر آئی تو میں نے کچھ سوچتے ہوئے وہ الفاظ بولنے شروع کر دیے جن کے بارے میں مجھے بعد میں احساس ہوا کہ میں

”کیا سوری ہاں کیا سوری۔۔۔ آپ کے ایک سوری کہہ دینے سے میرا ٹوٹا ہوا دل جڑ جائے گا کیا۔۔۔ جو تکلیف مجھے ملی اس کا ازالہ ہو جائے گا کیا۔۔۔ مگر زورے لوں میں جو رینو کہیں کھوی گئی ہے وہ لوٹ آئے گی۔۔۔؟“

جواب دیں۔ ”رینو غصہ سے اس سے جواب مانگ رہی تھی۔ زوہاب کا دل کٹ سا گیا رینو کو اس نے اس سے پہلے اس طرح روتے اور تکلیف سے چلاتے نہیں دیکھا تھا۔ رینو کا یہ انداز اس کے لیے مکمل طور پر نیا تھا۔

”میں غلط تھا رینو۔۔۔۔۔ مجھے لائف پارٹنر کے طور پر ایک سہمی ہوئی کم بولنے والی سپورٹور کھریلو لڑکی چاہیے مجھے وہ نہیں چاہیے رینو مجھے تو تم چاہیے ہو صرف تم۔“ زوہاب شدت جذبات سے بولا تو روتی ہوئی رینو کے کمانسوؤں کو فورا بیک لگے تھے وہ ٹپٹکی پائیدار سے گئی تھی۔ یہ وہ کیا کہہ رہا تھا اسے رینو چاہیے تھی۔

”تھینک یور رینو تھینک یو سوچ۔۔۔ مجھے معاف کرنے کے لیے مجھے احساس ہے کہ میں نے جہیں کتنا

”مگر میں نے اپنی ہی وجہ سے رینو کو کھودیا جس وقت میں امان سے بات کر رہا تھا میں انہیں بھینچا ہوا ہی بولتا مگر پھر آئینے سے تم مجھے دو دروازے کے پار کھڑی نظر آئی تو میں نے کچھ سوچتے ہوئے وہ الفاظ بولنے شروع کر دیے جن کے بارے میں مجھے بعد میں احساس ہوا کہ میں

”تو میرا انتظار ختم ہو ہی گیا۔“ دل ہی دل میں بولتا وہ

بہت خوش ہوا۔ وہ ایک ہاتھ اس کے سامنے کیے کھڑی تھی۔ اس نے دلکش منکراہٹ ہونٹوں پہ سجائے اپنے گرتے کی جیب سے ایک چمکی سرخ ڈیٹا نکالی اور اسے کھول کے اس میں سے گولڈ کی ایک خوب صورت انگلی نکالی۔

”واؤ! اس سو بیوٹی فل۔“ بے اختیار ریو کے منہ سے پھسلا تھا۔ زوہاب کو خوشی ہوئی اس نے شکر کیا کہ اسے انگلی پسند آئی۔ وہ نازک خردی انگلیاں بھی اس کے سامنے ہی تھیں۔ ریو انتظار میں کھڑی تھی۔ زوہاب انگلی اس کے ہاتھ کی تیسری انگلی تک لے جانے کے بعد کچھ بلرکا اور پھر شرارتی مسکراہٹ دباتا ڈبا میں قید کرتا واپس جیب میں ڈال گیا۔

”یہ کیا پہنائی کیوں نہیں میرے لیے ہی تھی ناں۔“

ریو نے کدل کو دھچکا لگا کر اس نے یہ کیا کیا۔

”ہاں تمہارے لیے ہی تھی اور میں پہناؤں گا بھی لیکن .. رسول اور وہ بھی سب کے سامنے۔“ مدھم مسکان ابھی کبھی ہونٹوں پر تھی۔ ریو کو کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگی اور اپنی سمجھ کو صحیح خط ثابت کرنے کے لیے اس نے پوچھ بھی ڈالا۔

”کیوں پرسوں کیا ہے؟“

”رسول ہماری منگنی ہے ریو۔“ ریو کو اندازہ تو ہو ہی گیا تھا مگر پھر بھی اس کے منہ سے سن کر عجیب شوخ رنگ اس کے چہرے پر بکھر گئے مگر پھر ایک دم غائب ہوئے۔

”آپ سب نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔“ پرسوں میری منگنی ہے اور مجھے ہی نہیں بتا۔“ وہ دہرائی ہوئی۔

”ارے ارے زیادہ سنی مت ہو یا رسول۔“ یہ منگنی کل رات ہی طے پائی ہے عید کے پہلے دو دن تو معروف ہی گزریں گے سو میرا دن رکھ لیا آج بات کر لیں گے تم سے چاچا اور چچی اور ہاں میں نے تو اسی دن تمہارے جانے کے بعد اماں کو ہاں کہہ دی تھی اور سمجھا بھی دیا تھا۔“ اس کی بات پر وہ سوچ شش کم ہو گئی تھی۔

ہرٹ۔“

”ایک منٹ کس نے کہا آپ سے کہ میں نے آپ کو معاف کر دیا۔“ وہ اس کی بات رد کرتی دونوں ہاتھ سینے پر باندھے مصنوعی حلق سے بولی جبکہ دل پہ بڑا کوئی بہت ہی بڑا بوجھ اترا تھا جس میں اب شرارت آسانی تھی۔

”کیا مطلب ختم نے مجھے معاف نہیں کیا۔“ زوہاب کا کھلا ہوا چہرہ پھر سے اتر گیا۔

”جتنا آپ نے میرا دل چلایا ہے ناں اس کی حلفی تو بنتی ہی ہے۔“

”اور یہ حلفی کس صورت ہوگی بتانا پسند کریں گی آپ۔“ زوہاب بھی اسی کے انداز میں سینے پر ہاتھ باندھے بولا۔

”پہلی بات تو آپ کو مجھے تین دن مسلسل ناشتہ بنا کر دینا پڑے گا اور ناشتہ بھی میری مرضی کا اور۔۔۔“

”ایک منٹ ختم مجھ سے ناشتہ بنانے کا کہہ رہی ہو۔“ زوہاب حیرت سے چلا اٹھا جبکہ اس کے برعکس ریو حلق اور حرسے بولی۔

”جی بالکل اب جتنا میں کچن میں مصروف رہی روز اٹھ اٹھ کے کچھ دن آپ بھی تو مزہ چکھیں اور ہاں دوسری بات آپ کو آج نہ صرف مجھے ہندی لگوانے لے جانا پڑے گا بلکہ کل اور پرسوں کے دو جوڑے بھی لے کر دینے پڑیں گے۔“ ایک اور فرمائش اس کی طرف سے آئی تو وہ اس کو کھو کر رہ گیا۔

”یہ جوڑے میرے خیال سے تم لے چکی ہو۔“

”جی مگر .. مجھے تو آپ کے لیے جوڑے پہننے ہیں ناں۔“ وہ جان بوجھ کر لاڈ دکھاتی ہوئی۔ زوہاب نے دل ہی دل میں اس کے اس انداز کی بلائیں لے ڈالیں مگر بظاہر چہرے پر تاثرات سخت ہی رکھے۔

”جوڑیاں جو تے جیولری الگ اوکے اور ہاں تیسری بات۔“

”اب کیا رہتا ہے؟“ وہ جھنجھلایا۔

”میری عیدی کہاں ہے نکالیں؟“

”کس سوچ میں پڑ گئی محترمہ۔ لگتا ہے تمہیں کوئی عیدی نہیں چاہیے ٹھیک ہے پھر چل ہوں میں۔“ وہ اسے سوچوں سے نکالنے کو اس کے سامنے ہاتھ ہلاتا ہوا بولا۔

”اے آپا۔ جس وقت آپ بکرے کی خوشامد کرتے ہوئے اس کی رسی کھول رہی تھیں اس وقت میں چھپ کر آپ ہی کو دیکھ رہا تھا آپ کے ارادے میں بھانپ چکا تھا سو آپ کا چچا کیا اور آپ کے جانے کے بعد بکرے کو جالیا اور آپ کی ساری کاروائی بھئی کو بھی بتا دی مگر انہوں نے بھائی نے آپ کو کچھ نہ کہا بلکہ الٹا مجھے بھی چپ رہنے کا کہا جبکہ آپ کو ڈانٹ پڑتا دیکھنے کی بہت خواہش تھی مگر بھائی نے۔“

وہ اور بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر رینو کا ذہن ان ہی لفظوں پہ اٹک گیا کہ زدہاب کو پتا تھا مگر اس نے رینو کو کچھ نہ کہا۔ ایک ماں بھرا آنسو ٹوٹ کر آنکھ سے گرا۔ زدہاب نے اس کا پردہ رکھا تھا ورنہ گھر والے اسے شدید قسم کا ڈانٹنے اسے معلوم تھا۔ ایک لشکر بھری نگاہ اس نے بکرا ملے جاتے زدہاب اور محبت دادا سی بھری بکرے پر ڈالی اور لاؤنج کی جانب چل پڑی۔ اسے قربان ہوتا دیکھنے کی ہمت اس میں نہیں تھی آج اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا دوست کھوئے گا نہیں بلکہ ہمیشہ اس کے پاس ہی رہے گا زدہاب کی صورت میں مگر پھر بھی وہ اپنے بکرے کو بہت مس کرے گی یہ وہ جانتی تھی۔ آج اسے سمجھ میں آیا تھا کہ قربانی کا مطلب پائے، چائیں اور کچے قے کے کباب نہیں تھا بلکہ اپنی من پسند محبوب چیز کو قربان کرنا تھا صرف خدا کی رضا کے لیے اور آج اس نے اپنے محبوب بکرے کو قربان ہونے سے روکا نہیں تھا۔



”نہیں نہیں ایسے کیسے۔ مجھے میری عیدی تو دیتے جائیں۔“ وہ اس کے پیچھے بھاگی اور تب ہی شورا اٹھا۔

”بھائی بھائی قصائی آگیا لہا کہہ رہے ہیں کہ بکرا کھولیں۔“ وہ تیزی سے بکرے کی طرف جانے لگا تو رینو بھی کچھ سوچ کر اس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔ رینو خاموشی سے بکرے کو دیکھنے لگی تھی۔ زدہاب نے گہری سانس خارج کی تھی۔

”جاؤ رینو۔ آخری بار مل لو اپنے دوست سے اور ہاں اسے یہ ضرور بتا دینا کہ تمہیں ایک ایسا دوست مل گیا ہے جو نہ صرف تمہیں خاموشی سے سنے گا بلکہ سلی بھی دے گا انٹیکٹ تمہیں روئے ہی نہیں دے گا بتا دینا تاکہ وہ تمہاری طرف سے بے فکر ہو جائے اور ہاں اسے یہ احساس بھی دلانا کہ مجھے کوئی بھی آجائے اس جیسا کوئی نہیں ہوگا۔“ زدہاب نے اسے نرمی سے قہقہے ہوئے کہا تو وہ سر ہٹاتی اپنے پیارے دوست کے پاس آئی اور اس سے گلے لگ کر رونے لگی وہ سب کہنے لگی جو زدہاب نے کہا۔

”مگر تمہیں پتا ہے جس طرح تم میرے لیے خاص ہو اس طرح کوئی نہیں ہے میں تمہیں بہت مس کروں گی۔ ہمیشہ مس کروں گی تم بھلائے جانے کے قابل ہو ہی نہیں اور ہاں تم بہت پیارے ہو دوست۔“ رینو نے محبت سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور پیچھے ہٹ گئی کیونکہ تپا ابا قصائی کو لیے کسی طرف آ رہے تھے۔

”ویسے حد بچا آپا۔ جس بکرے کو نا پسندیدگی میں آپ نے چوری چھپے بھاگایا اب اسی کی محبت میں پاگل ہو رہی ہیں۔“ ببلو ہولے سے بوڑھلا زدہاب بکرے کی رسی کھولنے لے جا رہا تھا۔

”تمہیں کوئی تکلیف۔“ وہ اب پہلی سی رینو بن

فرمانس
فرزانه صغیر

اپنا تو چاہتوں میں یہی اک اصول ہے
جب تو قبول ہے تو تیرا سب قبول ہے
یہ عمر بھر کا جاگنا ہے کار ہی نہ جائے
گر تو نہیں ملی تو ریاضت فضول ہے

کھانا پکانا ایک فن ہے اور یہ فن بھی کسی کسی کو آتا ہے
 ورنہ کھانا تو سب ہی پکاتے ہیں اور سب ہی کھاتے بھی
 ہیں پر ذرا نقد وادار کھانے کی سب تحریف کرتے ہیں اور یہ
 ہی فن ہے۔ اور مس شاداب کو یہ فن آتا تھا۔
 ”مس شاداب! آج تو کمال کر دیا آپ نے۔“
 شہباز نے سر دھما تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔
 بار پوچھنے پر لطیف سا طعنے کیا تھا۔ راحیلہ نے منہ ہانپا اور
 خاموشی سے کھانے لگی۔
 ”وہ بے مس شاداب! آپ نے دھچکے پھینے نہاری
 کا کہا تھا وہ کب لائیں گی؟ مجھے تو لگتا ہے انتظار میں
 بوڑھا ہو جاؤں گا۔“ شاذب ہاتھ پونچھے کہنے لگا۔ اس کو
 ویسے بھی نہاری بہت پسند تھی۔

”شہزاد شامی کہہ رہا ہے۔“ واقعی آپ بہت اچھا کھانا پکاتی ہیں۔“ کوثر منہ میں رکھے واقف نے بھی تانہ دیا۔

جنید چاولوں کے ڈھیر پر کوفتہ جمانے میں مصروف تھا۔ اس نے تعریف پر وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور پوری توجہ اپنی پلیٹ پر ہی مبذول رکھی تھی۔ اس نے ایک نظر جنید کو دیکھا تھا۔

”مس آپ نے مجھے ترکیب دینی ہے آپ کے چاول ہمیشہ بہت سوختے ہوتے ہیں۔ میں جب بھی بتاتی ہوں چٹانیں کیوں سوکھے سوکھے رہتے ہیں۔“ احمد شہزاد کو غائب کرتے ہوئے بولی تھی۔

”ترکیب تو آپ نے یوں پوچھی ہے جسے کل ہی بنا
لا میری۔“ شاہ جمال صاحب نے راحیلہ کے کوئی تیسری

سے نہیں افراد کام کرتے تھے۔ ماحول بھی مناسب تھا۔ مرد و عورت دونوں ہی حدود میں رہتے تھے۔ کام بھی ہوتا اور کسی مذاق بھی چلا رہتا تھا۔

لنچ ٹائم میں پہلے پھل تو سب جھجکتے تھے مگر ایک بار جب شاداب سب کے لیے گھر سے کھانا لائی تو مانو یہ اصول ہی بن گیا کہ جو بھی کھانا لائے گا چاہے باہر سے یا گھر سے تمام لوگ مل کر لنچ کریں گے۔ شاداب کو سب ہی بے تکلفی سے کوئی بھی فرمائش کر دیتے مثلاً جیسے جنید نے آج تمہاری کی، کی۔ اس سے پہلے راحیلہ نے کڑمی پکڑ دہ کی اور شہباز کہتا جو بھی ہو گوشت سے بچا ہو اور وہ ہنستے مسکراتے سب کی فرمائشیں پوری کرتی جاتی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ صرف وہ ہی کھانا لاتی تھی سب ہی لاتے تھے مگر شاداب روز ہی لاتی اور مقدار میں وہ اتنا زیادہ ہوتا کہ آرام سے سب کو پورا ہو جاتا تھا۔

☆.....☆.....☆

”اوہو بھی۔ آج تو بہت بھوک لگی ہے کیا۔“

لنچ میں۔ ”دو بیچے ہی جنید اپنی ٹیبل سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اونچی آواز میں بولتے مخصوص نشست تک پہنچا تھا۔ میز پر آج ٹین سے چار ڈبے رکھے نظر آ رہے تھے۔“

”آج تو سمجھ لیں دعوت ہے میس حراقہ کہاب اور بیف کڑا ہی لے کے آئی ہیں۔“ شہباز مڑے سے بتا رہا تھا۔

”اچھا اور مس شاداب کیا لائی ہیں؟“ واثق نے سوال کیا تھا۔

”میس شاداب کرپے گوشت اور کیک لائی ہیں۔“ جواب راحیلہ کی طرف سے آیا تھا۔

”کیک... کسی کی سالگرہ ہے کیا؟“ جنید نے حیرانی سے سب کے چہرے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

”ضروری تو نہیں کہ جب کسی کی سالگرہ ہو تب ہی کیک کھایا جائے۔“ ہلکی آواز میں بولتے یہ شاداب تھی۔ وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ کیک جنید کی وجہ سے

لائی تھی جو دو دن پہلے کہہ رہا تھا کہ کیک کھانے کو بہت دل



چاہ رہا ہے۔

”وہ جس حرام ترین کباب ہیں۔“ جنید نے پہلا کباب منہ میں رکھتے ہی کہا۔ شاداب کا منہ تک جاتا ہاتھ لیے بھر کر کا تھا۔

”کڑا ہی اس سے بھی بہترین ہے آپ نے تو منس شاداب سے بھی اچھا کھانا پکایا ہے۔“ واثق زمین آسمان کے قلابے بطارہا تھا۔ شاداب یکدم بے چکن ہوئی۔ سب ایک ایک نوالے پر تعریفوں کے پلے بانہ رہے تھے۔ شاداب کا دل ہر چیز سے جیسے اچاٹ ہوا اس کی تو بھوک ہی سرگئی۔ زبردستی دو چار نوالے لے کر وہ اٹھ گئی۔ محل دکھ تو اسے تب ہوا جب اس کو کسی نے ٹوٹس ہی نہیں کیا۔

☆☆☆

جب سے حرا آئی تھی سب اس کے کھانوں کی تعریف کرنے لگے تھے اور یہ بات شاداب سے برداشت نہیں ہو رہی تھی کیونکہ اس سے پہلے سب اس کے کھانے کی ناصرف تعریف کرتے تھے بلکہ اس سے دیکھی بھی پوچھتے تھے اور اب جیسے سب اس کو بھول گئے تھے یا پھر حرا کے کھانے کا ذائقہ اس کے کھانے سے زیادہ تھا۔ جو بھی تھوہ حرا سے حسد کرنے لگی تھی اور چاہتی تھی کہ ایک بار پھر سب اس کے کھانے کی تعریف کریں بل خصوص جنید۔

”امی مجھے بچے قے کے کباب اور نہاری بنا کر دیں مجھے کل انس لے کر جانے ہیں۔“ شاداب ماں کا سر کھارہی تھی۔

”آپلی تمہاری اپنی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں تو کل جانا کیا ضروری ہے۔ چھٹی تو ویسے بھی لے ہی رکھی ہے آپ نے۔“ شاداب سے چھوٹی ماہرہ اسے سمجھا رہی تھی۔

”میں میرا تو دل گھبرا لے لگ گیا ہے مگر میں رو رہ کر بس جاؤں گی میں کل بہت ہوئیں چھڑیاں۔“ وہ وضاحت کر رہی تھی چہرے پر عجب سی شخصیت تھی۔

”دل گھبرا رہا ہے یا تعریفیں سننے کو نہیں ملیں۔ ایک بات یاد رکھنا جو کام تعریف سننے کے لیے کیا جائے اس کا بدلہ بہت جلد مل جاتا ہے وہ بھی کھانے کا۔“ ماہرہ ہنسی تھی۔

شاداب نے اسے کہہ توڑ لگا ہوں سے دیکھا اور پھر سے ماں کی تعریف کرنے لگی تھی۔ ماہرہ فسوس سے سر ہلاتے اٹھ گئی تھی جو سمجھنا نہ چاہے اسے کون سمجھا سکتا ہے۔

☆☆☆

وہ بہت خوش تھی امی نے اس کی فرمائش پہ نہاری اور کچے قے کے کباب بنا دیے تھے اس کو یقین تھا کہ آج سب اس کی تعریف کریں گے اور پھر کسی ڈش کی فرمائش کریں گے۔ وہ تیز تیز میز پر حیاں چڑھ کر جیسے ہی انس کا دروازہ کھولنے لگی تو اپنا نام من کر ٹھٹک گئی تھی۔

”یار۔ جس شاداب نہیں آئیں پچھلے تین دن سے کھانے کا حرا ہی نہیں آ رہا۔“ واثق بول رہا تھا۔

”ہاں یار۔۔۔ یہ تو ہے کھانا تو اچھا ملتا ہے بس دو جملے کہو اور مفت میں جو دل چاہے فرمائش کر دو۔“ قہقہہ مار کر کہتا وہ جنید تھا۔

”تم تو مذاق مت اڑاؤ۔ تمہیں تو وہ بے چاری پسند کرتی ہے۔“ شہباز نہایت عا میا نہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

”پسند۔ ایسی لڑکی کم از کم میری پسند نہیں ہو سکتی۔“ وہ ٹوٹ کر اور غرور سے کہہ رہا تھا۔

”تمہاری پسند کا وہ کتنا خیال رکھتی ہے۔ تمہارے صرف ایک بار کہنے پر ایک بھی لے کر آتی تھی۔“ واثق پسند پر کافی زور دیتے اب صاف مذاق اڑا رہا تھا۔

اندر دونوں کے بے ہنگم قہقہوں کا شور تھا اور شاداب اس اونچی عمارت کے نیچے حلقے جاری تھی۔ تب ہی ماہرہ کی سرگوشی اس کے کان میں گونجی تھی۔

”جو کام تعریف کے لیے کیا جائے اس کا بدلہ بہت جلد ہی مل جاتا ہے۔ مگر انسان ہمیشہ کھانے میں ہی رہتا ہے۔“



کچھ نہ مانگوں گا جو اس بات کو پورا کر دے
جو نہیں میرا الہی، اسے میرا کر دے
عمر بھر تیرے خیالوں میں یونہی کھویا رہوں
تجھ کو بھولوں تو یہ قدرت مجھے اندھا کر دے

زندگی کے سفر میں ہم بہت سے غلط فیصلے کر جاتے ہیں اور پھر بعد میں ہم ان سے پچھتاتے ہیں لیکن اکثر ہمیں اپنی
وہ لاؤنچ کی کرسی پر بیٹھے سمجھوں رہے تھے جب ن کے بیٹے کی آواز ان کے کانوں میں پڑی تھی۔
”سوینا میں شادی سے پہلے تم پر یہ بات واضح کر دینا غلطیوں کو سدھرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے اور کبھی غلطی سزا بھی بن جاتی ہے۔“
چاہتا ہوں کہ میرے ڈیڈی اور ماں میرے ساتھ رہیں



گے۔ وہ وہاں کان سے لگائے کسی سے بات کر رہا تھا۔
 ”شادی کے لیے میری بس یہی ایک شرط ہے اگر تمہیں
 منظور ہوئی تو میں تم سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔“ وہ
 بیٹے کی بات سن کر سرکلا پڑے تھے۔

☆ ☆ ☆

اماں جی بان کی چار پائی ٹھیک کر رہی تھیں۔ جب لوئیس
 فون پر بات کرتا ان کے پاس آیا تھا۔

”اماں جی... مراد کا فون ہے بات کر لیں اس سے۔“
 لوئیس نے اپنا موبائل ان کی طرف بڑھایا۔

”میں ٹھیک ہوں چتر۔ تم سنو... عہدہ ہو گیا تمہیں
 پاکستان آئے ہوئے چاچی کو صرف فون پر بات کر کے ٹالے
 جا رہے ہو۔“ اماں جی نے فون تھاٹے ہی نرم لہجے میں شکوہ کیا
 تو دوسری طرف رابطہ قہہ لگا کر خنس پڑا تھا۔

”نہیں چاچی جی... میں بس اپنے دونوں گروں کی
 فروخت کے سلسلے میں مصروف تھا آج ہی تاریخ ہوا ہوں

سب معاملات نثار کو بس اگلے ہفتے تک آپ سے ملنے آؤں
 گا۔“ مرلوانے ان کو تسلی دی۔

”چتر۔ اتنے سال ہو گئے بھائی صاحب اور بھائی کو
 امریکا گئے ہوئے، کبھی انہیں بھی پاکستان کا چکر لگواؤ انہیں
 پاکستان کی یادیں آتی کیا؟“ اماں جی کا دل اکثر جیشہ اور
 جیشانی کے لیے اداں ہو جاتا تھا۔ شروع شروع میں تو دونوں
 فون وغیرہ پر ان سے بات چیت کر لیتے تھے مگر کچھ سالوں
 سے تو ان کا رابطہ سب کے ساتھ ہونے کے برابر ہو گیا تھا۔

”جی چاچی جی۔ بس دونوں کی محنت اجازت نہیں
 دیتی سفر کرنے کی۔“ مرلوانے کہا۔

”اچھا اللہ سب خیر رکھے۔۔ اب جدی چکر لگا تا میرے
 پاس۔“ اماں جی نے اپنی عادت کے مطابق مزید کچھ کہنے کی
 بجائے بات سمیٹ دی۔

”جی اس دفعہ تو آئے اور معاذ بھی ساتھ آئے ہیں ہم
 سب ملے آئیں گے آپ سے۔“ مراد نے یقین دہانی
 کروائی۔ تھوڑی دیر ان سے مزید بات کی اور فون بند کر دیا۔
 ”نہ جانے میرے بھائی بھانجے پر ہاں کیا گزرتی ہوگی۔“

لوئیس کے ابا کی بات سن کر اماں جی تھکے سے اکھڑ جائیں۔
 ”کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ اپنے بیٹے کے پاس ہیں
 دونوں، خدا فرماتے کوئی بے سہارا تھوڑی جینا مرے میں ہیں
 تب ہی تو واپس آنے کی نہیں سوچتے۔“

کیا اچھا وقت تھا جب دونوں اہل بیتا جیشا نیلیاں اکٹھی
 رہتی تھیں پھر مراد امریکا چلا گیا اور چند سال پہلے یہاں سب
 کچھ بچ باقی کر اماں باپ کو بھی ساتھ ہی لے گیا لوگ دونوں کی
 قسمت پر رشک کرتے ہیں کہ اکلوتے بیٹے نے امریکا جیسے
 ملک میں اماں باپ کو اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے۔“ اماں جی اکثر
 بھائی کے لیے اداں ہو جایا کرتے تھے سوچے ہی ان کا کوئی لہا
 چڑھا خدا ان تو تھا تو بس ایک بھائی بھائی ہی تھے جو آٹھ سال
 امریکا میں تھے اور ایک باہر بھی پاکستان کا چکر نہیں لگایا تھا۔
 سب کہتے تھے کہ ان کا دل امریکا میں اتنا لگا گیا ہے کہ وہ
 پاکستان کو بھول گئے ہیں۔

☆ ☆ ☆

گھر میں بڑی چال پہل تھی لوئیس اور اس کی بیوی ہانیہ
 دولت کے تمام ضروری اقدامات کرنے کے بعد مہمانوں کی
 آمد کے منتظر تھے۔ دھند پھر سے تھوڑا پہلے مراد اپنی جہی اور بچے
 کے ساتھ پہنچا تھا۔

”جیتا میرا بچہ۔“ اماں جی نے کتنی ہی دیر مراد کو بچنے
 سے لگائے رکھا تھا۔ خوش گوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ سب
 فرصت سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے معاذ لوئیس کے بیٹے
 رحمان کے ساتھ وہیں بیٹھ کر کھیل رہا تھا۔ دونوں بچوں کی
 عمریں آٹھ نو سال کے درمیان تھیں۔

”یار لوئیس۔ چھوڑو پاکستان کو۔ تم بھی امریکا
 آ جاؤ۔ جسم سے زندگی سنو جاوے گی۔“ مرلوانے لوئیس سے
 کہا۔

”نہیں یار۔ اپنا دیس تو ماں کی گود کی طرح ہوتا
 ہے۔ مجھے پاکستان چھوڑ کر کہیں نہیں جانا۔“ لوئیس نے نرمی
 سے کہا۔ اس کے دائیں بائیں اس کے اماں، لپا بیٹھے ہوئے
 تھے اور اس کی بیوی مہمانوں کو چائے سرو کر رہی تھی۔ لوئیس کا
 کپڑے کا کاروبار تھا جو ماں باپ کی دعاؤں سے کافی منافع

بخش اور کامیاب تھا۔
 ”پھر بھی یاد بندے کو آگے بڑھنے کے بارے میں سوچنا
 چاہیے۔“ مراد نے ہمت نہ ہاری آمنہ خاموشی سے لائق سی
 بیٹھی تھی کہ کب مراد اُسے اور وہ لوگ یہاں سے جائیں۔

پوچھا۔
 ”تو پھر وہ کہاں رہیں گے؟“ ریحان نے حیرت سے
 پوچھا۔

”کولڈز ہوم میں۔“ معاذ نے بے فکر سی کہا۔

”وہ کیا ہوتا ہے؟“ ریحان نے پوچھا۔

”وہاں اولڈ مین اور وومن رہتے ہیں میرے دوا دواوی
 بھی وہیں رہتے ہیں۔“ معاذ کی بات پر مراد اور آمنہ کے
 چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ انہوں نے پاکستان میں اس بات کی
 بجائے بھی کسی کو نہیں بڑے دی تھی کہ ان کے والدین بچپنے
 پانچ سال سے اولڈ ہوم میں رہ رہے ہیں۔

”جینا۔ تیاری کر رکھنا، آخر میں تم دونوں کو اولڈ ہوم جانا
 ہے۔“ چاچا جی نے مراد کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر غم لہجے میں
 کہا تو مراد جیسے ہوش میں آیا۔ اس کا آٹھ سالہ جینا ابھی سے
 انہیں اولڈ ہوم بھیجے کا سوچ بیٹھا تھا تو اس میں قصور اس کا نہیں
 مراد کا تھا۔

یہ دیکھتا جب مراد سوچ کے رووا ہو گئے تھے اس نے
 فوراً وہاں جانے کی ٹھانی تھی کیونکہ اب وہ دیر نہیں کرنا چاہتا تھا
 اور شاید کسی کمزور بچے کی زد میں آنا چاہتا تھا۔



برسوں پہلے ایک فیصلہ کر کے مراد صاحب نے اس چڑ
 ایسے عمل کیا تھا کہ ان کے ماں، باپ اس سے خوش ہو کر دنیا
 سے گئے تھے اور آج ان کے فیصلے کا ثمران کے بیٹے کے حصہ
 سے ادا ہوتے الفاظ کی صورت میں انہیں مل گیا تھا گری کی
 پشت سے سر اٹھا کر انہوں نے سکون سے آنکھیں موند لی
 تھیں۔ ان کے ہونٹوں پر بڑی مطمئن مسکراہٹ تھی۔



اپنے سر ہلی رشتہ داروں سے وہ یوں ہی بلاوجہ بے زار رہتی
 تھی آج بھی مراد کی محنت سماجیت پر یہاں آئی تھی۔

”ہاں! سوچنا چاہیے مگر۔ جب آپ کو اپنے وطن میں
 سب کچھ مل رہا ہو تو میرے خیال میں اسے چھوڑ کر جانا بے
 وقوفی ہے۔“ کوئیس کا اپنا نقطہ نظر تھا۔

”یاد قسم۔۔۔ بڑی سہولتیں اور سکون ہے وہاں انسان

محنت کرتا ہے تو اس کا پورا پورا صلہ بھی ملتا ہے اور پھر کسی کی

اضافی ذمہ داری بھی اٹھانا نہیں پڑتی۔“ مراد نے اپنے بوز سے

چاچا اور چاچا کی طرف دیکھا جو اوئیس کے ساتھ رہتے

تھے کسی نے اس کے اس انداز کو ٹنڈ نہ کیا۔ سب جانے کی

طرف متوجہ ہوئے تو چند لمحوں کے لیے خاموشی ہی چھا گئی۔

معاذ کو کے بیٹے معاذ کی آواز کوئی اور سب کی توجہ اس

طرف ہو گئی جو کوئیس کے بیٹے ریحان سے پوچھ رہا تھا کہ یہ

اولڈ مین اور ٹینڈی کون ہیں؟“

”میرے دادا دواوی ہیں۔“ ریحان نے مسکرا کر کہا۔

”دادا، دواوی؟“ اس نے انگریزی لہجے میں ایک ایک کر

پوچھا۔

”میرے پاپا کے امی ابو۔“ معاذ کے انہیں پر ریحان نے

آسان الفاظ میں وضاحت کی۔

”تو تمہارے ساتھ کیوں رہتے ہیں؟“

”کیونکہ یہ میرے پاپا کے امی ابو ہیں۔“ ریحان کو یہی

دلیل سمجھ میں آئی تھی۔

”اچھا جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو تمہارے بابا، اماں کہاں

رہیں گے؟“ معاذ نے پھر سوال کیا۔

”میرے ساتھ۔ جیسے اب دادا، دواوی اور بابا ساتھ

رہتے ہیں۔“ ریحان نے اوئیس کی طرف دیکھا۔

”مگر میں تو بڑا ہوا کر اپنے ڈیڑی اور ماما کو اپنے ساتھ نہیں

رکھوں گا۔“ معاذ کی بات پر سب بڑوں کو سانپ سگھ گیا اور

خلافت راشدین حضرت ابو بکر صدیقؓ

رفاعت جلاوید

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔
ترجمہ :- اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ راست پر
چل رہے ہو تو جو گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔
(اللہ اعلم)

اس کے بارے میں ابو بکرؓ فرماتے ہوئے سننا۔
لوگو! تم یہ آیت پڑھ کر غلط فہم لیجے ہو میں نے نبی کریم
ﷺ کو فرمایا ہے ہوئے سننا کہ جب لوگ غلام کو ظلم کرتے
ہوئے دیکھیں اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ ان سب
پر اللہ کا غضب ٹوٹ پڑے۔

ابو بکرؓ نماز میں حضورؐ کو حضورؐ کا اہتمام فرمایا کرتے تھے ان
کہہ کہتے ہیں ابن جریج نے نماز عطا سے سبکی عطا نے عبد اللہ
بن زبیر سے اور عبد اللہ بن زبیرؓ نے ابو بکر صدیقؓ سے
اور ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے۔ امام عبد الرزاق
کہا کرتے تھے میں نے ابن جریج سے ابھی نماز پڑھتے
ہوئے کسی کو نہیں پایا۔

اس سے روایت ہے۔ ابو بکرؓ نے لوگوں کو فجر کی نماز
پڑھائی۔۔۔ ان دنوں رکعتوں میں سورہ بقرہ پڑھی جب آپ
نماز سے فارغ ہوئے تو عمرؓ نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے
خلیفہ آپ نماز سے اس وقت فارغ ہوئے جب سورج نکلنے
والا تھا آپ نے فرمایا۔

اگر سورج نکل بھی آتا تو کوئی بات نہیں ہم غافلین میں
نہیں تھے یعنی اللہ کے ذکر میں مصروف تھے۔

ابو بکرؓ لوگوں کو صبر قلم کی تلقین کیا کرتے تھے خصوصاً اپنے
کسی چاہے کے مرنے پر لوگوں کو ظلم بدعہدی اور کفر فریب
سے منع کرتے تھے آپ فرماتے جس کے اندیشہ میں چیزیں ہوں
گی اس کے لیے وہاں جان ہوں گی۔
ظلم بدعہدی اور کفر فریب !

آپ لوگوں کو حقد و نصیحت کرتے اور اللہ کی یاد دلاتے
تاریکیاں پانچ ہیں ان تاریکیوں کو دور کرنے والے چراغ بھی

پانچ ہیں۔

- (۱) دنیا کی محنت و تار کی ہے اس کا چراغ تقویٰ ہے۔
- (۲) گناہ و تاریکی ہے۔ اس کا چراغ توبہ ہے۔
- (۳) قبر و تاریکی ہے۔ اس کے لیے چراغ پہلا کلمہ

شہادت ہے۔

(۴) آخرت و تاریکی ہے۔ اس کے لیے چراغ عمل
صال ہے۔

(۵) ملی سراط و تاریکی ہے۔ اس کے لیے چراغ یقین

ہے۔

آپ خطبہ جمعہ کے وسیعے سے لوگوں کو چٹائی حیا اور
آخرت کی تیاری پر ابھارتے اور غرور و تکبر سے منع کرتے۔

ابو سہیل بن اسحاقؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ
کی وفات کے ایک سال بعد ابو بکرؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔
آپ نے فرمایا جہاں آج میں کھڑا ہوں یہاں رسول اللہ ﷺ
کھڑے ہوئے، آپ یہ کہہ کر رونے لگے پھر توقف کے بعد
فرمایا۔

”لوگو! اللہ سے عافیت طلب کرو یقین کے بعد عافیت
سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دی گئی۔ سچائی کو لازمی پکڑو وہ نیکی کے
ساتھ ہے ان دنوں کا انجام جنت ہے۔ جمہور سے دور رہو۔
وہ برائی کے ساتھ ہے ان دنوں کا انجام جہنم ہے آپ اس میں
تعلقات متقطع نہ کرو شے نہ توڑو۔۔۔ جس میں قہض اور شمس
زندہ کو خدا نہ کرے اللہ کے بندہ ہو ہی بھائی ہو جائے۔“

زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں۔ ابو بکرؓ نے لوگوں سے خطاب
فرمایا۔

”اے مسلمانو! جماعت اللہ عز و جل سے حیا کرو اس
ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جب میں
قضائے حاجت کے لیے جاتا ہوں تو اللہ سے حیا کرتے
ہوئے خود کو کپڑے سے ڈھانپ لیتا ہوں۔

عبد اللہ بن حکیم سے روایت ہے کہ ابو بکرؓ نے ہمیں خطبہ
دیتے ہوئے فرمایا۔

”اے اللہ! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور تم
اللہ کی اس قدر شایان کرو جس کا وہ الہ ہے اللہ تعالیٰ نے
ذکر یا علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کی تعریف کرتے ہوئے
فرمایا۔

ترجمہ :- ”یہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی

نہیں جس کی وجہ سے کسی کو خیر عطا کرے..... اور برائی سے بچے اس کا کام صرف اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم کی اطاعت ہے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں ہر حال میں اللہ سے تقویٰ رکھو اور اللہ کی شایان شان اس کی شایان کردہ... اس سے استفادہ کرو وہ مغفرت فرمانے والا ہے میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

اس میں شک نہیں ابو بکرؓ کی سیرت ایسے کلمات سے مزین ہے جن کی مثال ملنی مشکل ہے۔

آپؐ عدلیہ کے قوانین کے فیصلے کو خدا کرتے تھے آپ کے دور میں رسول اللہ ﷺ کے دور کی طرح مستقل اور خاص ادارہ نہ تھا کیونکہ لوگ نبوت کے قریب تھے اور شریعت کے مطابق اپنی زندگی گزار رہے تھے)

مدینہ میں ابو بکرؓ نے فقہ کی ذمہ داری جب عمرؓ کو بخشی اور ان تمام قاضیوں اور گورنروں کو وہاں ہی رکھا جن کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیا تھا وہ آپ کے عہد میں بھی حضرت عمرؓ کے ساتھ اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے اور جب بھی کوئی مسئلہ سامنے آتا تو اس وقت بھی رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو یاد رکھ کر فیصلہ کرنے سے پہلے علما اور بڑے لوگوں کو بلاتے ان سے مشورہ کرتے اور جب وہ کسی رائے پر متفق ہوتے تو اس کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ ابو بکرؓ اسی فیصلے پر متفق ہوا کرتے تھے۔

قواعد بنی زوین سے روایت ہے کہ انی لو اسے کی وراعت میں حصہ طلب کرنے کے لیے ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

آپؐ نے فرمایا! اللہ کی کتاب میں میں تمہارے لیے کچھ نہیں پایا اور رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم ہے۔ پھر آپؐ نے لوگوں سے معلوم کرنا چاہا تو منیرہ بن شعبہؓ نے بتلایا میں حاضر تھا اور رسول اللہ ﷺ نے چٹھا حصہ تائی کو دیا ہے۔

ابو بکرؓ نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ کوئی اور اس بات کا گواہ ہے۔

یہ سن کر ابن مسلمانہ نے شہادت دی۔ تو آپؐ نے خاتون تائی کو چٹھا حصہ نافذ کر دیا۔

علی بن ماجہؒ بھی کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص سے جھگڑا کیا تو اس کے کان کا بعض حصہ کٹ گیا..... ابو بکرؓ جب حج کے لیے مکہ تشریف لائے تو وہاں معاملہ آپ کے سامنے

کرتے تھے اور ہمیں لالچ و طرح اور دُور خوب سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔ (الانبیاء)

اور پھر آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کے بند اس حقیقت کو جانو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے عوض تمہاری جانوں کو دین پر لیا ہے اس پر تم نے عہد کیا کیا ہے۔

یہ اللہ کی کتاب تمہارے درمیان ہے اس کے عجائبات ختم ہونے والے نہیں۔ اس کی روشنی بجھنے والی نہیں۔ لہذا اس کے فرمان کی تصدیق کرو اس نے تم کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور کرنا کا نہیں لکھا تمہارے ساتھ لکھا یا تم جو کرتے ہو اس کا علم ہے۔

اللہ کے بندو! یاد رکھو تم کو موت کے سامنے میں صبح و شام کرتے ہو اس کا علم تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اگر تم سے ہو سکے کہ جب موت آئے تو تم اللہ کے لیے کام کرو گے ہو کر کرو اور اللہ کی مدد کے بغیر تم ایسا نہیں کر سکتے۔ لہذا فرمت کا جو وقت ملا ہے اس میں آگے بڑھو۔ قبل از سر تمہاری زندگی ختم ہو جائے..... پھر تم اپنے برے اعمال کی طرف لوٹا دیے جاؤ گے کچھ لوگوں نے اپنی زندگیوں دوسروں کے لیے وقف کر دی ہیں اور اپنے آپ کو بھول گئے ہیں ان کے نقش قدم پر چلنے سے بچ کر تمہاری جلدی کرو آگے بڑھو تمہارے پیچھے سے بڑی تیزی سے تمہارا تعاقب ہو رہا ہے کہاں گئے ہیں دوست جنہیں تم پہچانتے ہو وہ اپنے کیے کو پہچان گئے ہیں انہوں نے مادی میں جو بھی کیا اس میں شقاوت و مصالحت کے ساتھ داخل ہو گئے۔ وہ جاہ و دھنم لوگ کہاں گئے جنہوں نے شہر بسائے..... اس کے چار جانب فضیلتیں گھیر کیں آج وہ خود چٹاؤں اور کنوؤں کے نیچے چائے پیتا۔ حسین چہرے والے جوانی جوانی پر گھٹنے والے تھے کہاں گئے۔ ملوک و مملطین کہاں گئے؟ اور کہاں گئے وہ جو بتلوں میں غلبہ و قوت حاصل کرتے تھے وہ دنیائے ان کو بھول کر وہ قبر کی تاریکیوں میں جا کرے..... اس بات میں کوئی خیر نہیں جس سے مقصود اللہ کی رضا نہ ہو۔

اس مال میں کوئی خیر نہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ ہو اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جس کی جہالت اس کی برو باری پر غالب ہو اس شخص کی کوئی خیر نہیں جو اللہ کے بارے میں ملامت گرو کی ملامت کا خوف کھائے۔

یقین جانو اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی نسب و رشتہ

پیش کیا گیا آپ نے عمر سے کہہ دیا کہ جو یہ قصاص کی حد تک پہنچتا ہے۔

عمر نے فرمایا میں حجام کو بلاتا ہوں۔

جب حجام کا ذکر آیا تو ابو بکرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا میں نے اپنی خالہ کو ایک غلام بہہ عطا کیا امید کرتا ہوں کہ میں ان کی برکت حاصل کروں اور میں ان کو اپنی حجام یا قصاص یا ضائع بنانے سے منع کا۔

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے میں ابو بکرؓ کے پاس موجود تھا ایک شخص نے عرض کیا اے خلیفہ رسول یہ میرا پورا مال لینا چاہتے ہیں۔ ان کو اس کی ضرورت نہیں۔ تو ابو بکرؓ نے فرمایا تم اس کے مال میں سے ضرورت بھر کا لے لو۔

اس شخص نے کہا اے خلیفہ رسول! کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا ہے.....!

”تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“

ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ جسے پسند کرے تم بھی وہی پسند کرو۔

(یعنی والد کا تلفظ دولا کے ہے)

ابو جلیح اپنے دوا سے روایت کرتے ہیں ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ کو روات سے کاٹا تو اس کا حالت اکھاڑ لیا ابو بکرؓ نے اسے لغو ارادیا۔

امام مالک تابع سے روایت ہے مصعب بن عمیر نے ان کو ضروری کہ ابو بکرؓ کے پاس ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے ایک لونڈی کے ساتھ زنا کر کے اسے حاملہ کر دیا تھا اور پھر اس نے رونا کا ہنسنے بھی کر لیا۔ وہ شادی شدہ تھا ابو بکرؓ نے حکم دیا اور اس کو حد کے سونے لگائے گئے پھر دُک کی طرف اسے جلا وطن کر دیا

ایک روایت ہے کہ آپ نے لونڈی کو نوٹے لگوائے اور سب سے جلا وطن کیا کیونکہ اس سے چہرہ اڑا گیا تھا۔ پھر بعد میں ابو بکرؓ نے اس لونڈی کی شادی اس شخص سے کر دی۔

شادی کے بارے میں اس شخص کے بارے میں ابو بکرؓ سے سوال کیا گیا جس نے ایک خاتون کے ساتھ زنا کیا پھر اس کے ساتھ وہ شادی کرنا چاہتا ہے تو آپ نے فرمایا اس سے افضل کوئی تو ہے نہیں کہ اس سے نکاح کر لے تاکہ دونوں زنا کے گنہگار نہ رہیں۔

عمر بن خطابؓ نے اپنی انصاری بیوی کو طلاق دی تو وہ عاصم اپنے بچے کو وادی خمیس میں لیے جاری بھی آپ کی اس پر نظر

پڑی تو آپ نے اپنے بچے کو کہاں سے چھیننا چاہا حالانکہ بچہ دودھ بھی چھوڑ چکا تھا اور اپنے پاؤں پر چل رہا تھا۔ جب بچے کو چھیننے سے تکلیف پہنچی تو وہ استحقاق سے رونے لگا آخر دونوں کی مل و قال کے بعد یہ معاملہ ابو بکرؓ کے پاس پیش ہوا۔ تو آپ نے فرمایا اس کی مہک اس کی گود اور اس مال کا بستر رحم سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے پھر بچے کو بیٹے کا اختیار ہے کہ وہ مال کے ساتھ رہنا چاہتا ہے یا باپ کے ساتھ۔

ایک روایت میں فرمایا اس بچے کے لیے باپ سے زیادہ شفیق دھرمیان اور رحم کرنے والی ہے وہ بچے کی اس وقت تک حقدار ہے جب تک مال دوسری شادی نہ کر لے۔

گورنر کے فرائض

ابو بکرؓ نے مختلف شہروں میں گورنر مقرر فرمائے اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ گورنروں کو ان کے عہدوں پر فائز رکھا۔

گورنر کے فرائض میں بنیادی چیزوں پر غور و خوض کرتا تھا۔ دینی و دنیاوی سیاسی اور معاشرتی تعلیم سے نوازنا ان کے فرائض کے حصے میں آتا تھا۔ امر اور نہی کو لوگوں کی امامت کرانے خصوصاً جس کی ہدایت کے لیے ان کی ذہنی لگائی چالی تھی ان میں شہروں کے گورنر امر اور نوح کے قائد و امیر شامل ہوتے تھے۔

جہاد کے لیے تیاریاں کرنا اور اپنے خلیفہ کے لیے دور رسا علاقوں میں بیعت لینا۔ جیسے یمن طائف اور مکہ وغیرہ میں مقرر گورنروں نے وہاں کے رہائشیوں سے ابو بکرؓ کے لیے بیعت لی۔

ان پر مالداروں سے زکوٰۃ وصول کرنا فقراء میں تقسیم کرنا غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنا اور اسے شرعی معارف میں خرچ کرنا یہ طریق رسول اللہ ﷺ کے گورنروں کی اعمال سے اخذ کیا گیا تھا۔

عہد یمن کا پورا کرنا شرعی حدود کا قیام اور ملک میں امن و امان کی بحالی کرنے کی ذمہ داری گورنروں کو ہی سونپی گئی تھی۔ لوگوں کو دینی تعلیم سے آگاہی کے لیے رسول اللہ ﷺ کا ہی طریقہ اپنایا گیا تعلیم کے ساتھ شخصیت کو نکھارنے کے لیے تربیت کو بہت اہمیت دی گئی۔

ابو بکرؓ کے عہد میں آپ کے گورنر زیادہ ایک صوبہ بیان

کہتا ہے کہ زیادہ گور بنائے جانے کے بعد پہلے کی طرح صبح لوگوں کو تعظیم دیا کرتے تھے۔

اس عظیم کافانہ اٹھاتے ہوئے گورزنوں نے اسلام کی نشر و اشاعت میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

ابوبکر کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے اور دوسروں سے بھی اسی کی توقع رکھتے تھے۔ آپ اپنے خطوط میں اکثر امر اور نہی کو کلمہ آخرت اور دنیا میں زہد تقویٰ کا پتہ دیا کرتے تھے۔

ابوبکر کی بیعت لینے میں تاخیر

عبداللہ بن عباس کی صحیح روایت ہے علی اور زبیر گوران کے ساتھ جو لوگ فاطمہ کے گھر میں تھے بیعت کرنے میں بچھڑے۔

دیکھنا کہ جبرین کی بیعت میں تاخیر کی بنیادی وجہ رسول اکرم ﷺ کی توجیز و تدبیر میں مصروفیت تھی۔

اسلام بن ہبید کی روایت ہے کہ یہی وجہی فرماتے ہیں ابوبکرؓ نے اہل بیعت کو جن میں علیؓ عیسیٰؓ جوش تھے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا جسد مبارک تمہارے پاس ہے تم اس کے ذمہ دار ہو پھر انہیں غسل دینے کا حکم فرمایا۔

علی بن ابی طالب اور زبیر بن عوام بیان کرتے ہیں جب ابوبکرؓ عام بیعت کے لیے منبر شریف لائے تو آپ کو زبیر نظر نہ آئے ان کو بولایا گیا آپ نے ان سے کہا۔

اے رسول اللہ ﷺ کے حواری اور پھوپھی زاد بھائی کیا مسلمانوں کی حیثیت کلوڑنے کا بارادہ ہے؟

عرض کیا خلیفہ رسول الہی کوئی بات نہیں۔

پھر ابوبکرؓ نے نظر دوڑائی تو علیؓ نظر نہ آئے تو آپ کو بھی بولایا گیا۔

وہ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کیا مسلمانوں کی حیثیت کلوڑنے کا بارادہ ہے عرض کیا... خلیفہ رسول الہی کوئی بات نہیں۔

پھر آگے ہوئے اور ابوبکرؓ سے بیعت کی۔

ابوسعید خدریؓ نے امام مسلم بن حجاجؒ جن کی صحیح مسلم صحیح بخاری کے بعد سب سے زیادہ صحیح احادیث کی کتاب ہے اپنے استاد صحیح ابن خریمہ کے مصنف امام محمد بن اسحاق بن خریمہ رحمۃ اللہ کے پاس حاضر ہوئے اور اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو استاد امام ابن خریمہؒ نے اس حدیث کو لکھ کر انہیں دیا اور انکو پڑھ

کر سنایا تو عرض کیا۔

یہ حدیث تو لوٹ کے برابر ہے۔

امام خریمہؒ نے فرمایا۔

یہ حدیث صرف لوٹ کے برابر نہیں بلکہ یہ تو انتہائی قیمتی خزانے کے برابر ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔ اس کی اسناد صحیح اور محفوظ ہیں کہ علیؓ نے وفات نبویؐ کے پہلے یا دوسرے دن ہی ابوبکرؓ سے بیعت کی اور یہی صحیح ہے۔

حضرت علیؓ بھی ابوبکرؓ سے جدا نہیں ہوئے اور آپ کے پیچھے کسی نماز پڑھنا ترک نہیں کیا۔

حسب بن ابی حارث سے روایت ہے علی بن ابی طالبؓ اپنے گھر میں تھے ایک شخص نے آپ کو بتایا کہ ابوبکرؓ بیعت کے لیے مسجد میں شریف لائے ہیں۔ علیؓ اسی وقت اٹھے آپ کہتے پہنچے ہوئے تھے لیکن جسم پر ازار اور چادر نہیں تھی۔ اسی حالت میں آپ مسجد کی طرف چل پڑے تاکہ بیعت میں تاخیر نہ ہو جائے کیونکہ آپ کو یہ عمل ناپسند تھا۔ آپ وہاں پہنچے اور بیعت کے بعد وہیں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے ردا گھر سے منگوائی اور کرسٹے کے اوپر اس کو پہن لیا۔

عمر و بن حریث نے سعید بن زید سے سوال کیا۔

کیا آپ رسول اللہؐ کی وفات کے وقت وہاں موجود تھے؟

فرمایا نہیں۔

عمرؓ بولے۔ ابوبکرؓ کی بیعت کب عمل میں آئی؟

سعید بن زید نے جواب دیا۔

جس دن رسول اللہؐ کی وفات ہوئی... کیونکہ رسول اللہؐ کو کسی جماعت اور امام کے بغیر مسلمانوں کے لیے دن کا کچھ حد گزرنا بھی ناپسند تھا۔

عمرؓ بولے۔

کیا کسی نے ابوبکرؓ کی مخالفت کی۔

سعید بن زید نے جواب دیا۔

نہیں کسی نے مخالفت نہیں کی صرف مرتد یا رتد او سے قریب شخص نے مخالفت کی تھی۔ انصار کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔ انہوں نے آپ کی خلافت پر شوق ہو کر آپ سے بیعت کی۔

عمرؓ بولے۔

نہیں بلکہ مہاجرین تو آپ کی بیعت کے لیے لوٹ پڑے تھے۔ علیؓ تو کسی وقت بھی ابوبکرؓ سے جدا نہیں

ہوئے اور کسی جماعت میں آپ سے کٹ کر نہیں رہے۔
مسلمانوں کے امور کی تدبیر اور مشورے میں برابر کے رہے۔
حافظ ابن کثیر اور بہت سے اہل علم کا خیال ہے کہ علیؑ نے
چھ ماہ بعد دوبارہ بیعت کی تجدید اس وقت فرمائی جب فاطمہؑ
انشقاق کر چکی تھیں۔

دوسری بیعت کے بارے میں بھی صحیح روایات وارد ہیں۔
بھلائی وغیر خواہی

علیؑ خلافت، صدیقی میں ہمیشہ بھلائی اور خیر خواہی کھجور
بنائے ہوئے تھے آپ اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کے لیے
ہر وہ عمل کرتے تھے جس سے وہ استفادہ حاصل کر سکیں۔
ابوبکرؓ کے لیے آپ غلصہ اور ربی سامی تھے جب وہ
بذات خود مدینہ کا قلع فتح کرنے کے لیے وقتہ کی طرف
بڑھے اور عسکری قیادت کرنا چاہی تو علیؑ نے فوراً اتمام حکم کر
عرض کیا۔

خفیف رسول! آپ کہاں جا رہے ہیں میں آپ سے وہی
بات کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن فرمائی تھی۔
اپنی کوار میان میں ڈال بیجیے اور اپنے متعلق ہمیں
افسوسناک خبر میں نہ لے لیں اور نہ بے لوث چلیے۔
اللہ کی قسم آپ کے ساتھ کوئی افسوسناک حادثہ پیش آ گیا تو
اسلام کا نظام بھی قائم نہ ہو سکے گا۔

ابوبکرؓ نے ان کی بات سنی مخلصانہ مشورہ مانا اور واپس
آ گئے۔

حضرت علیؑ نے جبرامیت نہیں کی تھی انہوں نے ابوبکرؓ
کو دل کی گہرائی سے قبول کیا تھا۔

حضرت علیؑ کا قلب و ذہن ہمیشہ ابوبکر کے لیے صاف
وشفاف رہا جس کی بے شمار مثالیں ان کے کردار میں نظر آتی
ہیں۔

انبیاء کا مال صدقہ

ام، سنیین عائشہؓ فرماتی ہیں۔ فاطمہ اور عباسؓ ابوبکرؓ کے
پاس آپ ﷺ کی میراث سے اپنا شرعی حصہ
طلب کرتے تھے جب انہوں نے اپنے آئے کا موقف بتایا تو ابوبکرؓ
نے فرمایا۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔

”ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ
صدقہ ہے یقیناً آل محمد (صلعم) اس مال سے کھاتے پیتے

رہیں گے۔

ایک اور روایت ہے ابوبکرؓ نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ جو کام
کرتے تھے میں اس کو چھوڑ نہیں سکتا اس کام کو ضرور کروں
گا اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

ام المؤمنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی
وفات کے بعد ازواج مطہرات نے عثمان بن عفانؓ کو ابوبکرؓ کی
خدمت میں بھیج کر میراث کا مطالبہ کرنا چاہا۔ تو عائشہؓ نے
فرمایا۔

کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ ہمارا کوئی وارث
نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
”میری میراث کا ایک دو تہائی تقسیم نہ ہوگا جو کچھ میں نے
اپنی بیویوں کے نقدہ اور عامل کے خرچ کے لیے چھوڑا ہے وہ
صدقہ ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی پابندی کرتے ہوئے ابوبکرؓ
نے فاطمہؓ کے ساتھ کیا۔

حدیث میں ہے حضرت فاطمہؓ نے آپ سے نہ بحث
مباحثہ کیا نہ تخیل کا اظہار کیا انہوں نے بھی اپنے والد محترم صلی
اللہ علیہ وسلم کے صدقہ دل سے قبول کیا۔

دام ابن خثیر فرماتے ہیں۔

ابوبکرؓ سے جب میراث کا مطالبہ کرنے حضرت فاطمہؓ
حاضر ہوئیں تو یہ ان کے لیے ناپسندیدہ عمل نہ تھا کیونکہ وہ اس
معاملے میں ناخوش تھیں جب ابوبکرؓ کی زبان ان کو خیر ملی تو وہ فوراً اس
کو مان گئیں۔ اگر انہیں پہلے سے اس کا ادراک ہوتا تو وہ
کبھی بھی ابوبکرؓ کے پاس مطالبے کے لیے نہ جاتیں۔

خاصی عیاض بھی اسی حدیث سے اتفاق رکھتے ہیں۔

حامد بن اسحاق فرماتے ہیں۔

عباسؓ فاطمہؓ علیؓ اور ازواج مطہراتؓ کا ابوبکرؓ سے
مطالبات کرنے کی جو بیعت روایات ملتی ہیں وہ میراث کے متعلق
ہیں۔

اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد نہ فرمایا ہوتا کہ ہم جو کچھ
چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے تو پھر ابوبکرؓ کو عرشہ عائشہؓ اور حصہ
کی میراث کے ذریعے خاصا حصہ ملتا کیونکہ دونوں ان کی
بیویاں اور رسول اللہ ﷺ کی بیویاں تھیں۔

لیکن ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو لوایت دی اور

رونگروگوں کو بھی میراث میں حصہ کرنے کے مطالبہ سے روک دیا۔

بذریعہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس معاملے کو ہوا دی اور منگنا نہ دیا۔ اختیار کیا کہ فاطمہ کو بکرہ سے قطع تعلق اور ناراض ہو گئی تھیں جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔

امام یحییٰ نے امام شعی کے طریق سے روایت کی ہے کہ جب فاطمہ بیمار ہوئیں تو ابو بکرؓ ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت علیؓ نے فاطمہ کو ان کے آنے کی اطلاع دی کہ وہ آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

فاطمہ نے کہا کہ آپ اجازت دیتا چاہیں گے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں ضرور اجازت دوں گا۔

یہ سن کر فاطمہ نے بھی اجازت دے دی۔ آپ کے پاس ابو بکرؓ حاضر ہوئے وہ آپ کو خوش و مطمئن کرنے کی گفتگو کرنے لگے تو بالآخر آپ ان سے خوش ہو گئے۔

حالانکہ ابو بکرؓ فرماتے ہیں۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربت دار میرے نزدیک اپنے قربت داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہیں۔ ابو بکرؓ نے جو بھی فیصلہ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو جاری و ساری رکھنے کے لیے کیا۔ جسے فاطمہ نے فوراً قبول کر لیا اور وہ اپنی خوشی ان کی طرف سے وابستہ نہیں۔

حضرت فاطمہؓ کی علالت
حضرت فاطمہؓ کو اپنے والد محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت نے ایسا جھکا دیا تھا کہ ان کے لیے سنبھلنا مشکل ہو گیا جب وہ بیمار تھے تو فاطمہؓ بڑپ کر کہہ رہی تھیں۔

”اسن فرماتے ہیں جب نبی کریمؐ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آپؐ پر کئی سی بجے ہوئی طاری ہونے لگی تو یہ منظر فاطمہؓ کے لیے بہت اذیت دہ تھا۔

بڑپ کر آپؐ سے بولیں۔

ہائے ابا جان!۔۔۔ کی پریشانی!

رسول اللہؐ نے ان کی بے بسی کی آوازیں نہ سنیں غم دا کر کے فرمایا۔

”آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی پریشانی نہیں آئے گی۔“

جب رسول اللہؐ کی وفات ہوئی تو پھر فاطمہؓ نے ہڈت غم سے بے حال ہو کر کہا۔

”ہائے ابا جان! جنہوں نے پردہ گار کی پکار پر لپکا۔

کہا۔

ہائے ابا جان! جن کا منہ کا نہ خنت الفردوس ہے۔

ہائے ابا جان! ہم جبریلؑ کا آپ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔“

جب آپؐ کو فن کیا گیا تو فاطمہؓ نے فرمایا۔

”اے اس! تمہیں یہ کیسے گوارا ہوا کہ رسول اللہؐ پر مٹی ڈالو۔“

حضرت فاطمہؓ نے آپ کی موت کو دل سے لگایا تھا اور

بہت جلد ہی بیمار ہو گئیں اور فاطمہؓ کو معلوم تھا کہ وہ جلد وفات پا کر اپنے والد محترم سے ملنے والی ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دے دی تھی کہ آپ کے اکل بیعت میں

سب سے پہلے آپ ہی ان سے ملیں گی انور ساتھ ہی فرمایا تھا۔

”کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو گی۔“

اس صدمہ تحمل میں یہ کہنا کہ آپ ابو بکرؓ سے بغاوت اور لاتعلیق ہو گئی تھیں سراسر غلط ہے جس کا لاڈ و پیار کرنے والا باپ اور اللہ کا رسول اس عارفانہ سے خدمت ہو جائے وہ جنتی دنیا کی حریص کیسے ہو سکتی ہے وہ اپنی بیماری میں ہی ٹھہر کر ہو کر رہ گئی تھیں۔

محمد بن علی بن حسین القزازی اور ابی بن علی بن حسین سے روایت ہے۔

ان دونوں نے فرمایا۔

ابو بکرؓ نے ہمارے باؤا چاند کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی۔“

فاطمہؓ کا انتقال ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری شعبہ کی رات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوا۔

علی بن حسین کی روایت ہے۔

”فاطمہؓ کا انتقال مغرب و عشاء کے درمیان ہوا ابو بکرؓ عمر عثمانؓ زبیرؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ سب ان کی موت کی خبر سن کر حاضر ہوئے اور جب آپ کو نماز جنازہ کے لیے رکھا گیا تو

علیؓ نے فرمایا۔

ابو بکرؓ آتے گئے جا بیٹھے۔

ابو بکرؓ نے فرمایا۔ ابواس میں موجود ہیں۔ آپ آتے گئے۔

ابو اس نے فرمایا۔ میں موجود ضرور ہوں لیکن آپ آگے بڑھیں واللہ آپ ہی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔

یہ سن کر ابو بکرؓ نے فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات میں

یہ توفیق عمل میں آئی۔

ایک اور روایت ہے

ابو بکرؓ نے قاضی نمازہ جنازہ پڑھائی اور چار گیسریں کہیں۔
سج مسلم بخاری میں ہے۔

کہ حضرت علیؓ نے ان کی نمازہ جنازہ پڑھائی یہی روایت راجح ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابو بکرؓ اور علیؓ کے درمیان تعلق محبت و تعظیم کا تھا۔ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے کا نام ابو بکر رکھا اور ابو بکرؓ کی وفات کے بعد علیؓ نے آپ کے بیٹے کو کوہ لیا اور ان کی خوش اسطوئی سے نگہداشت اور کفالت کی۔ اور اپنی خلافت میں ان کو کم عمری میں واپس لایا۔ جس کی وجہ سے آپ پر اعتراضات ہوئے۔

شکریہ اسلام کا مقصد

مہدی صلی اللہ علیہ وسلم میں جزیرہ عرب کے پڑوس میں روم و فارس کی دو عظیم سلطنتیں پائی جاتی تھیں۔

رومی جزیرہ عرب کے شمال میں ایک وسیع وریض جسے برقاہض تھے ان کے امرا ہمیشہ رومی حکومت ہی منتخب کیا کرتی تھی اور عوام اس کی پابند ہوا کرتی تھی۔

نئی کریمہ ﷺ نے اپنے مہد میں شاہ روم "ہرقل" کو کھٹا جس میں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن ہرقل نے غرور و تکبر کا اظہار کیا اور سرکشی کرنے پر اتر اہل۔

عرب قوم روم کی ہیبت اور رعب و دہشہ میں مکمل طور پر متاثر تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے عربوں کو اس ڈر و خوف سے نکالنے کے لیے منصوبہ بنایا اور آہستہ آہستہ اسلامی افواج ان کے علاقوں کے لیے لگانا شروع ہو گئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ساتھ ہجری میں موتہ کے مقام پر ایک فوجی دستہ بھیجا۔

معمر کہ موتہ میں عرب کے گھرانوں اور دیہاتوں سے ان کی فوج نے مقابلہ کیا اور اس معرکہ میں اسلامی فوج کے قاتلین کے بعد دیگرے شہید ہوتے رہے۔

زید بن حارثہ جعفر بن ابی طالبؓ عبد اللہ بن رواحہؓ شعیف اللہ خالد بن ولیدؓ نے اسلامی فوج فوج کی قیادت سنبھالی اور فوجی دستے کے لوگوں کو دوسروں سے بچا کر مدینہ لے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے رومیوں سے ٹخنے کے لیے ایک بڑی فوج کو تیار کیا اور لوجری کو رسول اللہ ﷺ اپنی

فوج کو لے کر شام کی طرف چل پڑے۔ مقام تبوک پر پہنچ کر اسلامی فوج رومیوں اور عرب قبائل کے آمنے سامنے ہوئی جب امرو کو ان کی طاقت کا اندازہ ہوا تو علاقوں کے امراء و حکام اپنی نے جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کو ترجیح دی۔ اسلامی فوج تبوک کے مقام پر بیس دن قیام کرنے کے بعد مدینہ واپس آ گئی۔

لڑمن و فلسطین

گیارہ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زیدؓ کو اردن و فلسطین میں رومیوں پر چڑھائی کرنے کے لیے امیر مقرر فرمایا۔ اس جنگ میں مہاجرین و انصار صاحبہ بھی شریک ہوئے۔

حافظ ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔ لشکر اسامہ کی تیاری رسول اللہ ﷺ کی وفات سے دو روز قبل مکمل ہوئی تھی۔ ہفتہ کا دن تھا اور اس کی تیاری کا آغاز آپ ﷺ کی بیماری سے پہلے ہو چکا تھا۔ آپ نے بلا صفر کے خری دنوں میں جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور اسامہؓ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔

"لے والدی کی شہادت گاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ میں تمہیں اس لشکر کا امیر مقرر کرنا چاہتا ہوں۔"

جب لوگوں تک یہ خبر پہنچی تو بہت سے لوگوں نے اسامہؓ کی لادت پر اعتراضات کیے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

آج تم لوگ اسامہؓ کی لادت پر اعتراض کرنا جیسے ہوا تم لوگوں نے اس سے قبل اس کے والد زیدؓ کی لادت پر بھی اعتراض کیا تھا اللہ کی قسم زیدؓ کی لادت کی قابل تھا اور میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے تھا۔ اس کے بعد اسامہؓ میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہے۔

تیاری شروع ہونے کے دو دن بعد رسول اللہ ﷺ بیمار پڑ گئے۔ اور دن بدن آپ کی بیماری بڑھتی رہی۔ جس کی وجہ سے تیار لشکر روانہ نہ ہوا کہ اور مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام جرف میں ہی ٹھہرا اور یہ مقام جرف شام کی طرف واقع ہے۔

جب لشکر کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی تو لشکر مدینہ واپس آ گیا۔

وفات نبویؐ کے بعد حالات میں تبدیلی کی وجہ سے لشکر مدینہ ہی ٹھہرا اور یہ۔

ام المؤمنین کا شکر ملے گی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پانے تو عرب خفاق اور اعتراضات کا ڈھار ہونے لگے۔ محمد پر کسی مصیبتیں اور آزمائشیں تو نہیں کہ اگر پہاڑوں پر ٹوٹیں تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ اور صحابہ کی تو وہ حالت تھی کہ جیسے باغ میں بادش سے بھٹکی ہوئی بکریاں رات بھر دھندلے سے بھری زمین میں ہوں۔

جب ابو بکر نے خلافت کا منصب سنبھالا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیسرے دن ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری کو اب پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اور لشکر اسلام کو اپنی ہم پر روانہ ہو جانا چاہیے۔ لہذا ہر وہ شخص جس کا نام لشکر اسلام میں تھا وہ مدینہ چھوڑ کر شام جزف میں اپنی لشکر گاہ میں پہنچ جائے۔

اس پتھام کے بعد آپ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔
 لوگو! میں جانوں تم جیسا ہی ہوں مجھے نہیں معلوم شاید تم لوگ مجھے اس طریقے سے قبول کرو گے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طاقت تھی۔ اللہ نے آپ کو سارے عالم پر منتخب فرمایا اور آپ کو وفات سے محفوظ رکھا تھا۔ میرا کام اتمام ہے یعنی ان کے کاموں کو لے کر جلوں میں بدعت ایجاد کرنے والا نہیں اگر میں سیدھا چلوں تو میرا ساتھ دینا اگر کسی اقتدار کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی نے ظلم کا اختیار نہیں کیا۔ لیکن میرے ساتھ شیطان ہے وہ جب مجھ پر سوا رہو جائے تو تم لوگھ سے دور رہو۔ تم موت کے سامنے میں راج و شام کرتے ہو۔ جس کا ظلم تم سے ہو حاصل ہے اللہ کے بغیر تمہیں اس کی استطاعت نہیں ہو سکتی لہذا تم کیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو؟ قبل ازیں کہ موت سے تمہارے اعمال کا سلسلہ ٹوٹ جائے۔

کچھ لوگ اپنی موت بھول گئے اور اپنے اعمال دوسروں کے لیے کیے۔

خبردار اتم ایسا مت کرنا۔۔۔ جنت کرو، عنت کرو، سبقت کرو، سبقت کرو جلدی کرو جلدی کرو۔ تمہارے پیچھے خبر رفتا طلب کرنے والا لگا ہوا ہے۔ موت کو یاد رکھو، گزریے ہوئے آباؤ اجداد اور بھائیوں سے عبرت پکڑو جو زندہ ہیں ان پر رشک مت کرو۔

اپنے پھر خطبہ دیا۔ محمد و شا کے بعد فرمایا!

اللہ تعالیٰ صمد و ہی اعمال قبول فرماتا ہے جو صرف اس کی رضا کے لیے کیے جائیں لہذا تم اعمال اللہ کی رضا کے لیے کرو۔۔۔ لیکن صحت میں تم اپنے اعمال محتاجی و فقر کے وقت کے لیے خالص کرو گے۔

تم میں سے جو مر گئے ان سے عبرت حاصل کرو اور ان میں غور و فکر کرو کل وہ کہاں تھے آج کہاں ہیں اور کہاں گئے وہ قوت و طاقت والے جنہیں میدان جنگ میں غلبہ رہتا تھا وہ سب زمانے کی نذر ہو گئے اور وہ بوسیدہ ہو گئے ان پر چاہی دیر بادی آئی کہاں گئے وہ لوگ و صلاطین جنہوں نے زمین کا پاؤ کیا تھا وہ دور ہو گئے انہیں سب نے بھلا دیا۔ جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔۔۔ لیکن اللہ عزوجل نے ان پر تادوان باقی رکھا۔

اور ان کی لذتوں کو ختم کر دیا۔ وہ چلے گئے اور اپنے اعمال ساتھ لے گئے اور یہ دنیا دوسروں کے ہاتھ آگئی۔ ان کے بعد ہم بھی گئے اگر ہم نے گزریے ہوئے لوگوں سے عبرت حاصل کی تو ہمیں نجات ملے گی اور اگر ہم ان کی ذکر پر چلے تو ہمارا بھی ان جیسا انجام ہوگا۔

ارشاد الہی ہے!

ترجمہ:- ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتیں بنا کر دی ہیں کیا ان میں سے ایک کی بھی آہٹ کو آپ پاتے ہیں یا ان کی آواز کی بھٹک بھی آپ کے کان میں پڑتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے!

”ہر ایک کیساتھ ایک سا مٹی ٹاٹکہ میں سے اور ایک جن کی صورت میں لگا دیا گیا ہے۔

لوگوں نے عرض کیا!

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کے ساتھ بھی۔

فرمایا۔۔۔ ہاں میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور وہ جن مسلمان ہو گیا۔ اب وہ مجھے بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔“

حدیث میں آیا ہے۔

کہ رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ ام المومنین صفیہؓ کے ساتھ گفت و شنید کر رہے تھے وہاں سے کچھ انصار کا گزر ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا۔

ذرا ٹھہرو یہ صفیہؓ بدلتی ہیں۔

پھر آپ نے واضح کیا۔

”میں ڈرا کہ کہیں شیطان تمہارے دلوں میں شک و شبہ

ام المؤمنین کا شرف ملے ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پانے تو عرب خفاق اور اعتراضات کا ڈھار ہونے لگے۔ مجھ پر کسی مصیبتیں اور آزمائشیں نہیں کہ اگر پہاڑوں پر پڑتیں تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ اور صحابہ کی تو وہ حالت تھی کہ جیسے باغ میں بادش سے بھٹکی ہوئی بکریاں رات بھر درندوں سے بھری زمین میں ہوں۔

جب ابو بکرؓ نے خلافت کا منصب سنبھالا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیسرے دن ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری کو اب پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اور لشکر اسلام کو اپنی ہم پر روانہ ہو جانا چاہیے۔ لہذا ہر وہ شخص جس کا نام لشکر اسلام میں تھا وہ مدینہ چھوڑ کر شام جزف میں اپنی لشکر گاہ میں پہنچ جائے۔

اس پتھام کے بعد آپ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔
لوگو! میں جانوں تم جیسا ہی ہوں مجھے نہیں معلوم شاید تم لوگ مجھے اس طریقے سے قبول کرو گے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طاقت تھی۔ اللہ نے آپ کو سارے عالم پر منتخب فرمایا اور آپ کو وفات سے محفوظ رکھا تھا۔ میرا کام اتباع ہے یعنی ان کے کاموں کو لے کر چلوں میں بدعت ایجاد کرنے والا نہیں اگر میں سیدھا چلوں تو میرا ساتھ دینا اگر کسی اقتدار کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی نے ظلم کا اختیار نہیں کیا لیکن میرے ساتھ شیطان ہے وہ جب مجھ پر سوا رہو جائے تو تم لوگھ سے دور رہو۔ تم موت کے سائے میں جوشام کرتے ہو۔ جس کا ظلم تم سے ہو حاصل ہے اللہ کے بغیر تمہیں اس کی استطاعت نہیں ہو سکتی لہذا تم کیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو؟ قبل ازیں کہ موت سے تمہارے اعمال کا سلسلہ ٹوٹ جائے۔

کچھ لوگ اپنی موت بھول گئے اور اپنے اعمال دوسروں کے لیے کیے۔

خبردار! تم ایسا مت کرنا۔ جنت کرو، عنت کرو، سبقت کرو سبقت کرو جلدی کرو جلدی کرو۔ تمہارے پیچھے خبر رفتا طلب کرنے والا لگا ہوا ہے۔ موت کو یاد رکھو، گزریے ہوئے آباؤ اجداد اور بھائیوں سے عبرت پکڑو جو زندہ ہیں ان پر رشک مت کرو۔

اپنے پھر خطبہ دیا۔ محمد و شا کے بعد فرمایا!

اللہ تعالیٰ صمد و ہی اعمال قبول فرماتا ہے جو صرف اس کی رضا کے لیے کیے جائیں لہذا تم اعمال اللہ کی رضا کے لیے کرو۔ لیکن صحت میں تم اپنے اعمال محتاجی و فقر کے وقت کے لیے خالص کرو گے۔

تم میں سے جو مر گئے ان سے عبرت حاصل کرو اور ان میں غور و فکر کرو کل وہ کہاں تھے آج کہاں ہیں اور کہاں گئے وہ قوت و طاقت والے جنہیں میدان جنگ میں غلبہ رہتا تھا وہ سب زمانے کی نذر ہو گئے اور وہ بوسیدہ ہو گئے ان پر چاہی دیر بادی آئی کہاں گئے وہ لوگ و صلاطین جنہوں نے زمین کا پاؤ کیا تھا وہ دور ہو گئے انہیں سب نے بھلا دیا۔ جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔ لیکن اللہ عزوجل نے ان پر تادوان باقی رکھا۔

اور ان کی لذتوں کو ختم کر دیا وہ چلے گئے اور اپنے اعمال ساتھ لے گئے اور یہ دنیا دوسروں کے ہاتھ آگئی۔ ان کے بعد ہم بھی گئے اگر ہم نے گزریے ہوئے لوگوں سے عبرت حاصل کی تو ہمیں نجات ملے گی اور اگر ہم ان کی ذکر پر چلے تو ہمارا بھی ان جیسا انجام ہوگا۔

ارشاد الہی ہے!

ترجمہ:- ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتیں بنا کر دی ہیں کیا ان میں سے ایک کی بھی آہٹ کو آپ پاتے ہیں یا ان کی آواز کی بھٹک بھی آپ کے کان میں پڑتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے!

”ہر ایک کیساتھ ایک سا مٹی ٹاٹکہ میں سے اور ایک جن کی صورت میں لگا دیا گیا ہے۔

لوگوں نے عرض کیا!

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کے ساتھ بھی۔

فرمایا۔۔۔۔۔ ہاں میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور وہ جن مسلمان ہو گیا۔ اب وہ مجھے بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔“

حدیث میں آیا ہے۔

کہ رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ ام المؤمنین صفیہؓ کے ساتھ گفت و شنید کر رہے تھے وہاں سے کچھ انصار کا گزر ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا۔

ذرا ٹھہرو یہ صفیہؓ بدلتی ہیں۔

پھر آپ نے واضح کیا۔

”میں ڈرا کہ کہیں شیطان تمہارے دلوں میں شک و شبہ

پیدا نہ کر دے۔ کیونکہ شیطان انسان کے خون میں ہر وقت
سراست کرتا ہے۔ اس خطاب کے ذریعے ابوبکرؓ نے مسلمانوں
کو حفظ فرمایا اور موت کے بارے میں لوگوں کو تنبیہ آگاہ
کی۔ اور عمل صالح کے لیے انہیں ابھارا۔
استاذ عقاد آپ کے خطبات کے بارے میں فرماتے
ہیں۔

”آپ کا کلام اخلاق و حکمت کے میزان میں سب سے
زیادہ وزنی ہے۔
آپ نے حالات اور مواقع کے مطابق کلام فرمایا جو آپ
کے اس ملک کی دلالت کرتی ہیں اور خلیفہ رسول کی طبیعت
کو بیان کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ آپ اللہ کے خلیفہ
ہیں رسول اللہ کے خلیفہ ہیں آپ ایک بشر غیر معصوم تھے
اور میں رسول اللہ کے مقام نبوت و رسالت کی طاقت نہیں
رکھتا اور نہ ہی رسول اللہ سے ہٹ کر نبی راہ اختیار کروں گا۔
آپ ہمیشہ ہر خطبے میں لوگوں کو یاد دہانی کرتے رہتے تھے
کہ اللہ کی پاک ذات کے علاوہ کسی بشر کو کسی قسم کا اختیار حاصل
نہیں اور وہی ذات ہا اختیار ہے۔ جو کسی مانگو اس سے مانگو وہی
دے دے اور لینے والا ہے۔

لشکر اسلامہ کی روانگی

جب ابوبکرؓ نے لشکر اسلامہ کا اعلان کیا تو بعض صحابہ نے
گرد و پیش سے سامنے آنے والی مخالفتوں کی وجہ سے اپنی رائے
کا اظہار کیا۔

خلیفہ رسول! کیا آپ کو معلوم ہے کہ اکثر مسلمان اور عرب
کے لوگ آپ کے اس فیصلے کے اعتراض میں کھڑے ہو گئے
ہیں لہذا آپ کے لیے مناسب نہیں کہ آپ مسلمانوں کی
جماعت سے الگ ہو جائیں۔

جب اسلامہ نے مخالفت کی انتہا کو محسوس کیا تو اسلامہ حریف
میں اپنی لشکر گاہ سے کوچ کرنے اور مدینہ لوٹ آنے کی اجازت
کے لیے عمر بن خطابؓ کو ابوبکرؓ کے پاس بھیجا۔

لیکن ابوبکرؓ نے اس بات کی مخالفت کی تو لشکر اسلامہ اور دیگر
قائدین جنگ خلیفہ کی اپنی رائے پر مطمئن نہ ہوئے انہوں نے
مختلف طریقوں سے خلیفہ کو اپنی رائے پر مطمئن کرنے کی کوشش
کی جب خلیفہ سے مطالبات بڑھتے گئے تو آپ نے اس
موضوع پر گفتگو اور بحث مباحثے کے لیے مہاجرین و انصار کی
عام مجلس بلائی اور مختلف پہلوؤں کے فوائد و نقصان کو پیش سے

سبک گاہ کیا۔
لشکر اسلامہ کی روانگی کے سب سے بڑے مخالف عمر بن
خطاب تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ میں خلیفہؓ ازادوں
مطہرات اور مدینہ میں رہنے والے دیگر باشندگان کے لیے
خطرہ محسوس کر رہے تھے کہ کہیں مشرکین اور مرتدین ہی ان
پر حملہ نہ کریں۔

جب ابوبکرؓ نے صحابہ اور عام لوگوں کے مشورے سے
اور انہیں بات مکمل کرتے اور مکمل طور پر خدشات کا اظہار کرنے
کا موقع دیا تو آپ نے اس دن کی مجلس کو برخاست کرنے
کا حکم دیا لیکن کسی قسم کا فیصلہ نہ کرنا آپ کو مناسب نہ لگا۔

دوسرے دن دوسرا اجتماع مسجد میں ہوا اس میں صحابہ نے
مطالبہ کیا کہ وہ اس ہم کے عدم اخذ کو بھول جائیں جسے رسول
ﷺ نے خود تیار کیا ہو۔

ابوبکرؓ نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔
”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان
ہے۔ اگر مجھے یہ یقین ہو کہ دو دن مجھے نوح کھا لیا گئے
میں اس صحت میں بھی لشکر اسلامہ کو بھیج کر دوں گا۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔
”اگر سستی میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے تب بھی میں
لشکر اسلامہ کو تازہ کر دوں گا۔ انصار کا مطالبہ تھا کہ اسلامہ سے عمرؓ
میں زیادہ شخص کو سہرا کوش بنایا جائے انہوں نے عمرؓ کو اس سلسلے
میں بات کرنے کے لیے بھیجا اور فرمایا۔

دراصل مخالفت کی وجہ اسلامہ تین دو مرد و لڑاؤ شدہ اور
جہاندیدہ شخص کو امیر بنانا چاہتے ہیں۔
آپ بیٹھے ہوئے تھے ایک جھکے سے کھڑے ہوئے اور عمرؓ
کی داڑھی پکڑ کر فرمایا۔

”خطاب کے بیٹے اے یہ بھولو کہ اسلامہ کو رسول اللہ ﷺ
نے امیر مقرر کیا ہے اور تم مجھے اسے معزول کرنے کا حکم دے
رہے ہو۔

عمرؓ کی یہی بات بن کر وہاں سے ہٹ گئے۔
اور لوگوں کے پاس آ کر فرمایا۔

میں سے چلے جاؤ اگر تم نہیں مانو گے تو تمہاری مائیں
جسہیں کم پائیں مجھے اس سلسلے میں خلیفہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ
نہیں ملا۔

ابوبکرؓ اس کے بعد لشکر کی طرف نکل گئے ان کو حوصلے

وہمت کی چمکی دے کر روانہ کیا اور خود انہیں انصاف کہنے کے لیے ان کے ساتھ چل دیئے۔
اسامہ شہداء تھے انٹ باگھڑا تھا اور ابو بکرؓ پیدل عبدالرحمن بن جوف کے ساتھ چل رہے تھے۔ اس وقت ابو بکرؓ عمر ساتھ سال تھی۔

اسامہؓ نے عرض کیا۔
خلیفہ رسولؐ یا تو آپؐ سوار ہو جائیں ورنہ میں اتر جاتا ہوں۔
(اس وقت اسامہ شہداء سال کے تھے)
آپؐ نے فرمایا۔

واللہ آپؐ سوار ہی سے مت اتریں! اور نہ ہی میں سوار ہونا چاہوں گا اس میں کوئی حرج نہیں میں اپنے قدم اللہ کی راہ میں ٹکرائے گا۔

پھر ابو بکرؓ نے اسامہؓ سے کہا۔ .. اگر آپؐ مناسب سمجھیں تو عمر کو میرے تعاون کے لیے جیسے چھوڑ جائیں۔

اسامہؓ نے عمرؓ کو پیچھے کرنے کی اجازت دے دی۔
ابو بکرؓ مہر فوج کی جانب متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔
لوگو! غزوہ میں نہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں انہیں یاد کر لیتا۔

- (۱)۔ خیانت مت کرنا۔
- (۲)۔ ہاں نہی مت چھپانا۔
- (۳)۔ فساد کی وصیت مت کرنا۔
- (۴)۔ لاشوں کا مسئلہ مت اٹھانا۔
- (۵)۔ چھلپاؤ دشمنوں کو صحت کا نشانہ۔
- (۶)۔ بکری گائے اور اونٹ کو صحت ذبح کرنا ہاں اگر کھانے کی ضرورت پیش آئے تو تم بھوک مٹانے کی غرض سے یہ کر لیتا لیکن حد سے تجاوز مت کرنا اللہ تعالیٰ کو حدی تجاوز کرنے والے لوگ قطعاً پسند نہیں۔
- (۷)۔ غریب اسی رستے پر تمہارا ایسے لوگوں کے علاقوں سے نہ ہوگا جو اپنے گرجا گروں میں عبادت میں مشغول ہوں گے ان مکان کی حالت پر چھوڑ دینا۔
- (۸)۔ تمہارا ایسے لوگوں کے پاس سے بھی نہ گزر ہوگا جو تمہاری خاطر و ملامت کے لیے تمہیں انواع و اقسام کے کھانے پیش کریں گے ان میں سے جو بھی پسند کرو کھانے سے پہلے بسم اللہ کہو۔
- (۹)۔ تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے اور سر کے چاروں

طرف انہوں نے ہاں چھوڑے ہوں گے ایسے معلوم ہوگا جیسے انہوں نے کھوپڑی کے گرو پٹی باندھ دی ہو۔ ان لوگوں سے اڑا لیتا۔
(۱۰)۔ پھر اس کے بعد بکاؤ کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہو جاتا۔

پھر اسامہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔
آپؐ وہی کچھ کرنا چاہتے تھے؟ نافذ کرنے کی رسول اللہؐ نے آپؐ کو وصیت فرمائی تھی۔ وہی کرنا جس کا رسول اللہؐ نے حکم فرمایا ہے۔

قضاء کے علاقہ سے سفر شروع کرنا اور پھر آمل (یہ جگہ اردن کے جنوب میں ایک دن سفر کرنے کے فاصلے پر واقع ہے) پہنچنا اور رسول اللہؐ کے کسی حکم کی کوتاہی مت کرنا۔
جس عہد میں تاخیر ہو جائے اسے پورا کرنے کی جلدی مت کرنا۔

اسامہؓ نے ان کی تمام وصیتوں پر غور و خوض کیا اور اپنا لشکر لے کر وہیں سے روانہ ہو گئے۔
جب اسامہؓ قضاء کے قافل میں پہنچے جہاں رسول اللہؐ نے اسامہؓ کو شہداء کو پھیلانے کی وصیت کی تھی اسامہؓ نے انہیں اس علاقے میں پھیل جانے کا حکم دیا اور رسول اللہؐ کے حکم کے مطابق آمل پر حملہ کر دیا۔ فتح پائی کے بعد مال غنیمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو کر لوٹے۔

اس ہم کے شروع ہونے سے لے کر کامیابی حاصل کرنے تک آنے جانے میں چالیس دن لگ گئے۔
جب ہرقلؓ کو رسول اللہؐ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ قدرے مطمئن ہو گیا جب اسے لشکر اسامہؓ کی تیاری کی خبر ملی تو وہی کہنے لگے کہ یہ کسی قدر عجیب لوگ ہیں ایک طرف ان کا نبی وفات پا گیا دوسری طرف پھر بھی امداد سے ملک پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔

عرب کہنے لگے۔ اگر مسلمانوں کے پاس قوت و جرات نہ ہوتی تو وہ یہ لشکر اسامہؓ پر گزروا نہ کرتے۔
ارشاد ہوا یہی ہے!
ترجمہ :- ہم دونوں کو لوگوں کے درمیان اوتارنے بدلتے رہتے ہیں۔
ایک وہ وقت تھا کہ جب عرب کے خود رسول اللہؐ کی خدمت میں مطیع و فرمانبردار بن کر حاضر ہوا کرتے تھے ان کی

کثرت کی وجہ سے تو جبری کا نام "عام الفود" پڑ گیا۔ پھر آپ کی وفات کے بعد حالات نے پٹت اکسپا لوریہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ اسلامی دار الحکومت نے عرب قبائل حملہ آور ہو جائیں۔ امام مازی اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں!

”اس کا مطلب ہے کہ دنیا کے آیام لوگوں کے درمیان
اوتے بدلتے رہتے ہیں ان کے لیے دوام نہیں خواہ خوشی کے
ایام ہوں یا غمی کے ہوں آج ایک کی خوشی لاحق ہوتی ہے کلاس
کے کون کوئی کچنچا ہے تو دوسرے دن اس کے برعکس ہو جاتا ہے
اس کے حالات پہلے جیسے نہیں رہتے اور اس کے آج کے جار کے
لیے ستر نہیں ہوتا۔

شاعر کا قورا

ایک ہمارے حق میں اور ایک دن ہمارے خلاف
ایک دن ہمارے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے
ایک دن ہم خوش کئے جاتے ہیں

المقدّم على الكمال

ترجمہ: ”اے شک اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں

کنز دیک سے " (اعراف)

بسم الله الرحمن الرحيم

نوع : کسب بقدرت مشکل کر آتھا آسانی سے مشکل

مشکا کے تھوڑے تھوڑے (۱۱ ش ۲)

سب سے سنا ہوا ہے۔ (امام حسن)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد:

مومن کا معاملہ عجیب ہے۔ اس کے تمام امور میں نور

یہ سوکن کے علاوہ کی لو حاصل نہیں ہیں اگر اس کو جوتی نامی ہوں

جس کو تسلیم کرتا ہے اس طرح اس کو تسلیم حاصل ہوتی ہے اور اگر

اس کو تکلیف لاحق ہوئی ہے تو صبر کرتا ہی اس طرح وہ خیر

کا حکم ہوتا ہے۔“

ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دینی امور ان کی قربت

ورفات میں کیے تھے اور آپ نے انہی کو مقدم رکھا، اللہ اسامہ

اس کی ایک ذمہ داری ہے۔

امکدروایت میں ابو بکر کا قول!

”لوگو! اللہ سے تقویٰ اختیار کرو! اپنے دین پر مضبوطی سے

قائم رہنا ہے۔ رب تو کل کریم ہے۔ اللہ کا دین قائم ہے اور اللہ

کافر کفر، سزاقتل کا یہ ذکر کا جو کہ کون کی ہو کہ

گلابیہ بنی ہو کہ غنیمت مٹا کر رکھنا جو لوگ جہاد

خانیہ ختمیہ کے لئے ایک مسجد بنوائے کہ جس کا نام ہو "خانقاہ ختمیہ"

کیا اور اللہ کے اس عظیم انجام پر آپ نے حمیدہ فکرت لہا کیا۔
 اس غزوہ کا خود مسلمانوں کی زندگی اور پھر ان عربوں کی
 زندگی پر بہت گہرا اثر پڑا اور انہوں کی زندگیوں پر اس مہم
 کے اثرات پڑے کیونکہ ان کی ملک کی حدود پر مسلمان ہی تو
 حفاظت کرنے کے لیے پہلے ہوئے تھے۔

مردہ بین جہاں کے ہوئے تھے انیس فوراروک دیا گیا۔ اور جو لوگ مخالفت کرنے اٹھے ہوئے تھے ان کو تیرہ کر دیا۔ جو مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے بھڑ جانا چاہتے تھے انہوں نے ہاتھ جوڑ کر مصالحت میں اپنی صلاحتی جانی۔ ابھی لشکر کا ہر سپاہی اسلحے میں سیس تھا کہ ان کی ہمت نے ایسا اثر رکھا کہ انہیں کھیل کے تمام محاذوں پر دین کمزور ترین ہو گئے۔

گورنروں کا انتخاب

ابوبکرؓ نے اپنی خلافت میں بہت جلد اسلامی ریاستوں کے گورنروں کا انتخاب کیا جس میں ابوبکرؓ ایک جہانگیر دوراندیش اور ذہانت و فطانت میں بہت اعلیٰ نظر آتے ہیں۔

ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں مقرر کردہ

گورنو

مختلف اسلامی ریاستوں کے گورنروں کے نام ملاحظہ فرمائیے۔

(۱)۔ مدینہ منورہ دار الخلافہ تھا یہاں ابو بکرؓ بیٹھتے
خلیفہ مقرر ہوتے تھے۔

(۲)۔ ملہ... اس کے امیر خطاب اسید تھے انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا۔ ابو بکرؓ کی خلافت میں بھی آپ اپنے منصب پر برقرار رہے۔

(۳) طائف: اس کے گورنر عثمان بن ابی العاص تھے
 ام کو بھی رسول اللہ ﷺ نے یہاں کا امیر بنایا تھا اور ابو بکر نے بھی
 ان کو اسے عہدہ پر نہیں یہاں بفرار رکھا۔

(۴) - صنعاء اس کے امیر مہاجرین امیہ تھے انہوں نے صنعاء کو فتح کیا تھا جب لڑائی کی مہم ختم ہوئی تو آپ کو یہاں کا گورنر مقرر کیا گیا۔

(۵)۔ حضرت مہدیؑ اس کے گورنر یا دار بن الہیہ تھے۔

(۶) مذید لاف و حق اس کے امیر ابوسعید اشعری مقرر کیے گئے۔

(۷)۔ خولان اس کے گورنر یعلیٰ بن ابی امیہؓ تھے۔

(۸)۔ جسد۔ اس کے امیر معاذ بن جبلؓ تھے۔

کے ذریعے سے عرب، خاشاک فارسی اور شمالی افریقہ پر مکمل طور پر قابض ہو گئے اور وہ عظیم فارسی سلطنت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور وہی شہنشاہت کے سوچے سے ان کے بہترین علاقوں کا تاروا کر لیا۔

ہے شک امت مسلمہ کی زندگی کا راز رب کی اطاعت اور
نہی کی سنت کی اقتداء میں پوشیدہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وصیت!

”رسول اللہ ﷺ ہمیشہ امراء و افواج کو نصیحت کرتے وقت وصیت فرمایا کرتے تھے جس کی پیروی ابو بکرؓ نے کر رکھا ہے۔“

محسن۔

شام روم شرقی کا اضطراب

جب روم کو فتح کرنے کے بعد لشکر اسلام مال غنیمت کے ساتھ واپس آنے لگے تو شاہ روم برٹل نے حیرت و اضطراب میں اپنے تمام جرنیوں کو ۴۹ کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا۔

جب سب جمع ہو گئے تو ہر قل نے ہر اسکی دغے میں زور دے کر کہا۔

”اسی چیز سے میں نے جنہیں ڈرایا تھا لیکن تم لوگوں نے میری بات نہ سنی، عرب میں میرا سفر مشکلات میں طے کر کے تم پر حملہ آور ہوئے ہیں اور ہرج و مرج کی مصیبتوں کے باوجود جو سالم واپس چلے جاتے ہیں تم نے دیکھا ہے کہ ان کو زخم تک نہیں ہوتا۔

ہر قل کے بھائی نفاق نے مستحکم لہجے میں کہا۔

آپ فوج بھیجے جو بھارت (امون) میں ڈٹ کر بیٹھ جائے۔ یہ فوج اپنی حدود کی حفاظت کرنے میں سچے شہید ہے۔ سن کر برطانیہ نے فیصلہ کیا اور اس نے امون کی جانب فوج روانہ کر دی اور اسے ہی ساسی کو فوج کا امیر مقرر کر دیا اور پھر یہ فوج وہیں میٹھمیں یہاں تک کہ کوئٹہ و عمرکی خلافت میں اسلامی فوج شام کی طرف آ گئے۔

فوج کی سرپرستی

جب فتح پالی کے محضدے لہر اٹھا اور انکسار سادہ دینہ پینا تو
ایک کڑے مہاجرین اور انصار کے سرحد پر سے باہر نکل کر فاتح
فوج کا گھوڑا آوازوں میں استقبال کیا ۔ لالہ لالہ کی
صدا میں ہر طرف ہندو بول چل نکلیں ۔

اساتذہ مدینہ میں داخل ہوئے اور سیدھے مسجد نبوی کا رخ

(۹)۔ نثران۔ اس کے امیر جریر بن عبد اللہ تھے۔
 (۱۰)۔ جرش۔ اس کے گورنر امیر عبد اللہ بن شوہر تھے۔
 (۱۱)۔ بحرین۔ اس کے امیر علاء بن محرز تھے۔
 (۱۲)۔ عراق و شام۔ اس کے گورنر علای بن محرز تھے۔

ترجمہ :- اسے اہل کتاب اور کچھ ہم نے نازل فرمایا ہے جو اس کی بھی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے اس پر ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ چہرے بگاڑ دیں اور انہیں لوٹا کر پیٹھ کی طرف کروں یا ان پر لعنت بھیجیں جیسے ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت بھیجی تھی اور اللہ کا کام کیا گیا (المناد)

(۱۳)۔ عمان۔ اس کے امیر حذیف بن حصین تھے۔
 (۱۴)۔ یمن۔ اس کے گورنر امیر سلیمان بن قیس تھے۔

مرد کی تعریف

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں فرماتے ہیں۔
 نیت یا کفر یہ بات یا نفل کے ذریعے اسلام سے انکار کر دینا خواہ غلطی کے طور پر کہا جائے یا عباد و اعتقاد کی بنیاد ہو لہذا جس نے رب اعزت کی یاد رکھنے کی نئی کی ہو یا کسی رسول کی تکذیب میں تاجائز کلمات کہے ہوں زنا کو حلال قرار دیا ہو یا اس کے برعکس ہلاک جماع حلال کو حرام قرار دینا یا کفر کا وزم کیا یا اس میں تردید کی ہو وہ کافر کے ذمے میں ہو گیا۔
 عیسیٰ مالکی نے اس کی تعریف بیان کی ہے۔
 کسی مسلمان کا قول مرتع یا بے قول و نفل کے ذریعے سے کافر ہو جانا جو کفر کے متضاد ہو۔
 عثمان بن علی نے مرتع کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔
 مرتع کے معنی لغت میں لوٹنے والے کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ترجمہ :- اہل بیت کے بل و گردانی نہ کرو۔ (المناد)
 امام ابن حزم مرتع کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 ہر وہ شخص جو مسلمان ہو اور دیگر تمام ادیان کی بری ہو پھر اس کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ اسلام سے پھر گیا اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) غیر اہل کتاب کے دین میں داخل ہو گیا یا بدین ہو گیا اسے مرتع کہتے ہیں۔

مردبین کی طرف اشارہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
 ترجمہ :- اے ایمان والو! اگر کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل پٹا دیں گے (یعنی مرتع بنائیں گے)
 پھر تم خسران اور گھٹانے کے ساتھ لوٹو گے (یعنی ہمارو ہوجاؤ گے) (المہران)
 ارشاد بانی ہے

مرد بین کی تعریف!
 امام خطابی فرماتے ہیں مرتع بین کی دو قسمیں ہیں۔
 ایک وہ جو دین سے مرتع ہوئے ملت کو چھوڑ اور کفر کی طرف لوٹ گئے اس فرقہ کے ذکر کرتے ہیں۔
 ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو میلہ کذاب اور اسود عصبی پر کفر کی طرف ایمان لائے تھے ان کی نبوت کی انہوں نے تصدیق کی اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت انہوں نے انکار کیا تھا۔
 دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو دین اسلام سے مرتع ہوئے شرعی احکام کا انکار کیا نماز و زکوٰۃ کے درمیان تفریق کی نماز

اس خواب کی تعبیر دو جہوں سے کی گئی تھی (اسوئی مرتد) اور
یہ اس کے (سلسلہ کذاب مرتد)
اہل علم نے اس خواب کی تعبیر کی تشریح کرتے ہوئے
فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کا پھونک ملنا اس بات کی دلالت کرتا ہے
کہ یہ دونوں مرتد آپ کے اشارے پر قتل کیے جائیں گے
بذات خود آپ ان سے جنگ نہیں کریں گے اور جو دونوں
سوتے کے تھے یہ ان کے جھوٹا ہونے کی دلالت کرتے ہیں
کیونکہ انہوں نے ظاہری تزئین کی خاطر مصلح سازی کر رکھی ہے
اسی طرح آپ کے دونوں ہاتھوں کو محیط ہونا اس بات کی طرف
اشارہ کرتا ہے کہ ان کی کثرت تک ان دونوں کا مسئلہ مسلمانوں کے
لیے انتہائی سنگین ہوگا کیونکہ لیکن بازوؤں کو پھینکے ہوئے ہیں۔
ڈاکٹر علی ... ۲۲۹ فرماتے ہیں۔ ان دونوں کا پھونک سے
اڑ جانا ان کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ خواہ وہ کتنے
بھی طاقتور کیوں نہ ہوں وہ جہاک کی طرح ہیں جس پر زوال
لازی آ کر رہے گا معمولی ساحلہ ان کی داستان کو پار نہ
کر سکے گا۔

ہونے سے مراد دنیا ہے اور بازوؤں میں شکن کا اشارہ ہے
یہ دونوں مرتد چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیرے میں لے
کر ختم کرنے کی کوشش کریں گے جیسے شکن نے کلائی کو گھیرے
میں لیا ہوتا ہے۔

بوجہ تحقیق

ابو بکر نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے فرمایا تمام
حمد اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ہدایت سے نوازا آپس کلائی
ہو گیا اور عطا کیا پس بے نیاز ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اس وقت علم کی قدر و قیمت نہیں تھی۔
اسلام ایک نیا مذہب ہونے کی وجہ سے انہی اور
دشمنانہ افواہوں کی رسی پسند ہو چکی تھی اس کے نتیجے میں اس
سے بھگ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو گیا کیونکہ
انہوں نے اپنی کتاب میں تبدیلی کر ڈالی تھی اور اس میں دوسری
من پسند چیزیں ڈال دیں اور عرب خود کو اللہ سے محفوظ سمجھنے لگے
نہ اس کی عادت کرتے نہ دعا مانگتے تو اللہ نے ان کی مصیبت
شک کر دی اللہ نے پھر اسی زمین میں بدلیوں کے سات دین کو
سارے ملک میں کیا اور محمد کے ذریعے سے ان کا خرابی امت قرار دیا اور
محمد ﷺ کو امت کا نبی بنایا۔ ان کے دشمنین کے ذریعے سے

کا قتل کر دیا لیکن زکوٰۃ کی فرض کو خلیفہ کو دینے سے انکار کیا ان
زکوٰۃ روکنے والوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو زکوٰۃ
دینا چاہتے تھے لیکن ان کے سرداروں نے انہیں خلیفہ کے بیت
المال میں زکوٰۃ دینے سے روک رکھا تھا۔
ڈاکٹر عبدالرحمن بن صالح الحسینی مرتدین کی چار قسمیں
بتائی ہیں۔

- (۱) وہ لوگ جو بیت پرستی میں لگ گئے۔
- (۲) وہ لوگ جنہوں نے جھوٹے مدعیان نبوت اسوئی
- سلسلہ کذاب اور سچا کے بیچ دکھا دیے۔
- (۳) جنہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا۔
- (۴) یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے زکوٰۃ سے انکار نہیں کیا
لیکن بلا پروا و فکر زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔
دوسری میں اس کا آغاز ... !!

ارتد کا آغاز دوسری میں تو ہجری کو ہوا جسے عام الفود
کہا جاتا ہے اس سال میں جزیرہ عرب نے رسول اللہ ﷺ کی
قیادت کو تسلیم کر لیا اور اس کے سردار قائد بن خلف عاتقوں سے
رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس وقت ارتد کی تحریک وسیع پیمانے پر عیاں نہیں ہوئی تھی
لیکن دس ہجری کے اواخر میں جب رسول اللہ نے حج کیا
اور پھر مرض الموت میں مبتلا ہو گئے تو کافر مرتد ہونے لگے
اور جن کے دل اس اذیت دہ مرض میں مبتلا تھے ان کی جرأت
وہمت کی شہ پر اسوئی لیکن میں سلسلہ کذاب عیاض میں اور طوط
اسدی اپنے علاقے میں اٹھ کھڑے ہوئے یہ لوگ اسلام کے
لیے خطرہ بن گئے اور یہ اپنی ارتد لاکر رستے پر ٹوٹ گئے۔
ان افراد کو دو طرح کے وسائل نے عظیم قوت بخشی تھی ... جس
کی وجہ سے ان کے لوٹنے کا نام کان بنی قوت ہو گیا۔

خواب

رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں باری تعالیٰ
کے حکم سے خواب دیکھا۔
جس سے آپ کی پریشانی کم ہوئی اور آپ کی اور امت کی
آنکھیں کھل گئیں۔ ایک دن منبر پر خطبہ دیتے ہوئے آپ
نے فرمایا۔

”لوگو! مجھے شب قدر دکھائی گئی پر مجھے بھلا دیا گیا اور میں
نے اپنے دونوں بازوؤں میں سوتے کے شکن دیکھے مجھے یہ
بہت ناگوار گزارا تو میں نے چوک مار کر دونوں کو اڑا دیا میں نے

آپ کی مدد فرمائی اور مددگاروں پر آپ کو حج عطا کیا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اٹھایا تو شیطان نے پھر کفر و بدلی و دماغ رکھنے والے لوگوں پر اپنا قبضہ جمایا اور ان کے ہاتھ پکڑنے والے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ :- ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں تو تم اسلام سے اپنی اڑیوں کے بل پر جاؤ گے۔ اور جو کوئی پھر جائے تو اللہ کا ہرگز کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ عترت رب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا۔“ (آل عمران)

پھر ابو بکرؓ نے فرمایا۔

”تمہارے امیر کو یہ کہ دیتا ہوں نے اپنی بکریاں اور غنہ جوڑاؤ میں دیتے تھے روک لیے ہیں آج سے بڑھ کر وہ اپنے دین میں کسی کمزور نہ تھے کاش وہ اس طرف لوٹا سکیں۔ اور نہ ہی تم آج سے زیادہ قوی تھے۔ رسول اللہؐ نے تمہیں اللہ کے حوالے کیا اور وہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو تدار پڑایا تو تو مگر کیا۔

ارشاد بانی ہے۔

ترجمہ :- ”اور اگر تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“ (آل عمران)

پھر ابو بکرؓ نے فرمایا۔

اللہ کی قسم! میں اس کے دین کے لیے قتال جاری رکھوں گا یہاں تک کہ اللہ اپنے وعدہ مکمل کر دے اور ہمارے لیے اپنا عہد پورا کر دے۔ اہل جنت میں سے جن کو شہادت ملتی ہے شہادت مل جائے اور جن کو بانی رہنا ہے وہ زمین میں باقی رہ جائیں اللہ کا فیصلہ حق ہے اس کی بات بدلتی نہیں۔

ارشاد الہی ہے۔

ترجمہ :- ”تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں۔ اللہ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بتایا تھا۔ جو ان سے پہلے تھے۔ اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ قائم کر کے جملائے گئے جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ اس دلمان سے بدل

ے گا۔۔۔۔۔ وہ ہماری مہمات کریں گئے پھر سے ساتھ کسی کو شریک نہ بنھرائیں گے۔۔۔۔۔ اس کے بعد جو بھی لوگ ہاشمی اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

زکوٰۃ سے انکاری

بعض صحابہ کرام نے ابو بکرؓ کو مشورہ دیا کہ جو لوگ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دے ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں عمرؓ نے فرمایا ان کی مالی کی ذمہ داری لے لو لیکن ان کے دلوں میں ہیوست ہو جائے اس کے بعد یہ زکوٰۃ دینے سے انکار نہیں کریں گے لیکن ابو بکرؓ نے ان کا مشورہ نہ مانا۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہؐ کی وفات ہوئی اور ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو عرب میں جو لوگ کچا یقین رکھتے تھے وہ فوراً مرد ہو گئے۔

عمرؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ ان لوگوں سے کس بنیاد پر قتال کریں گے جبکہ رسول اللہؐ کا فرمان ہے!

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں جس نے اقرار کیا اس نے اپنے مال و جان کو محفوظ کر لیا مگر یہ کہ اسلام کا حق آجائے اور اس کا حساب اللہ کے حوالے ہے۔

یہ سن کر ابو بکرؓ نے کہا۔ واللہ میں اس سے ضرور قتال کروں گا جو زکوٰۃ اور نہ لائے تفریق کریں گا۔ زکوٰۃ مال کا حق ہے اللہ اگر انہوں نے بکری کا بچہ ہر دوسوں اللہؐ کو زکوٰۃ دیتے تھے روک لیا تو میں ان سے زکوٰۃ روکنے کی وجہ سے قتال کروں گا۔

عمرؓ نے فرمایا! اللہ یہ تو ایسی بات ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا ہے پھر میں نے پہچان لیا کہ یہی حق ہے۔



میمونہ رومان

سپاس دل

مردمشخان مرشد..... بہادر

غم اور خوشی میں فرق نہ محسوس ہو جہاں
میں دل کاس مقام پہ لانا چلا گیا
فرح و ہجر کی... شاہکار
دل تاسیہ تو نہیں تا کام ہی تو ہے
لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے
عائشہ صدیقہ احمدی... اسلام آباد
تم فتنے کی رو سے آئے
روشن سیدھا تھا راتہ دل کا

ماہنامہ... ملتان

میں نے چاہا تجھے عید پہ کچھ پیش کروں
جس میں احساس کے سب رنگ ہوں روشن روشن
جن میں آنکھوں کے ترشے ہوئے موتی لاکھوں
جن میں شال ہو میرے قلب کی ہر کن ہر کن
دلش مریم... چینٹ

کبھی عید ہے دلش
تجھے کوئی اپنا نہیں ملتا

ماہنامہ... کراچی

کاجل، بندیا، ہار، سنگھار
ساجن بن ہے سب بے کار
شمن آندی... بہاولنگر

تہارے چاند سے چہرے کی اگر دید ہو جائے
قسم ہے اپنی آنکھوں کی ہادی عید ہو جائے
اریشہ افروز... سمجرات

سنو اگر تہادی دید ہو جائے گی
دیکھو میر تہادی عید ہو جائے گی
سنو اگر تم نظر نہیں آؤ گے تو
جر کی رات طویل ہو جائے گی
فاطمہ نور... کراچی

چشم تو دشتِ لٹاک میں کوئی ساغر

دل نے اک اور جگہ دھڑلایا عید کا چاند
سید فاطمہ مروج... ملتان
دیسے سے لچے میں جب تم مجھ سے بات کرتے ہو
اس دن مسکرتی ہوں میں اسی دن عید ہوتی ہے
زرلش خان... لہ

گزر گئی یہ عید بھی غم زندگی کی طرح وہی
ہوتا جو کوئی اپنا تو ہم بھی خوشیاں مناتے
فرح بھٹو... حیدرآباد

چاند دیکھنے کو نظر اٹھاؤں اور تجھے دیکھوں
میں دعا کو کمر باندھ اٹھاؤں اور تجھے دیکھوں
کاجل سرخی سگن پائل سارے ہار سنگھار
عید کے دن پور پور سہاؤ اور تجھے دیکھوں
مونا شاد فریدی... کبیر والا

تیرے دل کے سرباب میں
میری خواہشیں سو گئی ہیں
تم جب سے گئے ہو جاناں
میری عیدیں کھو گئی ہیں
عائشہ پریہ صدیقی... کراچی

سو بار اسے عید مبارک تہ دل سے
اس روز میں جو عید مبارک کہے دل سے
ایسا سید... نالہال

تم کیا گئے کہ عین حیرے عید ہی بنی ہیں سوگ
ہم سے گلے کسی کو لگا نہ جاسکا
عائشہ انصاری... قصور

چاند رات تھی اور تیری یاد تھی
عید بھی گزر گئی تہائی ساتھ تھی
کپڑا... حیدرآباد

حسرتیں، خواہشیں تو سبھی لاحاصل رہی
تم نے دیکھا عید کا چاند تو کیا عید ہوئی
مسکان شہزاد... لاہور

جان ہو تم میری پہچان ہو تم
اے دست میری عید کا چاند ہو تم
قمر شریف... تونسہ شریف

کیا لطف عید ہے جو اگر تم سے دور ہوں
گزرے گا روز عید قصور میں آپ کے

زہرہ شفیق... پاکستان
خوشامیں محلی یاد رکھنا عید کے لحاظ سے

زہر عشق... پاکستان

کپڑوں کی دکان سے دور چند سوں کو جھٹکتے گھنٹے
ایک غریب کی آنکھوں میں عید کو مرتے دیکھا ہے
کائنات غزل... کبر و ذکا

حسرت ہی رہی ہے یہ ہم
عید کے دن ہو ساتھ جہانما
مگر بن گئے تم عید کا چاند
لاہوری رہ گئی میری ہر بات
مہربان خان... مہجرات

نظر عید کے چاند میں بھی آنے لگے ہو
کیوں مجھ کو ایسے تم ترپانے لگے ہو
نازش علی... حیدر آباد

ملین لفظی یہ مکمل کہانی
میں، تم اور عید کا چاند
ارد گرد... کراچی

ماں کی ہی وجہ سے تو
سہانی ہر عید ہوتی ہے
ماں رونق مگر کی ہوتی ہے
عبت کا گیت ہوتی ہے

عذرا ہم... میرپور خاص
سنو یہ عید تم بن پڑی اواس ہے
دل ہی دکھانے آجاء پاس میرے
جویریہ عامر... کراچی

سنو آج ہے سوچا ہم نے کچھ خاص کرتے ہیں
سب سے پہلے آپ کو ہم عید مبارک کہتے ہیں
حیا کاشف... ڈگری سندھ

دل کی گھڑی سسٹان ہوئی
نا جیت ہوئی نا مات ہوئی
اب کی عید بھی تنہا گزری
نا دیکھا تم کو نا بات ہوئی

ناکھ مصطفیٰ... غزوہ اہلبار
سنو ہم تجھے تم تو چاند میری عید کا
اب کے دیکھ کر مناس عید کا دن
لیجہ طارق... ساگر نگر

خوشیوں کے لمحات میں عام جذبات میں

تم ہمیں بھی یاد رکھنا عید کے لمحات میں
شادیہ... شادیہ
میری آنکھوں کی... شہید تم ہو
میرا چاند تم ہو میری عید تم ہو
حیاتا... ٹنڈو آدم

دستور ہے دنیا کا مگر یہ تو تازہ
ہم کس سے ملیں کس سے کہیں عید مبارک
ناکھ اشفاق... ڈیرہ اسماعیل خان

رہے گی بے کل دل میں تو ہماری عید ہوگی
لو گے تم نہیں تو کیا ہماری عید ہوگی
شائلہ ظلم... منڈی بہاؤ الدین

اس عید پر جو مل نا سکے ہم تو کیا ہوا
جذلوں میں ہو غلوں تو عیدیں ہزار ہیں
ناریہ سلطان... کراچی

میں نے چاہا تجھے عید پہ کچھ پیش کروں
جس میں احساس کے سب رنگ ہوں روشن روشن
جس میں آنکھوں سے تراشے ہوئے موتی لاکھوں
جس میں شال ہو میرے قلب کی حرکن حرکن
ماکھلی... فیاضی سندھ

خوش ہو، بادل، بھول، کھیاں، شبنم تیرے نام
دوست عید کی خوشیاں ہیں سب تیرے نام
جھمیل کرتا دنیا پانی، جبک کرتے چاند تھے
رات کے تارے کرئیں، چھا، پنم تیرے نام
حاتان... کراچی

اے میرے بولنے والے تیری خوشیوں کی قسم
مجھ کو اب کچھ بھی تیرے غم کے سوا یاد نہیں
چاند دیکھا ہے تو یاد آئی ہے صورت تیری
ہاتھ لٹھے ہیں مگر حرف دعا یاد نہیں



دہرہ شفیق..... پاکپتن

کپڑوں کی دکان سے دور چند سکول کو جھٹکتے جھٹکتے
ایک غریب کی آنکھوں میں عید کو مرتے دیکھا ہے
کائنات غزل..... کمرہ ڈپکا

حسرت ہی رہی ہے یہ ہم
عید کے دن ہو ساتھ تمہارا
مگر بن گئے تم عید کا چاند
لاہوری رہ گئی میری ہر بات
مہربان خان..... محرمات

نظر عید کے چاند میں بھی آنے لگے ہو
کیوں مجھ کو ایسے تم ترپانے لگے ہو
ناش ٹیل..... حیدر آباد

تین لفظی یہ مکمل کہانی
میں تم اب عید کا چاند
ارد گردی..... کراچی

ماں کی ہی وجہ سے تو
سہانی ہر عید ہوتی ہے
ماں رون کی ہوتی ہے
عبت کا گیت ہوتی ہے

عارفیم میر پورخاص
سنو یہ عید تم بن ہوئی اداس ہے
دل قی دکھانے آ جاؤ پاس میرے
جویریہ عامر کراچی

سنو آج ہے سوچا ہم نے کچھ خاص کرتے ہیں
سب سے پہلے آپ کو ہم عید مبارک کہتے ہیں
حیا کاشف..... ڈگری سندھ

دل کی گھڑی سناں ہوئی
تا جیت ہوئی تا مات ہوئی
اب کی عید بھی تمہا گزری
تا دیکھا تم کو تا بات ہوئی

نائلہ مصطفیٰ..... ٹنڈوالہار
سنو ہم تجھے تم تو چاند میری عید کا
اب کسے دیکھ کر مناس عید کا دن
لیجہ طارق..... ساکنہ

خوشیوں کے لمحات میں عام جذبات میں

تم ہمیں بھی یاد رکھنا عید کے لمحات میں
شازیہ احمد..... احمد پور
میری آنکھوں کی شہید تم ہو
میرا چاند تم ہو میری عید تم ہو
حیات قادر..... ٹنڈوالہار

دستور ہے دنیا کا مگر یہ تو تازہ
ہم کس سے ملیں کس سے کہیں عید مبارک
نائلہ شفاق..... ڈیرہ اسماعیل خان

رہے گی بے کلی دل میں تو بھاری عید ہوگی
لو گے تم نہیں تو کیا بھاری عید ہوگی
شائلہ غم..... منڈی بہاؤ الدین

اس عید پر جو گلے تائے ہم تو کیا ہوا
جذبات میں ہو غلوں تو عیدیں ہزار ہیں
نوریہ اسلان..... کراچی

میں نے چاہا تجھے عید پر کچھ پیش کروں
جس میں احساس کے سب رنگ ہوں روشن روشن
جس میں آنکھوں سے تراشے ہوئے موتی لاکھوں
جس میں شال ہو میرے قلب کی حرکن حرکن
ماکشلی..... نیاری سندھ

خوش ہو بادلوں پہلوں، کلیاں، جہنم تیرے نام
دوست عید کی خوشیاں ہیں سب تیرے نام
جمل کرنا ڈیلا پائی، جب تک کرتے چاند تیرے
رات کے تیرے کرشم، چھا، پنم تیرے نام
حتان..... کراچی

اے میرے بھونے والے تیری خوشیوں کی قسم
مجھ کو اب کچھ بھی تیرے غم کے سوا یاد نہیں
چاند دیکھا ہے تو یاد آئی ہے صحت تیری
ہاتھ اٹھے ہیں مگر حرف دعا یاد نہیں



طہمت آغاز دس مہینہ

پسند کی بریانی

اجزائے

چاول
گوشت
کھجی
دہی
پیاز
اورک
لہسن

کالی مرچ (بھی ہوئی)

زیرہ
لوٹک
زعفران
مغز بادام
ناریل
نمک
سرخ مرچ

ترکیب:-

بغیر ہڈی کے گوشت کے ٹکڑے پسند سے بنالیں۔ ان کو دھو کر چھری کی نوک سے چھید لیں۔ آدھی دہی میں نمک اورک اور لہسن چیں کر ملا لیں اور پسندوں پر لگا دیں۔ ایک گھنٹہ تک رہنے دیں۔ پختی میں بھی گرم کر کے پیاز سرخ کر لیں۔ ناریل اور بادام کا مغز کاٹ کر ڈال دیں۔ اسی طرح بھوننے کے بعد گوشت اور دہی بھی ڈال دیں۔ دھکن مضبوطی سے بند کر کے ہلکی آگ پر گوشت کو پکے دیں۔ جب دہی کا پانی بالکل خشک ہو جائے تو تین پاؤ پانی ڈال کر ہلکی آگ پر نصف گھنٹہ تک گوشت کے پسند سے پکا لیں۔ جب پانی خشک ہو جائے اور پسند سے گل جا میں تو پختی اتار لیں چاول صاف کر کے ایک گھنٹہ تک بھونے میں۔ دھری پختی میں بھی گرم کر کے ثابت سیاہ مرچ ایک گھنٹہ زیرہ لوٹک اور ثابت گرم سال ڈال کر کرکڑا میں اور زیرہ سیر پانی ڈال دیں۔ جب پانی اٹھنے لگے تو

چاول ڈال دیں۔ چاول گلے پر اتار لیں۔ اب دھری پختی میں نصف چاول ڈالیں اور اس کے اوپر ایک تہہ چاولوں کی بچھا میں بھر بتی چاول بھی اور ڈال دیں اور دس منٹ تک پختی ہم رکھنے کے بعد اتار لیں گرم گرم بریانی پیش کریں۔

دس عارف
کیری کی پختی پختی

اجزائے

کیری
چھیل کر بالکل باریک کاٹ لیں
چینی پاؤ
نمک

اورک

لمبی باریک کٹی ہوئی

نمک

سفید سرکہ

کھجی

مال مرچ ثابت

لیموں

ترکیب:-

ایک اسٹیل کی پختی میں سوائے لیموں کے باقی تمام سال

جات ایک ساتھ ڈال کر کھجی کے چمچے کے ساتھ ہلکی آگ پر

پکالیں۔ جب چھیل یا کرکڑا شیرابن جائے تو اسکر خشکا کر لیں

جب یہ خشکا ہو جائے تو لیموں کا رس ڈال کر مرچان میں رکھ

لیں۔ لیموں سے پختی محفوظ ہو جاتی ہے۔

سدر دشاہین ... بیج واد

کھڑے سالے کا تورہ

اجزائے

مرچی

لہسن (ہوٹا سا کاٹ لیں)

فراز (گول سالساں کاٹ لیں)

ثابت (حیاضا) موٹا کاٹ لیں)

پیاز (دور سانی)

اورک (باریک کاٹ لیں)

دہی

(طلح کے کپڑے میں ڈال کر پانی نچوڑ لیں)

ایک کلو

ایک پوچی

تین عدد

ایک کھانے کا چمچ

تین عدد

دواغ کا کھڑا

ایک کپ

ایک کلو	چاول	ایک چائے کافے	حبث گرم سال
ایک کلو	گوشت	چار عدد	لوتک
حسب ذائقہ	نمک	تین اسٹک	دار چینی
دو چائے کفے	لال مرچ (کٹی ہوئی)	چھ عدد	چھوٹی الائچی
ایک چھوٹی کچ	ہلدی پاؤڈر	تین عدد	بڑی الائچی
ایک چائے کافے	رضیا پاؤڈر	ایک کھانے کافے	زیرہ
دو چھ چائے کافے	زیرہ پاؤڈر	آدھا چائے کافے	سیاہ مرچیں (کٹی ہوئی)
دکھانے کے کچ	لہسن اور کچھ پیسٹ	ایک چکل	جانقل پاؤڈر
چار عدد	پیاز (پیسٹ بنائیں)	ایک چکل	چاندی پاؤڈر
چار عدد	فٹاڑ (چپ کر لیں)	تین عدد	کڑھی پتے
ایک کپ	دہی	دو کپ	تیل
چار عدد	آلو بخارے	حسب ذائقہ	نمک
چھ عدد	کڑھی پتے	آدھا کھانے کافے	لال مرچ پاؤڈر
دکھانے کے کچ	حبث گرم سال	آدھا چائے کافے	ہلدی پاؤڈر
دو چکل	زرد رنگ	دکھانے کے کچ	برادھیا (ہر ایک کٹا ۱۵)
حسب ضرورت	کھجی	تین عدد	ہری مرچیں
چار سے پانچ عدد (کٹ لیں)	ہری مرچیں		ترکیب۔

سب سے پہلے تیل گرم کریں اور مرغی میں ہلکا نمک لگا کر قل لیں۔ اب اس تیل میں حبث گرم سال، لوتک، دار چینی، چھوٹی الائچی، بڑی الائچی، زیرہ، سیاہ مرچیں، جانقل پاؤڈر، چاندی پاؤڈر اور کڑھی پتے ڈال کر قل لیں۔ اس کے بعد اس میں پیاز ڈال کر گلابی کر لیں۔ اس میں لہسن اور ادو ک ڈال کر کچ چھائیں ہلکا گلابی ہو جائے تو فٹاڑ ڈال دیں۔ ساتھ ہی نمک لال مرچ پاؤڈر اور ہلدی پاؤڈر ڈال دیں۔ اب علا ہوا گوشت دوبارہ ڈال کر اس سالے میں بھونیں (چاہیں تو پانی کا چھینٹا بھی دیں) اب دہی بھی شامل کر لیں اور اچھی طرح بھونیں جب گلے کر گوشت سالے میں اچھی طرح بھن گیا ہے تو کٹا رضیا بھی شامل کر دیں اور ساتھ میں دو کپ پانی ملا دیں تاکہ حسب ضرورت گرم ہو کر رہ جائے تو دہرہ تیار ہو جائے تو رضیا اور ہری مرچوں سے گارلش کریں۔ چاہے تو گارلشنگ میں ہلکا سا کریم کا چم بھی دے سکتے ہیں۔ پھر انار یا روغنی تان اور رلتے کے ساتھ سرو کریں۔

کشف جول۔ راولپنڈی
محمد ربیانی

چاولوں میں ایک کھانے کافے کچ حبث گرم سال اور نمک ڈال کر پک کر رہے نمک لہاں لیں اور پانی نکھار کر اس میں زرد رنگ ڈال کر کس کر کے ایک طرف رکھ دیں۔ ایک چٹکی میں کھجی گرم کر کے اس میں بقیہ حبث گرم سال ڈالیں کر کڑھا لیں اب اس میں پیاز پیسٹ ڈال کر ساتھ فراٹی کرنے کے بعد اس میں گوشت لہسن اور کچھ پیسٹ ڈال کر تھوڑی دیر بھونیں اس کے بعد اس میں نمک کٹی لال مرچ ہلدی پاؤڈر رضیا پاؤڈر زیرہ پاؤڈر آلو بخارے کڑھی پتے ہری مرچیں ڈال کر پانچ منٹ تک بھونیں اس کے بعد فٹاڑ اور حسب ضرورت پانی ڈال کر گوشت کے گلے تک پکائیں۔ ایک دھری چٹکی میں تھوڑا سا کھجی گرم کر کے پہلے ایک تھ چاولوں کی لگانے کے بعد اس پر گوشت کٹا میوے کی تھ لگا کر بقیہ چاول ڈال دیں اور دم پر لگا دیں۔ حرے دار عید بریانی تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں نکال کر دہی کے ساتھ سرو کریں۔

فائزہ جاوید..... شہر گوشت

مگر آپ خود سوچو
اک لڑکی اپنا شہزادہ کھو کر
بھلا ہستی کیسی لگتی ہوگی؟

عائشہ خلیل۔ گوجرانوہر

ایک دنیا بقتلی تھی

ہم جو آگے بڑھ نہیں سکتے
ہم جو بڑھ بھی جائیں تو کس طرح
ہم یہ کہہ بھی جائیں تو کس موڑ پر
یہ سہ ٹوٹ بھی جائے تو کس بنیاد پر
صدیوں مسائل اور مہینوں کے بیچ
تحلیل ہوتا ہوا ہمارا ایک عہد !

ہر دن بچھا آگیا دیتا ہے

مجھے یہ دوش دیتا ہے

کہ بچتے ہوئے لڑکین کے بائیں میں

ایک اہڑیا ہوتی تھی

وہ جب گیت لکھتی تب بھوک کی ہار ہوتی تھی

وہ میسر کھوں کو بے وقعت کر کہ

محبت ہر کرتی تھی ...

پھر تمہاری سوچ میں آکر وہ

ایک دنیا بناتی تھی

تمہاری سوچ کو تمہارا وہ مگر

جس کے کچھ ہمارے میں

محبت عروج پر ہو کہ

اپنے گیت گاتی تھی ...

لو اب وہ گیت مراکت ہیں

خاموشی ہے اور خام ہے

محبت مات کھاتی ہے

وہاں جب جیت ہوتی تھی ...

ہم آگے بڑھ بھی کیسے پائیں

ہماری ہائیو، کیمسٹری کا ہر ایک موضوع

ان دنوں شروع لیے ہوتا تھا

ہم ہر بات کرتے تھے

مجھے میں اپنی کائنات تو کیا کل جہاں لکھتی
تیری یاد کو میں خیال یا راں لکھتی
تیری مسکراہٹ کو میں خوبصورت سا لکھتی
تیری زلف کو کھنی چھان لکھتی
تیری آنکھوں کو میں خواب کا جہاں لکھتی
تیری ہستی کو میں دلکش لفظوں میں تول دیتی
میں خود کو تیرے قدموں میں رول دیتی
تیرے ہاتھوں کو میں مضبوط سہارا لکھتی
میں تجھ کو صرف اور صرف ہمارا لکھتی
چیری چال کو میں مغرور شاں لکھتی
کر کے کل اس کتاب کس کل
لاغر میں اس کا نام کل جان لکھتی
کشن چوہدری کل کبریاں چک محمود

وہ لڑکی کیسی لگتی ہو گی؟

ہرے عمر سے جنگل میں

اک غزال جیسی لڑکی

بھلا کیسی لگتی ہوگی

اے جامداتوں کے مسافر و!

تم لوگ کیا جانو

تیرگی میں بھی لڑکی

بھلا کیسی لگتی ہوگی

یہ کوئی اور وادی ہے

جس میں وہ اتر گئی

ابھی کچھ دیر پہلے ہی

وہ مسافر کی سنگت میں

کھلکھلا رہی تھی

کسا چاکہ سنا کسا

ان کے درمیان سے گزرتی

صدیوں کی فصلیں

ان میں حائل ہو گئیں

ہنستا کھلتا چہرہ تھا جو

اب بھی لوگوں ہنستا ہے

نور
 دنیا کی بات ہوتی تھی
 محبت دھن کرنی تھی
 سنا چاہے نچے خوابوں میں
 اب تم تنہا رہتے ہو
 ہمیں جو بھول بیٹھے ہو
 وہ وعدے توڑ بیٹھے ہو
 تمہارے خواب سنہری ہیں
 گلابی ہیں، خوشی ہیں
 ان میں دھنک مارچ کرتی ہے
 مگر ہم آج بھی خود کو
 اس کے برآمدے میں دھنا بیٹھے ہیں
 تو خود کو گھسے ہوئے پا کر
 آگے بڑھ نہیں سکتے
 یہ نیا ختم تم کو ہارک ہو
 ہمارے خواب اور ہر سانس میں
 وہ باتیں ہیں وہ درد ہم ہیں
 مگر یہ غمی یہ شب درد
 اسی سہرہ دم سے سنی میں پوشیدہ ہیں
 ہم جو آگے بڑھ نہیں سکتے...
 ہم کیوں ایسا کر بھی جائیں تو...
 ہمارے گھسے میں اب
 سکوت ہے سب ساکت ہے

سمیرا اوزگل

گنتھ اچھے وہ دن تھے

چلو کچھ ایسا کرتے ہیں
 ایک شام ایک دو بجے کے
 نام کرتے ہیں
 دل ناشاد کو شاد کرتے ہیں
 کچھ مل تمہارے ساتھ
 جاتے ہیں
 جلا کر آگ

جائے بناتے ہیں
 کچھ باتیں کرتے ہیں
 بیٹے لحوں کو یاد کرتے ہیں
 جب تم ہم پہ مرتے تھے
 تب ہم بھی مرتے تھے
 تمہارا دم بھرتے تھے
 کتنے اچھے وہ دن تھے
 جو کھو گئے ہیں کہیں
 ہم دونوں
 چلو آؤ کچھ مل
 ایک ساتھ جیتے ہیں

عروش خان عروش... بہاول پور

دب کسی عطا

بھائی مان بہنوں کے
 دیان ہے کیسے بد نما
 بھائیوں کے بنا کچھ نہیں بہنا
 ہر خوشی میں جیتی ہے سنگ تیرے
 کبھی ان کا مان نہ لو رہا
 کھیل گیا ہر سو خاموشی کا ڈھیر
 باپ کا سایہ جب اغائبی کے آگنا
 مطلق دنیا حوس کی ماری
 ساتھ کبھی بہن کا نہ چھوڑنا
 سکھ نہ پاؤ گے تم کبھی
 جو ٹو ٹاٹل بہن کا ڈرا دیکھنا
 لے جائے گی ساتھ ہر دکھ سمیٹ کر اندر
 اس کی سکھیل سے ذرا تم ڈرنا
 کرتی نہیں فرماش اپنی خواہش کی
 اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا
 برکت چاہیے اپنے جان و مال میں
 بہن کو اپنی دیتے رہنا
 خالی بھی ہو جائے اگر حیب تیری
 بہن کو بس اپنے گھر بلا لینا

قدرت کا کرشمہ یہ فرمان ہے رسول کا
 بھروسے کا مگر کبھی نہ کرنا
 موت ہے آتی جلتے کی اک دن
 اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنا
 کون کرے گا تیرے لیے دعائیں اب
 جو جی مٹی سے ملا آئیں سب
 اب کیا فائدہ پچھتائے کیوں یہ عاشے
 جب جی زندہ سر پر ہاتھ رکھا کب
 دھوڑے گا راحت دات کی سیاہی میں
 غلی بستر بھی سکوں نہ دیے پائے گا اب
 سنو لو کون بہن کا قفسہ ہے بک عطا
 رکھا گردل اس کا نہ بکھوتا
 گزرنے شبہ دے گئے دن گنتی کے
 اب تو سنبھل جا سیتے سے لگا سے

عائشہ خاں . ذمہ

میری زندگی کی کتاب میں

میری زندگی کی کتاب میں
 وہ کی داستان طے کی
 چند خوشیوں کے انٹریز میں گئے
 چند تنہائیوں کے اشعار میں گئے
 ہمہ میں گئے اقتباس!
 میری زندگی کے
 خوبصورت لمحوں کے
 کچھ آخر میں لکھے میرے
 الفاظ بھی ہوں گے
 کچھ آنسوؤں سے لبریز
 کچھ گھٹنے خواب
 بکھری پڑی سیاہی کی طرح!
 کچھ سکراہٹ کے لیے کیے ہوئے
 اقدام بھی ہوں گے
 میری زندگی کی کتاب میں!!

عائشہ صدیقہ احمد زئی . اسلام آباد

تیرے وعدوں

آنکھوں کے جڑیوں میں
 تیری سوچ کے ساحل پر
 یادوں کی کشتی لیے ہوئے
 لگی جا رہی تھی دور تک
 غدشوں کے طوفانوں نے
 کٹی ہار مجھے گھیرا
 باہری کے ہاول نے
 مجھ پر جو برستا چاہا
 تیرے وعدوں
 تیری امید کے لنگرنے
 مجھے ڈوبے نہیں دیا
 مجھے زندہ جو رکھے ہوئے ہیں
 وہ اک تیری یاد کا
 اصول چھوٹا ہے

مدیحہ نورین مہک . برٹلی

بیلا مسجھا

مشتق تم کو تھا بھلا میں نے
 تم کو ساری ہی خوشی دے ڈال
 دو پلوں پہ سجایا میں نے
 پیار سمجھا ہی نہیں ہر جانی
 دکھ کا خنجر تھا سو کھلیا میں نے
 تیرے ہونٹوں کو لہی خود دے کر
 اپنے دل کو ہی لایا میں نے
 ناخدا ہمتیں جب ہار گیا
 موج سے اس کو چھڑایا میں نے
 بخش غافل کی خطا میں گھرچ
 ہر قدم تجھ کو بھلایا میں نے

فریہ خاتمہ..... لاہور

www.naeyufaq.com

ہما احمد

دوستوں کے نام

بیاری دوستو..... السلام علیکم کسی ہوسب ایمین غصوں
حر غصوں طیب ملک تائی فہیدہ شرونگزار اللہ پاک آپ کو
صحت و تندرستی سے نوازے آمین) شہرین اسلم، پر دین
افضل رشک چاند (آج کل کے چاند کہاں غروب ہوئی ہو
جلدی سے آج کل کے صفحات پر طلوع ہو جائی رشام
آصف، ارم آصف، گلشن گل اور آج کل کی تمام قدرتیں
و مصنفین آپ سب کے لیے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیشہ
سب کو اپنی لٹان میں رکھے آمین کہل غائب ہوئی ہیں
ایمن، چرا، طیب، رشک، رشام اور ارم؟ آپ سب کی آج کل
میں بہت کی محسوس ہوتی ہے اور میں سب کو بہت مس کرتی
ہوں۔ ہمیشہ خوش رہیں آمین اللہ حافظ!

صاحب علی شیر... شہر خانپور

انہوں کے نام

یاد کے موتیوں سے یہ کلام لکھا ہے

محبت سے پکھا پھول کے نام لکھا ہے

قلم اضلیا تو سمجھ میں نہیں آ رہی کہ کیسے اپنے جذبات
لکھوں جو ایک سال ایک ماہ اپنے پیارے آج کل سے دور
رہی اس وقت میں اسے اور آپ سب کو کتنا مس کیا غلط نہ
لکھا باقی تو ٹھیک تھا لیکن میں رسالہ بھی نہ خریدی نہ پڑھ
پائی کہ کس نے کتنا مس کیا مجھے یاں سمجھا کہ کچھ مجبوری ہی
لگی تھی لیکن اللہ کا شکر ہے کہ کبیر کے بابا نے مجھے حقے
میں آج کل لا کر دیا۔ اس عرصے میں ہم لوگ تین سے چار
ہو گئے کبیر حسین کے بھائی ضمیر حسین بھی آ گئے۔ مدینہ
نورین کیسی ہو کوئی خوشخبری سنا دو یاں میں نے سب کو

بہت مس کیا نورین انجم، نجم انجم، جلائیہ عباسی، ایس ایچ
حسین، تبسم شیر، سمیعہ، سجاد، مافضل سرانج، حرا گل غصوں، دلی
ایڈن تحریم، جی، تحریم سحر، ام ہانی اور تمام آج کل فریڈ کو
بہت ساری دعا میں اور سلام اگر شامل کر لیا گیا تو حاضر
ہوتے رہے گے لیکن تھوڑا ناخود ہوتا رہے گا ناراض مت
ہو جانا سمجھا کریں نا سب تو لکھا ہے لیکن ابھی نہیں آ رہا آپ
لوگوں کی محبت لکھا رہی ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیں اور
آج کل کے سطحوں پر بھی یاد رکھیں۔ یہی تو مجھے دیکھنا
میں حوصلہ ہے اور تمام نجات دہانوں کو کھرا سلام اور ملکہ
ہاں کوئی دوستی کرنا چاہے تو موٹ و تیکم۔ اللہ حافظ۔ پھر
میں گے فیروزہ میں رہنے والی کسی بہن کے پاس
رہا کے ہوں تو خط ضرور لکھنے پلیرا۔

رقیاز..... فیروزہ

انہوں کے نام

اسلام علیکم..... جی جناب کیا حال ہیں ایک ماہ کی غیر
حاضری کے ساتھ ہیں بس کیسے دن گزرے پھر بھی ضرور
شیر کروں گی بہت سی باتیں ہیں کہنے کو ان شاء اللہ پھر بھی
ہی فٹ آف آل ذرا انشائا چندہ جون کو آپ کی رحمہ
ڈس ہے جی مٹی پٹی ریڈن آف فاڈے انشائا آپ کو بس
صحت والی زندگی دے نیکیست رحمہ ڈسے تو علی بھائی کے
ساتھ سرسرا میں سلیمہ بیٹ کر گئی اب بات ہو جائے وہ
خوش نصیب مینے کی جس میں ہماری تشریف آوری ہوئی
ہر طرف سورج کی روشنی ہی روشنی تھی ہمارے آنے سے
روشنی مزید بڑھ گئی (ہاہا) سوئی مٹی پٹی ریڈن آف می
بس اللہ سے یہی دعا ہے اللہ پاک مجھے اپنا اور ماں باپ کا
فرما تیر دار بٹائے نیک کام کرنے کی توفیق دے گناہوں
سے بچائے اس بار بھی سوچا کیوں نہ آج کل کے ذریعہ خوش
کیا جائے آج کل میں خود کو دھوکے سے کاٹنا ہی مزہ ہے سور
جولائی عبدالصمد صاحب بخوش کے سر دار وعدہ یاد رکھنا اچھے
سے سلیمہ بیٹ کا ہر بار وعدہ کر کے غائب ہو جاتے ہو

بائیں جولا کی لپیٹا ڈول آپ کی برتھ ڈے ہے سالگرہ بہت مبارک ہو اس بار بھی لیپھا ساتھ ہوگی ہمارے چوبیس جولا کی لپیٹا کی مٹا شمرن آپ کی سالگرہ ہے اللہ بلی صحت والی زندگی دے چھبیس جولا کی مٹان میرے بھائی آپ کی سالگرہ ہے بہت مبارک ہو تھوڑا سیریس ہو جاؤ پھر ہونے والے ہیں اللہ پاک کامیابی دے انتیس جولا کی حذیفہ شاہ جی صاحب آپ کی تشریف آوری ہوئی سالگرہ بہت مبارک ہو اور ذرا آپ بھی لائف کو سیریس لو سب کچھوں کیلک کھلا دینا (اوکے) میں نے ڈن کرو یا یہ میری طرف سے فریٹ ہوئی شرہ جی آپ کیوں لکھنا چھوڑ رہی ہیں پھر سے لکھئے گا کسی کی وجہ سے ایسا نہیں کرتے انہیں احساس ہو جائے گا کسی نا بھی سھینکس یاد رکھنا عارم آصف برمشا آصف، صائمہ مشتاق، گلشن چوہدری سہاس گل، فہیمہ آئی، رضوانہ وقاص، پروین افضل، ربیعہ، فردا، عائشہ فکیل، ذہرہ، فاطمہ سب کو پیارا اور سلام۔

شہرین اسلم۔۔۔ بہاول پور

دوستوں کے نام

اسلام علیکم الامید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے لائف کو انجوائے کر رہے ہوں گے۔ کافی عرصہ بعد آنکل سے دوبارہ رابطہ کر رہی ہوں آنکل بڑھنا تو نہیں چھوڑ سکتی میں کبھی بھی ٹکر کچھ مصروفیات کی وجہ سے شرکت نہ کر پائی حرا گل، ایمین، آئی ارم کمال اس وفد کہاں بڑی ہیں کوئی یاد ی نہیں مجھ غریب کی فقی، بہنوں کو خوش آمدینہ عائشہ فکیل، رشک چاند، حراسے، رمشا و ارم آصف، اللہ رکھا بھائی ظہیر ملک بھائی آپ سب کہاں بڑی ہیں آئی مس یو پلیز کم بیک مدیجہ نورین، گلشن چوہدری، پروین افضل، آئی نجم و نورین انجم، فائزہ شاہ، جویریہ خان، اولڈے خان، ہونیوا اواس، کنزی رحمان اور جن بہنوں کے نام رہ گئے آپ سب کو سلام اور ڈھیروں دعائیں آپ میں سے جن کی جون میں سالگرہ ہیں

ایڈوانس میں پچی برتھ ڈے ۳۱ مئی کو میری سسٹر جلیلہ ظفر اور ۲۸ کو میرے پیارے بھائی مدثر کو سالگرہ کی ڈھیروں خوشیاں مبارک اللہ آپ دونوں کو خوش رکھے آمین لو جی جیلا رانی لب خوش میں نے اس بار آپ کو سر پائز کر دینا علی کو بہت سارا پیار ہمارا آئی پلیز اس وفد ضرور لگا دینا کسی کو سر پائز دینا ہے آنکل عیم کی تمام بہنوں کو سلام اگر سانسوں نے وفا کی تو آئندہ ہاٹھفل میں حاضر ہوں گے تب تک کے لیے فی امان اللہ۔

بیڈز انج۔۔۔ گجرات چک محمود

میری پریوں کے نام

اسلام علیکم میری پیاری پریو کیا حال ہیں میری سوینی سسٹر شرہ گلزار کیسی ہو یا را آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہوتی نے میری چچی نجمہ زبیر کا پوچھا میرے پاس ان کا نمبر نہیں ہے وہ ٹھیک ہیں جب ملی تو ضرور پوچھ دوں گی پلیز پلیز خط لکھا کرو مجھے آپ سے بہت محبت ہے باقی پریو ارم آصف رمدو آصف سناؤ کیسی ہو امین غفور یار تم نے بھی شادی کر لی میری طرح اے اے مبارک ہو جی میری منگو خوش ہو اپنے ان کے ساتھ حرا گل تم پور تو نہیں ہو جی گلشن چوہدری تو سناتیری میری برتھ ڈے اٹھاس ایتیس مئی کو ہوتی ہے میں ایتیس کو اٹھادہ سال کی ہوئی اور برائیاں لگے تو بتا دینا پچی برتھ ڈے ٹوپو دوست پروین افضل آئی آپ بہت پیاری ہیں آئی فیب کیسا ہے ارم آئی آپ سنایا کیا ہو رہا ہے آج کل۔۔۔ شہرین لغز رہا آپ میرے ساتھ بولو یا رب غایبہ فکیل آئی مس یو فریڈ صائمہ مشتاق افرامتا زبلی کھرل شافر حانہ مدد سیال مدیجہ نورین نو زچوہدری سارہ عمر شہلا عامر ہما احمد سعیدہ ثارانی، سونیا اواس آپ سب کو سلام اپنا خیال رکھنا مجھے آنکل کے مایٹر ریزرز بہت پسند ہیں بتائے گا ضرور کہ میں آپ کو کسی بھی دپ ٹھکانا ربیعہ شامد ملکانی۔۔۔ مدثرہ اپنے پیادوں کے نام

السلام علیکم! میری پیادری حنا کنول عرف اریہ باربی ڈول کسی ہوا امید ہے کہ ٹھیک ہوں گی اے میری مصدوم سی بہن تمہاری آٹھ جولا کی کو برتھ ڈے ہے سو میری طرف سے پچی برتھ ڈے ٹو پوسا خوش رہو اللہ پاک تمہاری ہر جائز خواہش اور خواب پورے کرے جہاں قدم رکھو وہ زمین تمہاری مغفرت اور بخشش کی دعا کرے آمین۔ اپنا خیال رکھنا مسکراتی رہو اور خوش رہو، آمین۔ تمہاری نٹ کھٹ سی دوست۔

خاتم کنول و وحک..... لودھراں

پیارے پیارے بھیا جانی کے نام

السلام علیکم! بھیا جانی! اے کیا سوچ رہے ہیں کہ یہ کنول سی بہن ہے ہوائے ایک سی تو بہن ہے آپ کی لاڈو آپ کی مانو ملی پچی برتھ ڈے بھیا جانی۔ خدا آپ کی عمر بلی کرے آمین۔ ایک کب کا ٹ رہے ہیں اے ڈر کیوں گئے نہیں اس بار کچھ نہیں کروں گی ڈریں نہیں دیکھ میں میرے ہاتھ خالی ہیں ویسے اگر پاس ہوتے تو بیج کر دکھاتے۔ پچھل دفعہ حزا آیا تھا جب آپ کی لاڈو نے ایک سے آپ کی کلیرنگ کی تھی؟ پہلے لڑائی ہوئی پھر روٹی پھر آپ نے منایا پھر پیارے لڑائی کی اور پھر ایک کاٹا۔ میں آپ کو بہت زیادہ مس کرتی ہوں ویسے آپ بھی مجھے بھول نہیں سکتے۔ میرے لیے دعا کیا کریں اپنا بہت زیادہ خیال رکھا کریں۔

نور عین علی چٹھہ میاں جنوں

لنجل کے نام

السلام علیکم! آنجل ڈائجسٹ کے تمام اشاف اور تمام قاری دلکھائی بہنوں کو بے حد محبت بھر اسلام قبول ہو۔ اللہ پاک سب کو یونہی آپس میں پیار و محبت سے باندھے رکھے۔ ہمیں اس سلسلے میں کیا لکھوں میری تو کوئی قلمی دوست ہی نہیں ہے۔ آنجل کی خاصیت یہ ہے کہ وہ لکھادی بہنوں کو دعوت دیتا ہے لکھنے کی۔ ساریہ چوہدری

لکھادی بننا چاہتی ہیں مجھے امید ہے کہ اسے ضرور کوئی رہنمائی ملے گی وہ ضرور اچھی مصنفہ بنے گی۔ سنبل ملک میں آپ کے ساتھ اپنی خوشیاں بانٹنا چاہوں گی اللہ پاک نے مجھے پھوپھو بنایا میرا پہلا بیٹا سنجہ سمون عبداللہ سہ ہے۔ کاغذ قلم کے ساتھ رشتہ جوڑنے کے لیے آپ کی دعاؤں کی مستحق ہوں آج کے دور میں جہاں الیکٹرانک چیزوں کی اور الیکٹرانک سہولیات کی بھرمار ہے وہیں اگر میرے جیسا پرانے خیالوں کا مالک (میرے دادا جی جو گورنمنٹ کے پنواری تھے شوق سے ڈائجسٹ پڑھا کرتے تھے) ان کی وجہ سے مجھے رسالے پڑھنے کا چھک لگا۔ جب میرے دادا ابو کی ڈھ ہوئی تو میرے پاپا کی عمر صرف پندرہ برس تھی مگر میری عادتیں بن چکی تھیں ویسے ہی حالانکہ میں تو ان کے بہت بعد میں دنیا میں آئی ہوں ویسے ہی اردو ادب سے لگاؤ ویسے ہی علم کی پیاس۔ یہ بات میرے پاپا کہتے ہیں مگر میں غصے کی تیز ہوں میرے دادا بالکل غصے والے نہیں تھے۔ اتنا کچھ آپ کے ساتھ شیئر کر لیا اب اجازت آئندہ انٹرنیٹ کی سہولت کے ساتھ حاضر ہوں گی والسلام۔

نانیہ ملک خواں..... کوہاٹ

عالیہ بخاری کے نام

السلام علیکم! اکیسی ہیں کیا ہو رہا ہے آپ بھول گئی ہو آپ تو کتنے دعوے کرتی تھیں دوستی بھانے کے کیا میں اتنی بری تھی کہ کبھی مس کال بھی نہیں دی اوپر سے اپنا نمبر بھی بند کیا ہوا ہے یاد ہے ساتھ جولا کی کو کیا ہوا تھا۔ جلیہ تھینڈہ طیبہ کیسی ہیں سونیا! سامعہ! کبھی ہمیں بھی یاد کر لیا کرو کاشو نذر زلیہ کو سلام کہنا میری تمہ پر بہت افسوس ہے اقر اذ کیہ عظمیٰ کیسی ہوتا یہ کنول نازی تم تو کافی عرصہ بعد آئی ہو۔ منورہ کیا حال ہے تمہارا۔

نادیا کبر ملک..... مخدوم پور

مس فائزہ کے نام

امید کرتی ہوں کہ آپ بالکل ٹھیک ٹھاک اور فٹ فائٹ

ہوں گی۔ آپ میری سب سے فحش استاد ہیں آپ نے مجھے لکھن اور محنت سے پڑھایا جس کی وجہ سے میں نے میٹرک میں اچھے نمبر حاصل کیے اور پاس ہوئی۔ جولائی میں آپ کی شادی ہے آپ کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو اللہ سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ مسکرائی رہیں میں خدا کا بہت شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے آپ جیسا استاد دیا آپ میری استاد نہیں بلکہ بہترین دوست بھی ہیں آپ نے ہمیں سب تک یاد رکھا آپ کا بہت بہت شکریہ خدا حافظ۔

صباح احمد..... جوڑہ

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! تمام قارئین کو میری طرف سے محبت بھرا سلام۔ آپ لوگ مجھے نہیں جانتے کیونکہ میں بالکل نئی لکھاری ہوں میں نازی کنول ہادی کی فیکٹ ہوں۔ ان کی لکھی ہوئی ہر بات مجھے بہت پسند ہے۔ ان کے ناول تو بہت شوق سے پڑھتی ہوں میری آپ کے لیڈل سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں اور بہت زیادہ ترقی کریں۔ آج کل کی کوئی بھی بہن دوستی کرنا چاہے تو میری طرف سے موسٹ ویکم لو کے جی اللہ حافظ۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

نورالفرحان..... ڈرمیا ہاؤس

اپنے پیاروں کے نام

سلام! پیاری مائی خان! ارغی غزل نینا جبین نینا علی! رانیہ چوہدری اور زویا علوی! کسی ہیں آپ سب اسے بھی آپ حیران کیوں ہو گئے یہ میں ہی ہوں جناب کیسا لگا میرا سر پرانز جی۔ رانیہ چوہدری آپ کو سالگرہ کی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک آپ کی زندگی میں ہزاروں خوشیاں لائے آمین۔ سب لوگ دعاؤں میں یاد رکھیں اس کے علاوہ اگر کوئی آج کل کی قاری مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویکم

سونی خان..... آڈو کشمیر

بہت لکھن کے نام

السلام علیکم! فرسٹ آف آل ہمارے پیارے بھیا "راؤ علی حیدر" کو اپنا جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تمہیں خوشیاں اور کامیابیاں عطا فرمائے، آمین۔ ۲۹ جولائی کو زبردست ٹرٹس تیار رکھنا (لوگ)۔ اس کے بعد "سونیا سرحدیق" ۲۵ جولائی کو تمہارا برتھ ڈے ہے تو محترمہ بہت بہت مبارک ہو آپ کو (ویسے اتنی گرمی میں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی) اس کے علاوہ راجیلہ سلطان شکیلہ رشید ٹوبہ نواز یعنی نازیہ حیدر شاہ سلیم ریحاب من کشا نور سب کو میری طرف سے بہت بہت سلام قبول ہو۔

انہجی ہادی..... جوتی

فریڈرکس گروپ کے نام

مائی فریڈرکس گروپ! کیسی مائی آف یو؟ سب سے پہلے اپنے سارے گروپ بھائیوں کو سونیا اور آبی شہلا کو بہت بہت رمضان الکریم مبارک ہو۔ اس بار کت میں نے اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہ معاف فرمائے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ مائی ڈیزر اسٹوڈنٹس روادا بوجہ عجلہ! آئندہ اقرآن عمارہ اینڈ اکیڈمی عظمیٰ بن اللہ آپ سب کو نیک بنائے اور کامیاب کرے آمین۔ مائی ڈیزر عظمیٰ تم بہت اچھی ہو۔

میری کچھ بھجوریاں ہیں جس کی وجہ سے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی لیکن مجھے تم بھی نہیں بھولو گی میں ہمیشہ تمہیں یاد رکھوں گی۔ ناراض نہ ہوا کرو اور خوش رہا کرو زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے سب بھلانا پڑتا ہے سو مائی ڈیزر تم بھی سب بھلا کر آگے بڑھا کچھ پانے کے لیے کچھ کھانا بھی پڑتا ہے دعاؤں میں یاد رکھو گا۔

غیر ہواؤ..... مسندوی



جوابیہ سالک

ذوالحجہ کی دس واقعات

رمضان المبارک کی آخری دس راتیں ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں سے افضل ہیں اس لیے کاس میں ایلۃ القدر ہے جو تمام راتوں کی سردار ہے اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن رمضان المبارک کے آخری دس دنوں سے افضل ہیں کیونکہ ان دنوں میں یوم عرفہ واقع ہوا ہے جو کہ تمام دنوں میں اشرف و افضل ہے۔

(مجموع الفتاویٰ)

حسن اختر پریم کراچی

دعا کی قبولیت

جب انسان کو دعا کی قبولیت پر یقین ہو جائے کہ دعا سننے والا ہماری دعا کو ملے یا دیر قبول کرے گا وہ متناہ ہے پوری کرے گا۔ اللہ کی طرف سے اس میں سہرا آجاتا ہے اور اس میں اس سہر کا پھل پانے کی ہمت آ جاتی ہے

عائشہ خان ڈسکہ

انتہا

جب انسان اپنی وقعت کو دیکھو تو اس کے لیے بہترین پناہ خاموشی ہے کیونکہ وضاحت کسی سچا ثابت نہیں کر سکتی ندامت کبھی غم اسید نہیں ہو سکتی اور الفاظ کبھی بھی انسان کو اس کا کھوپا ہوا مقام وائیں نہیں دلا سکتے ہاں! خاموشی حریف تذکیل سے بچا لیتا ہے۔

فریحہ چوہدری..... شاہ قذور

طرز قضاخطب

ایک تاجر نے ایک بھول کو کھاتو کہنے لگا۔
”یا شیخ میں کون سا مال خریدوں کہ مجھے فائدہ ہو؟“
بھول نے جواب دیا ”دو گنا اور لوہا خریدو“

تاجر نے ایسا ہی کیا کچھ عرصے میں اس کی قیمت کی گنا بڑھ گئی اور تاجر کو بہت فائدہ ہوا کافی عرصے بعد تاجر نے ایک بار پھر بھول کو کھاتو کہنے لگا۔
”کے پاگل بھول اس سال میں کون سا مال خریدوں کہ

مجھے فائدہ ہو؟“

”اس سال پیاز اور تر بوڑھ لو“ تاجر نے ایسا ہی کیا لیکن کچھ دن میں پیاز اور تر بوڑھ لو کے اس مرتبہ تاجر کو بہت نقصان ہوا اور تاجر نے بھول سے جا کر اس غلط مشورے کے بارے میں دریافت کیا تو بھول نے کہا۔

”کے تاجر تم نے پہلی بار مجھے یا شیخ کہا کہ کرکار اتھا اس لیے میں نے عقل و منطق کے ساتھ تمہیں مشورہ دیا تھا لیکن دوسری بار مجھے پاگل کہا کہ کرکار طلب کیا اس لیے میں نے تمہیں پاگل پن میں مشورہ دیا ہے۔ پس تم اپنے نقصان کے خود ذمہ دار ہو کیونکہ کوزے میں سے دھن نکالا جاتا ہے جو اس میں ڈالا گیا ہو۔

اور مکمل..... مکمل آ پاد

اللہ سے صحبت

اللہ سے انسان محبت کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اللہ بھی اس سے محبت کرے مگر محبت کے لیے وہ کچھ دینے کو تیار نہیں۔ اللہ کے نام پر وہ وہی چیز دوسروں کو دیتا ہے جسے وہ انہی طرح استعمال کر چکا ہو یا کچھ جس سے اس کا دل بھر چکا ہو۔ چاہے وہ لباس ہو یا جوتا وہ خیرات کرنے والے کدیل سے اتاری ہوئی چیز ہوتی ہے اور اس چیز کے بدلے وہ اللہ کے دل میں اترتا چاہتا ہے۔

ناول شہر ذات

مصنفہ عمیرہ احمد

انتخاب: بی بی راؤ..... سکھر

لوشو نو انگلیش

بڑے ہی غر سے اک ملا ہم بھی فاش کرتے ہیں
کبھی ہم منہ بھی دھوتے تھے مگر اب واش کرتے ہیں
تھا بچل کے لیے پورے مگر اب کس ہی کرتے ہیں
ستلی تھیں کبھی یا دیں مگر اب مس ہی کرتے ہیں
چہل قدمی بھی کرتے تھے اور اب واک کرتے ہیں
کبھی کرتے تھے باتیں مگر اب ٹاک کرتے ہیں
کبھی جو درد ہوتا تھا مگر اب جین ہوتا ہے
پڑھائی کی جگہ اب تو نان گیمین ہوتا ہے
بیڈ زونج گھبرات چک محمود

صبر

میرہ ہے کہ جب ایک جنگ میں کسی صحابی کو نیزے کی انی چھو تو بے اختیار آہ نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا

تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عقائد! اگر تمہاری زبان سے اس تکلیف پر آہ کی جگہ اللہ اکبر نکلا تو تمہیں یہیں فرشتے اپنے بازوؤں پر اٹھا لیتے یہاں تک کہ سب کو کھ لیتے۔

سبق
زندگی کتاب سے بھی زیادہ وسیعہ ہوتی ہے کتاب پلے
سبق دیتی ہے مگر امتحان لکھتے ہیں مگر زندگی پہلے امتحان لکھتی
ہے مگر سبق دیتی ہے

جی ہاں یہ ہے صبر کی تعریف
تکلیف پہنچے ہی اس پہلے لمحے سے صبر... جب خود پر
قاہر کرنا بھی مشکل اور ہار ہو۔
جبکہ ہم غوی طور پر تب صبر کرتے ہیں جب مزید رونے
سینے پاؤں یا گارنے کی سکت نہ رہے۔

خضراء مقلوب... گوجرانوالہ

ہم یاد آتے ہیں فرمت کے کھوں میں فراز
یہ بات بھی ج ہے کہ اسے فرمت نہیں ملتی

عورت کا مقام

خطرناک ہے۔
جہ ستر لاکھ کھانقا کہ عورت سے زیادہ لوگوں کی چیز دنیا میں
قدیم سادہ کی نہیں۔

بیرون شاگرد

ہم حلیم کرتے ہیں ہمیں فرصت نہیں ملتی مگر یہ بھی تو ذرا سوچو جنہیں یاد کرتے ہیں تو زمانہ بھول جاتے ہیں

میشوری و رحمان

مانہ بھول جاتے ہیں تیری اک دید کی خاطر
نشانوں سے نکلتے ہیں تو صدیاں بیت چلی ہیں

وہمیں ملے

لیکن پھر جب تیری یاد آتی ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
شہرینِ اسلم ... بہاؤ پور

✽ یونانیوں کا قول ہے کہ محبت اس بھوک کی مانند ہے جو ہر وقت ڈنک مارنے پر تیار رہتا ہے۔

❖ یوحنا کا قول ہے کہ عورت شرکی بیٹی ہے اور امن و صلاحی کی دشمن ہے۔
❖ رومن کیتھولک فرقہ کی تعلیمات کی رو سے عورت کلام مقدس کو چھو نہیں سکتی اور عورت کو گر جا گھر میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔

ہمارے گھر کے بچے

○ دل کی باتیں دل ہی جانے لاور نہ کوئی جانے۔
○ جس کو دل گئی اس کی محبت اس کے خواب سہانے۔
○ جو دل قابو میں نہ رہے وہ ملوثان ہر ما کر رہتا ہے۔

✦ عیسائیوں کی سب سے بڑی حکومت روم۔ الکبریٰ میں عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر تھی اور ان سے جانوروں کی طرح کام لیا جاتا تھا۔

○ بات بڑی مشہور ہے کہ کد کدول سے لڑا ہوا ہے یہ
جے کوئی دیوار کوئی سی آئی ڈی، کوئی سماعت، کوئی انٹرفیس،
کوئی سوال کوئی نہیں مجاہدوں کی باتوں کو روک سکے یا ان
تیزوں کو کدول بھانج سکیں۔

♦ یورپ کی بہادر ترین عورت جون آف آرک کو زندہ چلا دیا گیا۔

♦ دور جہالت عربوں میں عورت کو اشعار میں خوب رسوا کیا جاتا تھا اور لڑکیوں کے پیدا ہونے پر زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔

○ دل ایک ایسا پردہ ہے جس کے پر نہیں ہوتے لیکن اس
لی اڑیں پرندوں سے سفایا رہے۔
○ اگر انسانوں کے پاس دل ہوتے دماغ نہ ہوتے تو
ناغہ و نغماتی نہ رہتی۔

❖ لیکن محسن انسانیت رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفی ﷺ نے عورت کو دو مقام عطا فرمایا جو آج تک کسی مذہب میں حاصل نہیں۔

○ دل کو صرف مدغمی کنٹرول کر سکتا ہے۔ کوئی اور چیز ہرگز نہیں کر سکتی۔
○ جن کے دل مل جاتے ہیں ان کو کبھی حدانہ کو۔

اب اگر عورت سالہاں سے تو اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے، مٹی ہے تو بخشش کا ذریعہ، بیوی ہے تو ایمان کی تکمیل کا ذریعہ، لیکن ہے تو غیرت اس سے بڑھ کر عورت کا کیا مقام

○ اپنے دل کو خالی رکھا کر شاید کوئی چپکے چپکے رات کو دن کو یا کسی بھی پہر ہستے سے کٹڑی کھٹکے دو۔
○ جس سے محبت ہو جائے دل اس کو دے دو واپس نہ لینے کے لیے۔

○ دل ایک آئینہ ہے جس میں اپنا چہرہ سب سے پہلے نظر آتا ہے۔

○ دل کی کوئی قیمت نہیں ہوتی جو قیمت لگاتا ہے سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔

○ سارا جسم دل کا محتاج ہے اگر اپنا اصل کام چھوڑ دے تو تماشا ختم ہو جاتا ہے۔

○ دل کو قابو میں رکھو، مجھل کی طرح ہاتھ سے پھسل جاتا ہے۔

○ انسان کا دل بڑا ہی قیمتی ہے ورنہ تو قصاہوں کے پاس بہت سارے بدل ہوتے ہیں۔

○ انسان اپنے دل سے اور جانوروں کے دل کھا کر بھی مرے لیتا ہے۔

○ سب سے زیادہ اثر دل پر نظروں کا پھر آواز کا پھر چہرے کا پڑتا ہے۔

○ انسان..... چشیاں

☆ ایک خوبصورت جذبہ

☆ ایک خوبصورت فکر

☆ ایک خوبصورت سفر

☆ ایک خوبصورت زندگی

☆ ایک خوبصورت دل

☆ ایک خوبصورت جسم

☆ ایک خوبصورت روح

○ جو کہ دہی میں امریکن خواتین سب سے آگے ہیں۔
○ گھوٹے پھرنے کی خوشی فراموشی خواتین ہیں۔
○ تو کرسی پر خواتین کی زیادہ تعداد کا تعلق ایتھین سے

○ شہر حضرات کی چٹائی کرنے والی خواتین کا تعلق اٹلی سے ہے۔

○ عرب خواتین خاص طور پر طبع ہوتی ہیں۔

○ جاپانی خواتین ہلکا سا پسند کرتی ہیں۔

○ غرے باز خواتین کی زیادہ تعداد کا تعلق پاکستان سے ہے۔

○ انسان کا کردار مندر کے درخت جیسا ہوتا ہے۔ جو خود پر کھڑی کی کھا کر بھی کھڑی کو خوشبو سے مہملا دیتا ہے۔

○ انسان کا کردار مندر کے درخت جیسا ہوتا ہے۔ جو خود پر کھڑی کی کھا کر بھی کھڑی کو خوشبو سے مہملا دیتا ہے۔

○ انسان کا کردار مندر کے درخت جیسا ہوتا ہے۔ جو خود پر کھڑی کی کھا کر بھی کھڑی کو خوشبو سے مہملا دیتا ہے۔

○ انسان کا کردار مندر کے درخت جیسا ہوتا ہے۔ جو خود پر کھڑی کی کھا کر بھی کھڑی کو خوشبو سے مہملا دیتا ہے۔

○ انسان کا کردار مندر کے درخت جیسا ہوتا ہے۔ جو خود پر کھڑی کی کھا کر بھی کھڑی کو خوشبو سے مہملا دیتا ہے۔

○ انسان کا کردار مندر کے درخت جیسا ہوتا ہے۔ جو خود پر کھڑی کی کھا کر بھی کھڑی کو خوشبو سے مہملا دیتا ہے۔

○ انسان کا کردار مندر کے درخت جیسا ہوتا ہے۔ جو خود پر کھڑی کی کھا کر بھی کھڑی کو خوشبو سے مہملا دیتا ہے۔

○ انسان کا کردار مندر کے درخت جیسا ہوتا ہے۔ جو خود پر کھڑی کی کھا کر بھی کھڑی کو خوشبو سے مہملا دیتا ہے۔

○ انسان کا کردار مندر کے درخت جیسا ہوتا ہے۔ جو خود پر کھڑی کی کھا کر بھی کھڑی کو خوشبو سے مہملا دیتا ہے۔

○ انسان کا کردار مندر کے درخت جیسا ہوتا ہے۔ جو خود پر کھڑی کی کھا کر بھی کھڑی کو خوشبو سے مہملا دیتا ہے۔

○ انسان کا کردار مندر کے درخت جیسا ہوتا ہے۔ جو خود پر کھڑی کی کھا کر بھی کھڑی کو خوشبو سے مہملا دیتا ہے۔

بک کی بات کرنے لگیں۔

پہلی بولی کل میں نے فیس بک پر بہت مزاحیہ کوٹ
حرے حرے سے پڑے۔

دوسری بولی: کل میں نے فیس بک پر بہت سے عجیب لائک
اور اچھی مزاحیہ ویڈیوز شیئر بھی کیں۔

دیکھ لی لڑکی: اسے تم لوگوں نے بس یہ کیا میں نے تو کل
فیس بک پر بیٹھ کر تین گھنٹے اور صاف ہی بچ گیا۔
ہوین افضل شاہین... بہاؤنگر

لطیفہ

میں نے پیسہ ملا ہے پر گندے ہاتھوں کے نشان تمہارے
میں؟
منا: نہیں مای بی میں تو لات لدا کرو وہ کھول ہوں۔

☆

استاد: باغی پھلوں کے نام بتاؤ۔

شاگرد: نہیں صیب اور عاتق۔

☆

استاد: بطل کو جیلے میں استعمال کرو۔

شاگرد: عیسٰی خوب لٹی کر رہا تھا چاکے۔

کھیدہ جاوید... سلطان

دشتم

رشتے صدا سے ایک نہیں رہتے یہ بھی رفتہ رفتہ ہلے ناک
سز کرتے ہیں ان میں بھی کسی مسند کی طرح جذبات کا طوفان
اٹھتا ہے تو بھی لاطیفی کا گہرا سکوت چھا جاتا ہے یہ بھی شاخ
پہ کلمے پھولوں کی طرح نیکتے ہیں تو بھی پتی پتی ہو کر ٹھہر جاتے
ہیں۔

دعاس عمر... بنگلہ حافظ آباد

یاد

کسی کمرے کے

اندھیرے کو نے میں

تجہا بیٹھ کر

اشک وہاں کر کے

خدا کو یاد کرنا

نجم انجم کو اچھا لگتا ہے بہت

انتخاب: نورین انجم انجم

بیوی کیسی ہو؟

ایک عرب دانشور نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ چہ شرم کی
مہر توں سے ہرگز شادی نہ کرنا۔

ایمان: وہ محبت جو ہر وقت سر پر پٹی ہانڈھے شکوہ شکایت
نی کرتی رہے۔

منا: ایسی محبت جو ہر وقت مرد پر احسان ہی جتاتی رہے
کر میں نے تجھ پر ظاں ظاں احسان کیا اور مجھے تجھ سے کچھ
حاصل نہیں ہوا۔

ایمان: وہ محبت جو ہر وقت اپنے سابق شوہر کو یاد کرتی
رہے اور کہے کہ تو بہت اچھا کر تم میں خوبی نہیں۔

صداقت: جو شوہر سے ہر وقت لڑائش ہی کرتی رہے جو بھی
شے دیکھے تو شوہر سے سلسلے لانے کی فرمائش کرے۔

لہذا: ایسی محبت جو ہر وقت بنے سونہرے میں مشغول
رہے۔

شراف: چمب زبان محبت جو ہر وقت ہاتھ میلنے دوسروں
کے صیب جان کرنے میں لگی رہے۔

حقان عبداللہ... کراچی

لطیفہ

ایک آدمی کا انتقال ہوا اس کا دوست اس کی بیوی کے پاس
آیا اور بولا: ”کیا میں مرحوم کی جگہ لے سکتا ہوں۔“

دوست کی بیوی بولی: ”مجھے کوئی اعتراض نہیں آپ کو درکن
سے پوچھ لیں۔“

شمارہ حقان... سلطان

چلاک

پٹھان صوفی عرب گیا اسے عربی نہیں آتی تھی۔ دیکھی میں
بیٹھا راتے میں اس کو مجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ راجا کو کیا کہہ

کر دو کہ آخر کافی دیر سوچنے کے بعد اس نے ڈرامہ کے
کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

”صدق القضاہ عظیم“

ناجی اختر حسن... کراچی



ایک اور اسرار است ہوا ہے جس کو سدا و ارجستہ نہیں پہنچا۔ "فیصلہ" بہت اچھی اسٹوری تھی لیکن بدقسمت سے جو حرکت کی وہ بہت غلطیوں سے بھرا ہوا تھا۔ کتنا عجیب تھا اور ہم نے کئی فیصلہ کیا جو محض اپنے شوہر کو دکھانے کے لیے کیا وہ کسی کو بھی نہ سنی ہے۔ "بھوکھ کھیم" کیوں نہیں کرتے؟ بہت ہی عجیب ہے۔ پراگمائی کی کئی کئی دیکھیں ایسا یادگار ہے خوب تھا۔ پادلوں کے کھٹے تھے مختلف کثافت سے اظہار کیا۔ کام کی باتیں بھی کام کی نہیں۔ ہم سے پہلے چھپا سلسلہ جس میں مذہب کے سال ہونے چاہیں۔ بالی سہوئی کر کے بہت اچھا لکھا سبھی کے لیے پوری ہیست فز۔

خدا اعجاز۔ گوجر خانی۔ آج کل کے تمام مذاہب میں کسی طرف سے اسلام کو شک اس مذاہب کا کل کا کل بالکل اچھا نہیں لگا لیکن "سائنس" کے سنز "ایڈیٹ" بہت اچھا لگا۔ "بھوکھ کھیم" کیوں نہیں کرتے؟ "وہ جو حقیقت" "دونوں بولتے بہت ہیں۔ سدا و ارجستہ" کا ہر ایک کلمہ سب سے "فیصلہ" بہت اچھا تھا۔ لکھ دھڑکی نے دیکھنے سے اچھا نہیں کیا کیوں بالی سہوئی کر کے کتنی جگہ "بھوکھ کھیم" "اچھی خرمی" پر اگر کسی خود کو سامنے رکھ کر سوچ لے تو میں بھی اپنی جیوری تانوں میں رہے گا۔ پھر آج کل میں بہت حرکت کا تھا۔ مختلف آج کل کوں کوں دلت چوٹی دے آئیں۔

پروش زینست مہکم تقریبی۔ **ہتھیلی ہلا**۔ آؤ لہ کشمیر۔ اسلام کو شک اس مذاہب میں کسی طرف سے اسلام کو شک اس مذاہب کا کل کا کل بالکل اچھا نہیں لگا لیکن "سائنس" کے سنز "ایڈیٹ" بہت اچھا لگا۔ "بھوکھ کھیم" کیوں نہیں کرتے؟ "وہ جو حقیقت" "دونوں بولتے بہت ہیں۔ سدا و ارجستہ" کا ہر ایک کلمہ سب سے "فیصلہ" بہت اچھا تھا۔ لکھ دھڑکی نے دیکھنے سے اچھا نہیں کیا کیوں بالی سہوئی کر کے کتنی جگہ "بھوکھ کھیم" "اچھی خرمی" پر اگر کسی خود کو سامنے رکھ کر سوچ لے تو میں بھی اپنی جیوری تانوں میں رہے گا۔ پھر آج کل میں بہت حرکت کا تھا۔ مختلف آج کل کوں کوں دلت چوٹی دے آئیں۔

ایک بہترین تقریب کو اپنی رسد ہونے کے ساتھ ساتھ دیکھنے بھی سنی لکھا ہے جسے "بھوکھ کھیم" نے دیکھا ہے۔ "وہ جو حقیقت" "دونوں بولتے بہت ہیں۔ سدا و ارجستہ" کا ہر ایک کلمہ سب سے "فیصلہ" بہت اچھا تھا۔ لکھ دھڑکی نے دیکھنے سے اچھا نہیں کیا کیوں بالی سہوئی کر کے کتنی جگہ "بھوکھ کھیم" "اچھی خرمی" پر اگر کسی خود کو سامنے رکھ کر سوچ لے تو میں بھی اپنی جیوری تانوں میں رہے گا۔ پھر آج کل میں بہت حرکت کا تھا۔ مختلف آج کل کوں کوں دلت چوٹی دے آئیں۔

عزت بھائی۔ سچین کوکنا پر چھاپا سیدھا کھانسی دوس طرح کے موضوع پر تقریباً اسی طرح ہے۔ "وہ جو حقیقت" "دونوں بولتے بہت ہیں۔ سدا و ارجستہ" کا ہر ایک کلمہ سب سے "فیصلہ" بہت اچھا تھا۔ لکھ دھڑکی نے دیکھنے سے اچھا نہیں کیا کیوں بالی سہوئی کر کے کتنی جگہ "بھوکھ کھیم" "اچھی خرمی" پر اگر کسی خود کو سامنے رکھ کر سوچ لے تو میں بھی اپنی جیوری تانوں میں رہے گا۔ پھر آج کل میں بہت حرکت کا تھا۔ مختلف آج کل کوں کوں دلت چوٹی دے آئیں۔

دوستہ بھائی۔ **جھنگ**۔ اسلام کو شک اس مذاہب میں کسی طرف سے اسلام کو شک اس مذاہب کا کل کا کل بالکل اچھا نہیں لگا لیکن "سائنس" کے سنز "ایڈیٹ" بہت اچھا لگا۔ "بھوکھ کھیم" کیوں نہیں کرتے؟ "وہ جو حقیقت" "دونوں بولتے بہت ہیں۔ سدا و ارجستہ" کا ہر ایک کلمہ سب سے "فیصلہ" بہت اچھا تھا۔ لکھ دھڑکی نے دیکھنے سے اچھا نہیں کیا کیوں بالی سہوئی کر کے کتنی جگہ "بھوکھ کھیم" "اچھی خرمی" پر اگر کسی خود کو سامنے رکھ کر سوچ لے تو میں بھی اپنی جیوری تانوں میں رہے گا۔ پھر آج کل میں بہت حرکت کا تھا۔ مختلف آج کل کوں کوں دلت چوٹی دے آئیں۔

روما شہزادی۔ **نہن وکس**۔ **مہکم تقریبی**۔ **گجرات**۔ سب سے پہلے جو بحث ہو چکی ہے کہ ہم سدا و ارجستہ "بھوکھ کھیم" کیوں نہیں کرتے؟ "وہ جو حقیقت" "دونوں بولتے بہت ہیں۔ سدا و ارجستہ" کا ہر ایک کلمہ سب سے "فیصلہ" بہت اچھا تھا۔ لکھ دھڑکی نے دیکھنے سے اچھا نہیں کیا کیوں بالی سہوئی کر کے کتنی جگہ "بھوکھ کھیم" "اچھی خرمی" پر اگر کسی خود کو سامنے رکھ کر سوچ لے تو میں بھی اپنی جیوری تانوں میں رہے گا۔ پھر آج کل میں بہت حرکت کا تھا۔ مختلف آج کل کوں کوں دلت چوٹی دے آئیں۔

صاحبہ دھرمین۔ **مضمن مضمن**۔ **صاف**۔ اسلام کو شک اس مذاہب میں کسی طرف سے اسلام کو شک اس مذاہب کا کل کا کل بالکل اچھا نہیں لگا لیکن "سائنس" کے سنز "ایڈیٹ" بہت اچھا لگا۔ "بھوکھ کھیم" کیوں نہیں کرتے؟ "وہ جو حقیقت" "دونوں بولتے بہت ہیں۔ سدا و ارجستہ" کا ہر ایک کلمہ سب سے "فیصلہ" بہت اچھا تھا۔ لکھ دھڑکی نے دیکھنے سے اچھا نہیں کیا کیوں بالی سہوئی کر کے کتنی جگہ "بھوکھ کھیم" "اچھی خرمی" پر اگر کسی خود کو سامنے رکھ کر سوچ لے تو میں بھی اپنی جیوری تانوں میں رہے گا۔ پھر آج کل میں بہت حرکت کا تھا۔ مختلف آج کل کوں کوں دلت چوٹی دے آئیں۔

پروشا گلی۔ **جھنگ**۔ اسلام کو شک اس مذاہب میں کسی طرف سے اسلام کو شک اس مذاہب کا کل کا کل بالکل اچھا نہیں لگا لیکن "سائنس" کے سنز "ایڈیٹ" بہت اچھا لگا۔ "بھوکھ کھیم" کیوں نہیں کرتے؟ "وہ جو حقیقت" "دونوں بولتے بہت ہیں۔ سدا و ارجستہ" کا ہر ایک کلمہ سب سے "فیصلہ" بہت اچھا تھا۔ لکھ دھڑکی نے دیکھنے سے اچھا نہیں کیا کیوں بالی سہوئی کر کے کتنی جگہ "بھوکھ کھیم" "اچھی خرمی" پر اگر کسی خود کو سامنے رکھ کر سوچ لے تو میں بھی اپنی جیوری تانوں میں رہے گا۔ پھر آج کل میں بہت حرکت کا تھا۔ مختلف آج کل کوں کوں دلت چوٹی دے آئیں۔

کشش زہرہ۔ **مکہ گنگ**۔ اسلام کو شک اس مذاہب میں کسی طرف سے اسلام کو شک اس مذاہب کا کل کا کل بالکل اچھا نہیں لگا لیکن "سائنس" کے سنز "ایڈیٹ" بہت اچھا لگا۔ "بھوکھ کھیم" کیوں نہیں کرتے؟ "وہ جو حقیقت" "دونوں بولتے بہت ہیں۔ سدا و ارجستہ" کا ہر ایک کلمہ سب سے "فیصلہ" بہت اچھا تھا۔ لکھ دھڑکی نے دیکھنے سے اچھا نہیں کیا کیوں بالی سہوئی کر کے کتنی جگہ "بھوکھ کھیم" "اچھی خرمی" پر اگر کسی خود کو سامنے رکھ کر سوچ لے تو میں بھی اپنی جیوری تانوں میں رہے گا۔ پھر آج کل میں بہت حرکت کا تھا۔ مختلف آج کل کوں کوں دلت چوٹی دے آئیں۔

آپ باقی شدہ بھی پڑھا جس میں بہت کچھ خیال کر کے اللہ حافظ۔

مسئلہ نصیر۔۔۔۔۔ علم گزہ۔ یہاں ای شہداء کی آواز چل اٹھ اور تمام قہر میں کھول سے یہ ادا ہوا اسلام۔ یہ تائب خیمے سے ہوں گی باب آجانی ہوں جس کے طرف آج کل میں سب گریز ہی اچھی ہوتی ہیں جاے مجھ وہ ایمان کا قسمی کی "سانسوں کے اس سفر" ہو یا ہجر راحت کی یا کچھ کوششیں کیں گئیں۔ ہو۔ سب گریز میں بیٹھ کر سارے مسئلے اس دن پر "ہم سے چھجے" کی قویات ہی اور ہے اس پر آپ کا لکھنا کہ ہجر صراط فرماتے اور آپ کی والدہ کو کفر و رعت کرے مائیں۔ پس یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پاکستان کو اپنی حفاظت و حفظ میں رکھے اور ہم سب کو بھی لب احبابت دیں پھر اذک کی اللہ حافظ۔

آمنہ ولید۔۔۔۔۔ لاہور۔ اسلام علیکم ایاری شہداء اچھی دوست سکر تار ہیں اور آج کل میں اپنا کردار خوب صحت سے نبھاتی رہیں۔ میں پہلی بار اس محفل میں شامل ہوئی ہوں اسید سے کتاب مجھے اپنی اپنی خوبصورت مکمل میں مجھے ضروری کی۔ جس تک پر میری ایک بہت زیادہ دوست فریڈ شیر کے ذریعے آپ کے بھائی پرچے کی بات کلمہ اتوار کے دہائی شہدوں کے ساتھ آج کل بطور خاص خریدے گئی۔ وہ لگا کر تک پہنچائی کی طرح عمری تحریریں اور خوشبو کی طرح سیکھنے سیکھنے کے لئے دیکھ کر کم خوشی ہوئی کہ شاعر خاتون و فیروزہ کے کہیں اہل آج کل لیکن انہیں اس بات کا ہے کہ بہت بڑی آج کل کوئی نہ میں لیکن ان شہداء کا چل کر ساتھ ہیں چھڑوں کی۔ آخر میں اس دعا کے ساتھ احبابت رکھوں اور خوشبو سے سجاواں آج کل دن کوئی رات چوٹی تری کرتے آئیں اللہ حافظ۔

بلو تیرا مزار آباد ہے دعا ہے۔

سجیدہ کنول۔۔۔۔۔ ستیفہ۔ اسلام علیکم اس دفعہ سال کی شہادت انتظار تھا اس کا گریہ کیا ہمارا سلام چھان ملا ہمارا نام ہی نہیں۔ سب سے پہلے حضرت پرستی بہت حراہہ اپنے کام مکمل ہواں "میں جتنی لوے" بالکل ہمارے معاشرے کی دعا کی کہ ہمارے معاشرے میں وہ حقیقت کی سب کچھ ہو رہے ہیں "فیصلہ" بڑھ کر دل اس کا نہیں اس میں ساری ملکی اڑھکی اس نے بھی اپنے شوہر کو کھانے کی کوشش نہیں کی۔ سلسلہ ہواں لیجھو کہ "تعلیم یوں" میں ظہیر انہیں کے ساتھ بہت برا ہوا ہے اب اس کو چاہیے وہ جاہت کو قبول کر لے اس کے جذبے پر ہیں۔ ظہیر میرا اشرافیہ سے ہواں لکھا میں ہم تک سے انتظار کر رہے ہیں اور وہ ہیں کہ لکھتی ہیں کہ رواری ہیں اللہ حافظ۔

ایروہ مخفوق۔۔۔۔۔ مہلی جنوں۔ اسلام علیکم اپنی آہ ہے ہیں سارے چلے طرف توجہ سے بہت زیادہ خوش ہوئی وہ آج کل میں اہل آج کل ختم ہونے ہوئی ہے کیا ہر طرف سلسلہ قرائتیں اپنی بھوتی طرف کر کے پتا نہیں کس کوشش کرنا چاہیے میں اس کے علاوہ کوئی اور سلسلہ شروع کروں جیسے قہر میں کی حدت جس میں کسی قدری کوشاں کریں اور سب اس سے سوال کریں۔ اپنی سارا دعا بخشت اچھا ہے اور مکمل ہواں "فیصلہ" بہت پسند آیا۔ اللہ حافظ۔

نور الحسن مغل۔۔۔۔۔ حیدرآباد۔ اس بار آج کل انتظار کی آخری حدوں کو پہنچا میں دعا کی کہ مع سید عادل کو چھوڑا کہ ہوں کا چھوڑا تاہر دینا ناسل بہت پسند آیا۔ بالکل ام ایمن قاضی کے ہواں کی طرح تمام ایمان کی شاندار ہواں لیکن آپ کو میری ذمہ داری دعا ہے آپ کے حق میں اللہ پاک قبول و محفوظ فرمائے۔ سورۃ القدر کی تفسیر بڑھ کر دل بے ہوش بہت کا تھیل سے طلبہ ہو کر خدا کے حضور دعا کی شدت کی۔ گریزوں کی طرف چھان کہا تو ہجر کا ہی کا پڑھ کرے ساتھ کن میں فکر کی کمی افتد کا رسم ہے میرے پہلے پاس ہے سلامت ہیں اور اب میں میں اضافہ ہوا ہے خیر ہجر صحت سے نہیں باب ہو کر رسم ہے ہجر کا رسم میں نے والدہ کے خالے سے لکھ کر دیکھی کہ یاد دہانی دعا میں آپ کے ساتھ ہیں۔ تعداد سب ہی کے ساتھ ہے جسے کیا سلسلہ بند کر دیا ہے "مجھ کو تسلیم کیل نہیں کرتے" ہمیشہ کی طرح شاندار لیکن یہی مختصر کی اسے طویل انتظار کے بعد قسط وار کہوں گا دعا یہ فیضان طویل ہونا چاہیے ہواں آج کل اچھی پڑھا جس میں بہت کچھ شاندار لکھ گیا لب احبابت دینے کی دعا ہے۔

مسجدہ ملک پرویز۔۔۔۔۔ حق پور۔ ہوا۔ ہوا۔ ہوا۔ آج کل اٹھانڈال پاکستان اسلام علیکم البتہ ہے ہیں جناب آج کل کی جانب توجہ سے ہواں آج کل چھین کھل کیا تھا سب سے پہلے حضرت سے خود کو پیش باب کیا پھر سلسلہ ہواں کی جانب سے کیا۔ "مجھ کو تسلیم کیل نہیں" میں پڑھتا ہوں چھوٹے ہیوں کا لڑا کھڑا کروں وہی سب چل رہا ہے کہ ہواں سائنسے ناچا ہے۔ "وہ جو تھا" بھی اچھا ہے اب سب اب کے ساتھ کیا ہوا ہے اس کی قضا کا شدت سے انتظار ہے جیسا کہ "فیصلہ" ہمارے معاشرے کی ایسی کڑی حقیقت جو آج تک نہیں صحت میں اہل ہواں میں کوئی دعا ہے لیکن ہم حقیقت کو ماننے سے انکاری دتے ہیں اس کے علاوہ سب ہواں کی گریز میں بھی لا جواب ہیں پرویز میں سب کے جوابات بہت دیر سے ہے یا خود میں سب کے خدا پسند آئے۔ "میری بھی سب ہی اچھی گی۔" ہمارے میں سے ہواں نہیں، پرویز میں اہل کا خیر و علم مختصر ہواں دعا کی خوبصورت مثال میں ہم کا انتخاب پسند آیا آج نہیں سب ہی کے ہمارے کرے تھے۔ ختم نے دواں کو دیکھ کر ہمارے دواں کو لکھ لکھ کر لب احبابت اس دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ آمین آستائیں پھر کرنے کی اپنی حفاظت فرمائے اور میں بھی صراط مستقیم پر گامزن رکھے آمین آمین اللہ حافظ۔

اس دعا کے ساتھ احبابت کر لے سب ہم سب کی پڑھائیں اور فرمائے اور ملک پاکستان کی حفاظت فرمائے آمین۔



